اوشو کے لیکچر
عورت

اوشو (گرو رجنیش)

ترجمہ: محمد احسن بٹ

نام کتاب: عورت

مصنف: اوشو (گرو رجنیش)

ترجمہ: محمد احسن بٹ

ناشر: آصف جاوید

برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور

PH:0092-42-37322892 FAX:37354205

مطبع: نوید حفیظ پرنٹر، لاہور

کمپوزنگ: عبدالستار

سال اشاعت: 2016ء

قیمت: -/350 روپے

فہرست

تعارف

آپ ایک مرد ہیں، سو آپ عورت کی نفسیات کے حوالے سے کس طرح بات کر سکتے ہیں؟

میں مرد کی حیثیت سے بات نہیں کر رہا ہوں، میں عورت کی حیثیت سے کلام نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو ذہن کی حیثیت سے بھی بات نہیں کر رہا ہوں۔ ذہن استعمال تو ہوتا ہے تاہم میں شعور کی حیثیت سے، آگہی کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔ اور آگہی مرد ہوتی ہے نہ عورت۔ یہ تفریق تو تمہارے جسم میں اور تمہارے ذہن میں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہن تمہارے جسم کا اندرونی حصہ ہے اور تمہارا جسم تمہارے ذہن کا بیرونی حصہ ہے۔ تمہارا جسم اور ذہن الگ الگ نہیں ہیں، وہ ایک ہی وجود ہیں۔ حقیقت میں تو جسم اور ذہن کہنا ہی درست نہیں ہے — ''اور'' نہیں کہنا چاہیے۔ تم جسم ذہن ہو — حد تو یہ ہے کہ دونوں کے درمیان ایک ہائفن (-) بھی نہیں ہے۔ *

پس جسم کے ساتھ، ذہن کے ساتھ تو ''مذکر''، ''مونث'' کے الفاظ جڑت رکھتے ہیں، بامعنی ہوتے ہیں، تاہم ان دونوں سے ماورا بھی کوئی شے ہے، کوئی شے ماورائی ہے۔ وہ ماورائی شے تمہارا حقیقی مرکز ہے، تمہاری ہستی۔ یہ ہستی صرف اور صرف آگہی پر، دید پر، مشاہدے پر مشتمل ہے۔ یہ خالص شعور ہوتی ہے۔ میں یہاں ایک مرد کی حیثیت سے بات نہیں کر رہا ہوں۔ اگر ایسا ہوتو عورت کے حوالے سے بات کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ میں تو آگہی کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔ میں نسوانی جسم میں کئی بار جی چکا ہوں اور میں مردانہ جسم میں بھی کئی بار جی چکا ہوں اور میں ہر شے کا مشاہدہ کر چکا ہوں۔ میں سب گھروں کو دیکھ چکا ہوں، میں سب ملبوسات کو دیکھ چکا ہوں۔ میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں، یہ کئی جنموں کا حاصل ہے، اس کا صرف اس جنم سے ہی تعلق نہیں ہے۔ موجودہ جنم تو ایک طول طویل یاترا کا نقطہ عروج ہے۔

پس مجھے مرد یا عورت کی حیثیت سے مت سنو، اگر ایسا ہے تو تم مجھے نہیں سن رہے ہو۔ مجھے تو صرف آگہی کی حیثیت سے سنو۔

---

* ہائفن (-) دو ایسے لفظوں کے درمیان استعمال کیا جاتا ہے جو ہوتے تو الگ ہیں مگر انہیں ہائفن کے ذریعے ایک لفظ بنا لیا گیا ہوتا ہے۔ اردو میں اس کا مترادف اضافت (زیر) ہوتی ہے۔ (مترجم)

پہلا باب

عورت

مجھے ایسا دکھائی پڑتا ہے کہ آپ اس دھرتی پر ایسے پہلے مرد ہیں جو عورت کو حقیقتاً سمجھتا ہے اور اُسے قبول کرتا ہے۔

میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ عورت محبت کے لیے ہے سمجھنے کے لیے نہیں ہے۔ یہ ہے پہلی بات۔

زندگی اتنی پراسرار ہے کہ ہمارے ہاتھ اس کی رفعتوں تک رسائی پانے سے قاصر ہیں۔ ہماری آنکھیں اس کے عمیق ترین اسرار کو نہیں دیکھ سکتیں۔ ہستی کے کسی بھی ظہور — مرد یا عورت یا درختوں یا جانوروں یا پرندوں — کو سمجھنا سائنس کا کام ہے' صوفی کا نہیں۔ میں سائنس دان نہیں ہوں۔ میرے لیے تو خود سائنس ایک اسرار ہے اور اب تو سائنس دان بھی سائنس کو ایک اسرار تسلیم کرنے لگے ہیں۔ وہ بھی اس پرانے' اڑیل' توہم پرستانہ رجحان کو ترک کرنا شروع کر گئے ہیں کہ وہ ایک دن اس سب کو جان لیں گے جو کہ جاننے کے لیے ہے۔

آئن سٹائن کے ساتھ سائنس کی پوری تاریخ ایک بالکل مختلف راستے پر گامزن ہوگئی' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جتنا زیادہ مادے کے عمیق ترین مرکز تک گیا' اتنا ہی زیادہ الجھتا گیا۔ ساری منطق دھری کی دھری رہ گئی' ساری عقلیت پسندی پچھڑ گئی۔ تم ہستی کو حکم نہیں دے سکتے' کیونکہ وہ تمہاری منطق کو نہیں مانتی۔ منطق انسانوں کی بنائی ہوئی ہے۔ آئن سٹائن کی زندگی کا وہ مرحلہ اہم تھا جب وہ یاد کرتا ہے کہ وہ عقلیت پسند ہونے نہ ہونے کے حوالے سے متذبذب تھا ...... تاہم یہ حماقت ہوتی۔ یہ انسانی عمل تو ہوتا مگر دانش مندانہ عمل نہیں ہوتا۔ خواہ تم منطق پر' عقلیت پر ہی کیوں نہ اڑے رہو' ہستی تمہاری منطق کے مطابق تبدیل

نہیں ہوتی۔ تمہاری منطق کو ہستی کے مطابق تبدیل ہونا پڑتا ہے۔

اور جتنا زیادہ گہرائی میں تم جاتے ہو ہستی اتنی ہی زیادہ پراسرار ہوتی جاتی ہے۔ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ تمہیں منطق اور عقلیت پسندی کو ترک کرنا اور فطرت کی صدا پر کان دھرنا پڑتا ہے۔ میں اسے حتمی آگہی کہتا ہوں — مگر آگہی کے عمومی مفہوم میں نہیں۔ تم اسے جانتے ہو' تم اسے محسوس کرتے ہو تاہم اسے بیان کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

آدمی ایک اسرار ہے' عورت ایک اسرار ہے' ہر وہ شے جو وجود رکھتی ہے ایک اسرار ہے — اور اس کو سمجھنے کی ہماری تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔

> مجھے ایک آدمی یاد آرہا ہے' جو کھلونوں کی دکان میں اپنے بیٹے کے لیے کرسمس کا تحفہ خرید رہا تھا۔ وہ آدمی ریاضی داں تھا' اسی لیے دکان دار نے فطری طور پر اس کے سامنے ایک معمہ رکھا۔ ریاضی داں نے اس معمے کی آزمائش کی — وہ ایک دلکش معمہ تھا۔ وہ بار بار آزمائش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ پسینے پسینے ہوگیا۔ وہ احمق دکھائی دینے لگا تھا۔ گاہک اور سیلز مین اور دکاندار سب دیکھ رہے تھے اور وہ معمہ حل نہیں کر پا رہا تھا۔ بالآخر اس نے معمہ حل کرنے کا خیال ترک کردیا اور چیخ کر دکاندار سے کہا: ''میں ریاضی داں ہوں اور اگر میں اس معمے کو حل نہیں کرسکتا تو تمہارا کیا خیال ہے میرا چھوٹا سا بیٹا اسے حل کرسکے گا؟''
>
> دکاندار بولا: ''جناب آپ سمجھے نہیں۔ اسے کچھ اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ کوئی بھی اسے حل نہیں کرسکتا — خواہ وہ ریاضی داں ہو یا نہیں ہو۔''
>
> ریاضی داں نے دریافت کیا: ''مگر اسے اس طرح کیوں بنایا گیا ہے؟''
>
> دکاندار نے جواب دیا: ''اسے ایسا اس لیے بنایا گیا تاکہ بچے عین ابتدا ہی میں یہ جان جائیں کہ زندگی کو حل نہیں کیا جا سکتا' سمجھا نہیں جا سکتا۔''

☆☆☆

تم زندگی کو جی سکتے ہو' تم زندگی سے لطف اندوز ہو سکتے ہو' تم اسرار کے ساتھ ایک ہو سکتے ہو' تاہم ایک مشاہد کی حیثیت سے آگہی پانے کا تصور بہرکیف ممکن العمل نہیں ہے۔ میں تو اپنے آپ کو بھی نہیں جانتا ہوں۔ میرے لیے تو عظیم ترین اسرار خود میں

ہوں۔ تاہم میں تمہیں چند سراغ دے سکتا ہوں:

- نفسیات کا ماہر ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو تم سے ایسے سوال انتہائی مہنگے داموں پوچھتا ہے' جو تمہاری بیوی تم سے مفت میں پوچھتی ہے۔
- خوشی کی کلید: تم محبت اور نزاکت اور جذبے کے حوالے سے گفتگو کر سکتے ہو تاہم حقیقی مسرت یہ جان کر ہوتی ہے کہ تم نے اپنی چابیاں کہیں گم نہیں کی ہیں۔
- عورت مرد کی پیشرفتوں کی مزاحمت کرنے سے شروع ہوتی ہے اور اس کا انت اس کی پسپائی کو روک کر ہوتا ہے۔
- اگر تم کسی عورت کی سوچ بدلنا چاہتے ہو تو اس سے متفق ہو جاؤ۔
- اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ عورت حقیقت میں کہنا کیا چاہتی ہے تو اس کی بات نہیں سنو بلکہ اس کی طرف دیکھو۔
- ایک عورت پولیس مین کے پاس گئی اور بولی: ''آفیسر! وہ آدمی جو اس کونے میں کھڑا ہے' مجھے غصہ دلا رہا ہے۔''
  پولیس مین نے کہا: ''میں دیکھتا رہا ہوں' اس نے تو آپ کی طرف دیکھا تک نہیں ہے۔''
  عورت بولی: ''یہی تو غصہ دلانے والی حرکت ہے اس کی۔''
- ایک رومان پرست نوجوان بستر میں اپنے ساتھ لیٹی حسین و جمیل دوشیزہ کی طرف کروٹ لے کر بولا: ''کیا میں پہلا مرد ہوں' جس کے ساتھ تم نے ہمبستری کی ہے؟''
  دوشیزہ نے لمحہ بھر سوچا اور بولی: ''ہوسکتا ہے تمہی ہو — مجھے شکلیں ٹھیک سے یاد نہیں رہتیں۔''

ہر شے پراسرار ہے — لہٰذا سمجھنے کی کوشش کرنے سے لطف اندوز ہونا بہتر ہے۔ جو شخص زندگی کو سمجھنے کی کوششیں کرتا ہے بالآخر احمق ثابت ہوتا ہے اور جو شخص زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہے' دانشمند بن جاتا ہے اور زندگی سے لطف اندوز ہوئے چلا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمارے اردگرد ہر طرف موجود پراسراریت سے زیادہ سے زیادہ آگاہ ہوتا جاتا ہے۔

سب سے زیادہ بڑی آگہی یہ جاننا ہے کہ کچھ بھی نہیں جانا جا سکتا ہے' یہ کہ سب کچھ

پراسرار اور تحیر انگیز ہے۔ میرے خیال میں یہی تمہاری زندگی میں مذہب کا آغاز ہوتا ہے۔

☆☆☆

مہربانی فرماتے ہوئے مرد اور عورت کے درمیان حقیقی فرق بیان کر دیجئے۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان موجود بیشتر فرق ہزاروں سال کے دوران پیدا کیے گئے ہیں۔ ایسے فرق فطری نہیں ہیں تاہم کچھ فرق ایسے ہیں جو انہیں منفرد حسن اور انفرادیت عطا کرتے ہیں۔ ایسے فرقوں کو بآسانی گنا جا سکتا ہے۔

مرد اور عورت کے درمیان اولین فرق یہ ہے کہ عورت زندگی کو تخلیق کرنے کی اہل ہے۔ مرد ایسا نہیں کر سکتا۔ اس اعتبار سے وہ کمتر ہے' اور اسی کمتری نے عورتوں پر مردوں کی برتری قائم ہونے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کمتری کا احساس اسی طریقے سے عمل کرتا ہے: وہ برتر ہونے کا دکھاوا کرتا ہے — اپنے آپ کو اور ساری دنیا کو دھوکا دینے کے لیے۔ پس مرد صدیوں سے عورت کی جینیئس' جوہروں اور صلاحیتوں کو برباد کر رہا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو برتر ثابت کر سکے — اپنے سامنے اور دنیا کے سامنے۔

چونکہ عورت زندگی کو جنم دیتی ہے اسی لیے نو یا زیادہ مہینوں کے لیے وہ مکمل طور پر مرد کی محتاج اور کمزور رہتی ہے۔ مرد نے اس چیز سے نہایت غلیظ انداز میں فائدہ اٹھایا ہے۔ اور یہ ایک نفسیاتی فرق ہے' جس سے بہرحال کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مرد نے عورت کو جھوٹی باتیں بتا کر' اسے مرد کی کنیز بنا کر' پست کرتے ہوئے دنیا کی ثانوی شہری بنا کر اس کی نفسیات کو بگاڑ دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جسمانی اعتبار سے زیادہ طاقتور تھا۔

تاہم جسمانی طاقت تو حیوانیت کا جزو ہوتی ہے۔ اگر برتری کا تعین جسمانی طاقت سے ہی ہونا ہے تو کوئی بھی جانور لیں وہ مرد سے زیادہ طاقتور ہوگا۔ مگر حقیقی فرق یقیناً موجود ہیں اور ہمیں مصنوعی فرقوں کے انبار تلے انہیں تلاش کرنا ہوگا۔

ایک فرق جو مجھے نظر آتا ہے' وہ یہ ہے کہ عورت مرد کی نسبت محبت کرنے کی زیادہ اہلیت رکھتی ہے۔ مرد کی محبت کم و بیش ایک جسمانی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عورت کی محبت جسمانی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ عورت کی محبت جسمانی ضرورت سے بلند تر' عظیم تر ہوتی

ہے' یہ تو ایک روحانی واردات ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت ایک شادی کرنے والی ہوتی ہے جبکہ مرد زیادہ شادیاں کرنے والا ہوتا ہے۔ مرد دنیا کی تمام عورتوں سے شادی کرنا پسند کرے گا' اور اس پر بھی وہ مطمئن نہیں ہوگا۔ اس کا عدم اطمینان لامحدود ہوتا ہے۔

عورت ایک محبت سے مطمئن ہوسکتی ہے' مکمل طور پر آسودہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مرد کے جسم کو نہیں دیکھتی ہے' وہ اس کی انتہائی داخلی صفات کو دیکھتی ہے۔ وہ خوبصورت پٹھوں والے مرد سے محبت نہیں کرتی' وہ اس مرد سے محبت کرتی ہے جو کرشماتی شخصیت کا مالک ہوتا ہے — ایسی خصوصیت کا جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا مگر جو بے پناہ کشش رکھتی ہے — وہ ایک اسرار کا حامل ہوتا ہے' جسے عورت کھولنا چاہتی ہے۔ عورت اپنے مرد کو صرف مرد ہی نہیں دیکھنا چاہتی بلکہ شعور کی دریافت کا ایک ایڈونچر دیکھنا چاہتی ہے۔

جہاں تک جنس کا تعلق ہے تو مرد بہت ہی کمزور ہے۔ وہ صرف ایک مرتبہ مجامعت کرسکتا ہے۔ اس حوالے سے عورت لامحدود برتری کی حامل ہے' وہ ایک سے زیادہ مرتبہ مجامعت کرسکتی ہے اور یہ ایک انتہائی پریشان کن معاملہ رہا ہے۔ مرد کی مجامعت جزوی ہوتی ہے' اس کے جنسی اعضاء تک محدود رہتی ہے۔ عورت کی مجامعت کُلّی ہوتی ہے' صرف اس کے جنسی اعضاء تک محدود نہیں رہتی۔ عورت کا سارا جسم جنسی ہوتا ہے اور وہ مرد سے ہزار گنا زیادہ بڑے' گہرے' زیادہ مالا مال کرنے والے' زیادہ نشوونما دینے والے مجامعت کے خوبصورت تجربے سے گزر سکتی ہے۔

تاہم المیہ یہ ہے کہ اس کے سارے جسم کو تحریک دینی پڑتی ہے اور مرد کو اس میں دلچسپی نہیں ہے' اسے کبھی اس میں دلچسپی نہیں رہی۔ اس نے محض اپنے جنسی تناؤ سے نجات پانے کے لیے عورت کو ایک جنسی مشین کے طور پر استعمال کیا ہے۔ مرد لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے اور جتنے وقت میں مرد ختم ہوگیا ہوتا ہے' اتنے وقت میں تو عورت شروع بھی نہیں ہوئی ہوتی۔ جس وقت مرد محبت کرنا ختم کرتا ہے' وہ منہ پھیرتا ہے اور سو جاتا ہے۔ جنسی عمل اُسے اچھی نیند لینے میں مدد دیتا ہے — زیادہ پُرسکون نیند۔ اسے جنسی عمل کے ذریعے ہر تناؤ سے نجات مل گئی ہوتی ہے۔ اور ہر عورت یہ دیکھ کر روتی ہے اور چیختی ہے۔ عورت کو استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ زندگی کی غلیظ ترین حقیقت ہے۔ تمہیں ایک شے' ایک میکنزم کے طور پر استعمال کیا جانا کتنی گندی بات ہے۔ عورت خود کو استعمال کیے جانے پر مرد کو معاف نہیں کرسکتی۔

عورت کو مجامعت کا ساتھی بنانے کے لیے مرد کو جنسی عمل سے پہلے تیاری کا عمل

سیکھنا ہوگا' بستر پر جانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ مرد کو محبت کو ایک فن بنانا ہوگا۔ وہ اس کے لیے کوئی جگہ منتخب کرسکتے ہیں — محبت کا ایک معبد — جہاں خوشبو بکھیرنے والے بخورات سلگ رہے ہوں' آنکھیں چندھیا دینے والی تیز روشنیوں کی بجائے صرف شمعیں جل رہی ہوں۔ اور مرد کو عورت کو صرف اسی وقت ملنا چاہیے جب عورت خوبصورت موڈ میں ہو' خوش ہو' وہ اس کی خوشی میں حصہ دار ہوسکتا ہے۔ عمومی طور پر ہوتا کیا ہے کہ مرد اور عورت محبت کرنے سے پہلے لڑتے ہیں۔ اس سے محبت مسموم ہو جاتی ہے۔ محبت ایک قسم کا معاہدہ ہے' جسے لڑائی ختم کر دیتی ہے — کم از کم ایک رات کے لیے۔ یہ ایک دھوکا ہے' رشوت ہے۔

مرد کو یوں محبت کرنی چاہیے جیسے مصور مصوری کرتا ہے — یعنی جب وہ محسوس کرتا ہے کہ تصویر بنانے کی آرزو نے اس دل کو لبریز کر دیا ہے تب تصویر بناتا ہے یا — مرد کو یوں محبت کرنی چاہیے جیسے شاعر شعر کہتا ہے یا موسیقار ساز بجاتا ہے۔ عورت کے جسم کو ایک ساز سمجھنا چاہیے — اور وہ ایک ساز ہی ہے۔ جب مرد خوشی محسوس کر رہا ہو تب جنس محض سکون پانے کا' اچھی نیند سونے کا طریقہ نہیں ہوتا۔ تب جنسی عمل سے پہلے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ وہ عورت کے ساتھ رقص کرتا ہے' وہ عورت کے ساتھ گیت گاتا ہے — محبت کا معبد خوبصورت سازوں سے گونج رہا ہوتا ہے اور ان کی پسندیدہ خوشبوئیں بکھیرنے والے بخورات سلگ رہے ہوتے ہیں۔ اسے مقدس ہونا چاہیے' کیونکہ جب تک تم محبت کو مقدس نہیں بناؤ گے عام زندگی میں کوئی شے مقدس نہیں ہوگی۔ اور یہ آغاز ہوگا اعلیٰ ترین شعور کے مظہر کی طرف دروازے کے کھلنے کا۔

محبت کو کبھی جبری نہیں ہونا چاہیے' محبت کو کبھی زیادتی نہیں ہونا چاہیے۔ بہرکیف اسے ذہن میں نہیں ہونا چاہیے — تم تو کھیل رہے ہو' رقص کر رہے ہو' گا رہے ہو' خوش ہو رہے ہو...... اس طویل لذت کا حصہ۔ اگر ایسا ہو تو یہ خوبصورت ہوتی ہے۔ جب محبت وقوع پذیر ہوتی ہے تو یہ خوبصورت ہوتی ہے۔ جب اسے وقوع پذیر کیا جاتا ہے تو یہ غلیظ ہوتی ہے۔

جب محبت میں مرد اوپر اور عورت نیچے ہوتی ہے ...... اسے مقصدی آسن کہا جاتا ہے۔ مشرق اس غلاظت سے آگاہ ہوگیا تھا کہ مرد زیادہ بھاری' زیادہ لمبا اور زیادہ طاقتور ہے' وہ ایک نازک وجود کو کچل رہا ہے۔ مشرق میں جنسی عمل کا انداز ہمیشہ مختلف رہا ہے: عورت اوپر ہوتی ہے۔ مرد کے بوجھ تلے دبی ہوئی عورت تو حرکت ہی نہیں کرسکتی۔ صرف مرد حرکت کرتا ہے' لہٰذا وہ لمحوں کے اندر خلاص ہو جاتا ہے جبکہ عورت روتی رہ جاتی ہے۔ عورت ایک

ساتھی تو رہی ہے مگر وہ اس عمل میں شریک نہیں رہی۔ اسے تو استعمال کیا گیا ہے۔

جب عورت اوپر ہوتی ہے تو وہ زیادہ حرکت کرسکتی ہے جبکہ مرد کم حرکت کرسکتا ہے اور یوں دونوں تقریباً ساتھ ساتھ خلاص ہوتے ہیں۔ اور جب دونوں خلاص ہونے کے تجربے سے گزرتے ہیں تو یہ تجربہ کسی دوسری دنیا کا ہوتا ہے۔ یہ سمادھی کی پہلی جھلک ہوتی ہے۔ یہ پہلی جھلک ہوتی ہے کہ انسان صرف جسم نہیں ہے۔ وہ جسم کو بھول جاتا ہے' دنیا کو فراموش کردیتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں ایک نئی جہت میں محوسفر ہوتے ہیں' جسے انہوں نے پہلے کبھی نہیں پایا ہوتا۔

عورت کئی مرتبہ خلاص ہونے کی اہلیت رکھتی ہے' لہٰذا مرد کو جتنا ممکن ہو اتنا آہستہ ہونا پڑے گا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں اتنی جلدی میں ہوتا ہے کہ وہ اس پورے تعلق ہی کو برباد کردیتا ہے۔ اسے بہت پرسکون ہونا چاہیے کیونکہ عورت کئی مرتبہ خلاص ہوسکتی ہے۔ مرد کو آخر میں خلاص ہونا چاہیے' اس وقت جب عورت خلاص ہونے والی ہو۔ یہ تو سیدھا سادہ انڈرسٹینڈنگ کا معاملہ ہے۔

یہ ہیں فطری فرق — ان کو پیدا نہیں کیا گیا۔ ان کے علاوہ بھی فرق موجود ہیں۔ مثال کے طور پر عورت مرد کی نسبت زیادہ مجتمع ہوتی ہے ...... وہ زیادہ متین' زیادہ شانت' زیادہ صابر ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرنے کی اہل ہوتی ہے۔ شاید انہی خصوصیات کی وجہ سے اس میں بیماریوں کی مزاحمت زیادہ ہوتی ہے اور وہ مرد سے زیادہ لمبی زندگی جیتی ہے۔ عورت اپنی متانت کی وجہ سے' اپنی نزاکت و نفاست کی وجہ سے مرد کی زندگی کو بے انتہا آسودگی دے سکتی ہے۔ وہ مرد کی زندگی کے گرد نہایت سکون بخش فضا پیدا کرسکتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ مرد خوفزدہ ہے — وہ عورت کے گھیرے میں نہیں آنا چاہتا' وہ اسے اپنے گرد حرارت بھری فضا تخلیق کرنے نہیں دینا چاہتا۔ وہ خوفزدہ ہے کیونکہ اس طرح وہ محتاج ہوجائے گا۔ پس مرد صدیوں سے عورت کو ایک فاصلے پر رکھ رہا ہے اور وہ خوفزدہ ہے کیونکہ وہ اس امر سے خوب آگاہ ہے کہ عورت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ زندگی کو جنم دے سکتی ہے۔ فطرت نے مرد کی بجائے عورت کو تخلیق کے لیے چنا ہے۔

تخلیق کے عمل میں مرد کا کردار تقریباً بالکل نہیں ہے۔ اس کمتری نے سب سے بڑا مسئلہ پیدا کیا — مرد نے عورت کے پر کاٹنے شروع کردیئے۔ اُس نے ہر طریقے سے عورت کو گھٹانے کی اس کی تذلیل و تحقیر کی کوششیں شروع کردیں تاکہ کم از کم اسے یقین

ہوسکے کہ وہ برتر ہے۔ وہ عورت کے ساتھ جانوروں جیسا — بلکہ ان سے بھی بدتر — سلوک کرتا رہا ہے۔ چین میں ہزاروں برس سے یہ خیال موجود ہے کہ عورت کی روح نہیں ہوتی' پس شوہر اُسے قتل کرسکتا ہے اور قانون کوئی مداخلت نہیں کرے گا — وہ اس کی ملکیت جو ہے۔ اگر مرد اپنا فرنیچر توڑنا پھوڑنا چاہے تو یہ عمل غیر قانونی تو نہیں ہوا نا! اگر وہ اپنی عورت کو مارنا چاہے تو بھی یہ عمل غیر قانونی نہیں۔ یہ ہے انتہائی تذلیل — کہ عورت کی روح نہیں ہوتی۔

مرد نے عورت کو تعلیم سے' مالی آزادی سے محروم رکھا ہے۔ مرد نے عورت کو سماجی میل جول سے محروم رکھا ہے کیونکہ وہ خوفزدہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عورت برتر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عورت خوبصورت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عورت کو آزادی دینے سے خطرہ کھڑا ہوجائے گا۔ پس صدیوں تک عورت کو آزادی نہیں دی گئی۔ بعض ملکوں میں تو عورت کو تو اپنا چہرہ بھی چھپائے رکھنا پڑتا ہے تاکہ اس کے شوہر کے سوا کوئی اس کے چہرے کا حسن' اس کی آنکھوں کی گہرائی نہ دیکھ سکے۔

ہندومت میں عورت کو اپنے شوہر کے مرنے پر اس کے ساتھ مرنا پڑتا تھا۔ کتنا زیادہ حسد تھا! تم نے عورت کو اپنی ساری زندگی اپنی ملکیت میں رکھا اور حد تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی تم اسے اپنی ملکیت میں رکھنا چاہتے ہو۔ تم خوفزدہ ہو۔ وہ خوبصورت ہے اور جب تم چلے جاؤ گے تو کیا خبر؟ ہوسکتا ہے وہ کوئی اور ساتھی ڈھونڈ لے۔ شاید تم سے بہتر ساتھی۔ پس ستی کی رسم ہزاروں برس موجود رہی — یہ انتہائی غلیظ رسم۔

مرد انتہائی انا پرست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسے مردانہ شاونیت پرست کہتا ہوں۔ مرد نے اس معاشرے کو بنایا ہے اور اس معاشرے میں عورت کی کوئی جگہ نہیں ہے جبکہ وہ نہایت حیران کن خصوصیات کی حامل ہے۔ مثال کے طور پر اگر مرد ذہانت کے امکان کا حامل ہے تو عورت محبت کے امکان کی حامل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ذہانت کی حامل نہیں ہوسکتی۔ وہ ذہانت کی حامل ہوسکتی ہے' اسے تو فقط ذہانت کو بڑھانے کا موقع ملنا چاہیے۔ تاہم محبت کی صفت تو عورت کی پیدائشی صفت ہے — وہ زیادہ ہمدردی' زیادہ مہربانی' زیادہ انڈرسٹینڈنگ کی حامل ہوتی ہے ...... مرد اور عورت ایک ساز کی دو تاریں ہیں' مگر دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ اذیتیں بھوگ رہے ہیں۔ اور چونکہ وہ اذیتوں کا شکار ہیں اور وجہ سے بے خبر ہیں' اس لیے انہوں نے ایک دوسرے سے انتقام لینا شروع کردیا ہے۔

عورت ایک زندہ معاشرہ تخلیق کرنے میں بہت زیادہ مددگار ہوسکتی ہے۔ وہ مرد

سے مختلف تو ہے مگر غیر مساوی نہیں ہے۔ وہ مرد کے اسی طرح مساوی ہے جیسے کوئی مرد ہوتا ہے۔ وہ اپنے منفرد اوصاف اور صلاحیتوں کی مالک ہے' جو کہ انتہائی ضروری ہیں۔ صرف پیسہ کما لینا ہی کافی نہیں ہے۔ دنیا میں کامیابی حاصل کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ زیادہ ضروری ہے ایک خوبصورت گھر اور عورت اس صلاحیت کی مالک ہے کہ وہ کسی بھی مکان کو گھر میں تبدیل کر سکتی ہے۔ وہ اسے محبت سے بھر سکتی ہے' وہ اس حساسیت کی مالک ہے۔ وہ مرد کو دوبارہ جوان کر سکتی ہے' اسے سکون دینے میں مدد کر سکتی ہے۔

اپنشد میں نو بیاہتا جوڑوں کے لیے نہایت عجیب آشیرواد موجود ہے۔ ایک نو بیاہتا جوڑا اپنشد کے خالق کے پاس جاتا ہے اور اس کی آشیرواد مانگتا ہے۔ وہ خاص طور پر لڑکی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: ''مجھے امید ہے تم دس بچوں کی ماں بنو گی اور آخر تمہارا شوہر تمہارا گیارہواں بچہ بن جائے گا۔ اور جب تک تم اپنے شوہر کی ماں نہیں بن جاتیں تم ایک سچی بیوی بننے میں کامیاب نہیں ہو گی۔''

یہ آشیرواد ہے تو بہت انوکھی مگر اس میں ایک نفسیاتی بصیرت موجود ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید نفسیات بھی یہی کچھ پاتی ہے کہ ہر مرد عورت میں اپنی ماں کو ڈھونڈ رہا ہے اور ہر عورت مرد میں اپنا باپ تلاش کر رہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر شادی ناکام ہے۔ تم اپنی ماں نہیں پا سکتے۔ جس عورت سے تم نے شادی کی ہے وہ تمہاری ماں بننے کے لیے تمہارے گھر نہیں آتی ہے۔ وہ تو تمہاری بیوی بننے کی خواہشمند ہے' محبوبہ بننے کی آرزومند ہے۔ مگر اپنشد کی آشیرواد' تقریباً 5000 یا 6000 سال پرانی آشیرواد جدید نفسیات کو ایک بصیرت دیتی ہے۔ ایک عورت' خواہ وہ کچھ بھی ہو' بنیادی طور پر ماں ہوتی ہے۔ باپ ایک ایجاد کردہ ادارہ ہے' یہ فطری نہیں ہے...... تاہم ماں ناگزیر رہے گی۔

وہ تجربے کر چکے ہیں: انہوں نے بچوں کو تمام سہولیات' دوائیں' خوراکیں دیں ...... سائنس کی مختلف شاخوں سے ہر کامل شے مہیا کی' مگر عجیب سی بات ہے کہ بچے کمزور ہوتے جا رہے تھے اور تین ماہ کے اندر اندر مر جاتے تھے۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ زندگی کو پروان چڑھنے کے لیے ماں کے جسم اور اس کی حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سرد وسیع کائنات میں شروعات میں حرارت نہایت ضروری ہوتی ہے' دوسری صورت میں بچہ متروک محسوس ہو گا۔ وہ سکڑے گا' کمزور ہو گا اور مر جائے گا......

مرد کو عورت سے کمتر سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پورا تصور ہی اس لیے جنم لیتا ہے کیونکہ تم مرد اور عورت کو دو انواع (Species) کے طور پر لیتے ہو۔ وہ دونوں ایک ہی نوعِ انسان سے تعلق رکھتے ہیں' اور دونوں ہی اعلیٰ صفات کے حامل ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے' اور وہ صرف تبھی مکمل ہوتے ہیں جب یکجا ہوتے ہیں...... زندگی کو سہولت کے ساتھ لیا جانا چاہیے۔ فرق تضادات نہیں ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کو بے پناہ رفعت دے سکتے ہیں۔ عورت جو تم سے محبت کرتی ہے تمہاری تخلیقیت کو رفعت دے سکتی ہے' تمہیں ان بلندیوں کا فیضان دے سکتی ہے جن کا تم نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا ہو گا۔ اور وہ کچھ بھی تو نہیں مانگتی۔ اسے تو صرف تمہاری محبت کی خواہش ہوتی ہے' جو کہ اس کا بنیادی حق ہے۔

ایسی بیشتر چیزیں جو مرد اور عورت کو مختلف بناتی ہیں' مصنوعی ہیں۔ فرق موجود رہنے چاہئیں کیونکہ وہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لیے کشش انگیز بناتے ہیں' تاہم انہیں تذلیل کے لیے استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ میں مرد اور عورت دونوں کا ایک نامیاتی کل (Organic Whole) بن جانا پسند کروں گا' یوں کہ دونوں بیک وقت کاملاً آزاد بھی رہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت پابندیاں نہیں لگاتی' یہ تو آزادی دیتی ہے۔ اس طرح ہم ایک بہتر دنیا تخلیق کر سکتے ہیں۔ نصف دنیا کو شرکت سے روکا جاتا رہا ہے جبکہ یہ نصف' یعنی عورتیں' دنیا کو بہت کچھ دینے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ اگر ایسا ہو تو دنیا ایک خوبصورت جنت بن جائے گی۔

عورت کو اپنے تخلیقی امکانات کو خود اپنی روح میں تلاش کرنا چاہیے اور انہیں ترقی دینی چاہیے' اور وہ خوبصورت مستقبل پا لے گی۔ مرد اور عورت نہ تو مساوی ہیں اور نہ ہی غیر مساوی' وہ تو منفرد ہیں۔ اور دونوں منفرد ہستیوں کا ملاپ کسی معجز اثر شے کو وجود میں لے آتا ہے۔

دوسرا باب

عورت اور خلیل جبران

خلیل جبران کی کتاب ''پیغمبر'' میں ایک عورت مصطفیٰ سے درد کے بارے میں سوال کرتی ہے۔ کیا آپ درجِ ذیل اقتباس پر تبصرہ کریں گے:

''اور ایک عورت نے کہا، ہمیں درد کے بارے میں بتاؤ۔
اور مصطفیٰ نے کہا:
تمہارا درد اس خول کا ٹوٹنا ہے
جس نے تمہاری آگہی کو محصور کر رکھا ہے۔
جس طرح پھل کا خول ضرور ٹوٹنا چاہیے،
تاکہ اس کا دل سورج کے روبرو ہو سکے،
اسی طرح تمہیں درد کو ضرور جاننا چاہیے
اور کیا تم اپنے دل کو اپنی زندگی کے روز رونما ہوتے معجزوں پر حیراں رکھ سکتے ہو،
تمہارا درد تمہاری مسرت سے کم حیران کن نہیں دکھائی دے گا،
اور تم اپنے دل کے موسموں کو قبول کرو گے،
جیسے کہ تم اپنے کھیتوں پر آنے والے موسموں کو قبول کرتے ہو،
اور تم اپنے دکھ کے موسمِ سرما کو متانت سے دیکھو گے،
تمہارا بیشتر درد خود انتخاب کردہ ہے،

یہ تلخ جرعہ ہے
جس کے ذریعے تمہارے اندر کا معالج تمہاری بیمار انا کو صحت دیتا ہے
پس معالج پر بھروسہ کرو،
اور اس کی دی ہوئی دوا کو خاموشی اور سکون سے پی لو،
کیونکہ اس کا ہاتھ بھاری اور سخت تو ہے، مگر نہ دکھائی دینے والی ہستی کا نازک ہاتھ اس کا رہنما ہے،
اور جو پیالہ وہ لایا ہے،
تمہارے ہونٹ جلاتا ہے،
تاہم اسے کوزہ گر نے خود اس مٹی سے بنایا
جسے اس نے اپنے مقدس آنسوؤں سے گوندھا تھا۔

ایسا دکھائی پڑتا ہے کہ یہ بہت دشوار ہے، خلیل جبران جیسے رتبے کے آدمی کے لیے بھی، کہ گہرائی تک موجود مردانہ شاونیت پسندانہ رجحان کو فراموش کر دے۔ میں ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مصطفیٰ کی باتیں ایک اعتبار سے تو درست ہیں ــــ تاہم ان میں ایک نہایت ضروری، جوہری شے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

مصطفیٰ بھول جاتا ہے کہ سوال ایک عورت نے دریافت کیا ہے، اور اس کا سوال بہت عام سا ہے، مرد اور عورت دونوں پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ تاہم سچ یہ ہے کہ دنیا کی عورتیں جس درد اور ابتلا سے گزر چکی ہیں، وہ اس درد سے ہزار گنا زیادہ ہے جس سے کہ مرد شناسا ہے ...... یہی وجہ ہے کہ میں کہتا ہوں مصطفیٰ سوال کا جواب تو دے رہا ہے مگر سوال کرنے والی کو جواب نہیں دے رہا ہے۔ اور جب تک سوال کرنے والی کو جواب نہیں دیا جاتا، جواب سطحی رہتا ہے ــــ خواہ وہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ دکھائی پڑتا ہو ...... یہ جواب عالمانہ سا، فلسفیانہ سا دکھائی پڑتا ہے۔

اس میں مرد کے عورت کے ساتھ سلوک کے حوالے سے کوئی بصیرت نہیں ہے ــــ اور یہ کوئی ایک دن کا سوال نہیں ہے بلکہ ہزاروں برسوں کا ہے۔ اس نے تو اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس کے برعکس وہ وہی کچھ کرتا ہے جو مذہبی پیشوا اور سیاست داں ہمیشہ کرتے رہے ہیں ــــ دلاسے دیتے ہوئے۔ خوبصورت الفاظ کے پیچھے، دلاسے کے سوا کچھ بھی تو نہیں

ہے۔ اور دلاسا سچ کا متبادل تو نہیں ہوسکتا نا۔

اور ایک عورت نے کہا......

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ اس پورے ہجوم میں سے کسی مرد نے درد کے بارے میں سوال دریافت نہیں کیا؟ کیا یہ محض اتفاق ہے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ یہ بات بہت متعلقہ ہے کہ ایک عورت سوال دریافت کرتی ہے: ''ہمیں درد کے بارے میں بتاؤ۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف عورت ہی یہ جانتی کہ وہ کتنے زخم جسم و جاں پہ کھائے ہوئے ہے، کس قدر غلامی — جسمانی، ذہنی اور روحانی — وہ بھوگ چکی ہے اور ہنوز بھوگ رہی ہے۔

عورت کے وجود کے عین قلب کو زخمایا جارہا ہے۔ کوئی مرد نہیں جانتا کہ درد تم میں کتنا گہرا اتر سکتا ہے اور تمہارے وقار کو، تمہاری عزت کو، عین تمہاری انسانیت کو برباد کرسکتا ہے۔

مصطفیٰ نے کہا: ''تمہارا درد اس خول کا ٹوٹنا ہے جس نے تمہاری آگہی کو محصور کررکھا ہے۔''

ایک بے حد عامیانہ بیان — اتنا سطحی کہ مجھے کبھی کبھار خلیل جبران پر شرم آنے لگتی ہے۔ کوئی بھی احمق ایسی بات کرسکتا ہے۔ خلیل جبران کا یہ کہنا کوئی خاص بات نہیں ہے: ''تمہارا درد اس خول کا ٹوٹنا ہے جس نے تمہاری آگہی کو محصور کررکھا ہے۔'' یہ تو ایک بے حد سادہ اور عمومی سا بیان ہے۔

''جس طرح پھول کا خول ضرور ٹوٹنا چاہیے، تاکہ اس کا دل سورج کے روبرو ہوسکے، اسی طرح تمہیں درد کو ضرور جاننا چاہیے'' — میں اس بیان سے نفرت کرتا ہوں۔ وہ اس نظریے کی تائید کررہا ہے کہ تمہیں درد کے تجربے سے ضرور گزرنا چاہیے۔ یہ ایک عامیانہ بات ہے، صداقت نہیں ہے۔ یہ تو انتہائی عام سی بات ہے — بیج کو زبردست ابتلا سے گزرنا پڑتا ہے، کیونکہ جب تک بیج اپنی ابتلا میں مرتا نہیں ہے، درخت کبھی پیدا نہیں ہوتا، اور زبردست پتے پتیاں اور پھولوں کا حسن کبھی وجود میں نہیں آتا۔ مگر بیج کو کون یاد رکھے گا اور غیر معلوم کو جنم دینے کے لیے اس کی موت قبول کرنے کی جرأت کو؟

یہ بات سچ ہوتی، اگر ...... جو خول تمہاری آگہی کو محصور کیے ہوئے ہے ...... وہ ابتلا سے گزرتا، ٹوٹ گرتا، تمہاری آگہی کو آزادی دیتا، تب ایک یقینی درد ہوتا۔ مگر خول ہے کیا؟ شاعر اس طرح مصلوب ہونے سے بچ نکلتے ہیں: اسے واضح کرنا چاہیے تھا کہ خول کیا ہے۔ تمہارا سارا علم، تمہاری ذہن سازی، تمہاری نشوونما کا سارا عمل، تمہاری تعلیم، تمہارا

معاشرہ اور تہذیب — یہ سب بناتے ہیں وہ خول، جو تمہیں اور تمہاری آگہی کو مقید رکھتا ہے۔ مگر اس نے ''خول'' سے کیا مراد لیا ہے، اس بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

☆☆☆

گوتم بدھ ایک مرد ہے: اس کے عظیم چیلے — مہا کیشپ، سری پت، موگلیان سب مرد ہیں۔ کیا اُدھر کوئی ایک بھی عورت ایسی نہیں تھی، جسے ایسے شعور تک ترقی دی جاسکتی؟ گوتم بدھ خود عورت کو چیلی بنانے سے انکار کررہا تھا، گویا وہ نوعِ انسان کا حصہ نہیں ہو بلکہ کسی نیم انسانی نوع سے تعلق رکھتی ہو۔ ان کا کیا تردد کیا جائے؟ — انہیں پہلے مردانگی حاصل کرنے دو۔

گوتم بدھ کا بیان یہ ہے کہ مرد ایک چوک ہے جہاں سے تم کسی بھی راستے پر جا سکتے ہو — گیان کی طرف، مطلق آزادی کی طرف۔ تاہم عورت کا ذکر بھی نہیں کیا گیا۔ وہ چوک نہیں ہے، بلکہ وہ تو محض ایک تاریک گلی ہے جہاں کسی میونسپل کارپوریشن نے روشنیاں تک نصب نہیں کیں، یہ کسی بھی طرف تو نہیں جاتی ہے۔ مرد ایک سپر ہائی وے ہے۔ پس پہلے عورت کو سپر ہائی وے پر آنے دو، اسے ایک مرد بننے دو، مرد کے جسم میں جنم لینے دو — تب اس کے گیانی ہونے کا کچھ امکان ہے۔

مصطفیٰ کہتا ہے ......اسی طرح تمہیں درد کو ضرور جاننا چاہیے — مگر کس لیے؟ اگر عورت گیانی نہیں بن سکتی تو اسے درد کیوں سہنا چاہیے؟ وہ سونا تو نہیں ہے کہ آگ میں جل کر خالص ہوجائے گی۔

اور کیا تم اپنے دل کو اپنی زندگی کے روز رونما ہوتے معجزوں پر حیراں رکھ سکتے ہو؟ تمہارا درد تمہاری مسرت سے کم حیران کن نہیں دکھائی دے گا ...... یہ سچ ہے، مگر بعض اوقات سچ بہت خطرناک ہوسکتا ہے، ایک دودھاری تلوار بن سکتا ہے۔ ایک طرف تو یہ تحفظ دیتا ہے، دوسری طرف یہ برباد کردیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر تم اپنی آنکھوں میں حیرت بھرو گے تو تمہیں پتا چلے گا کہ درد بھی اپنا ایک مزہ رکھتا ہے، اپنا معجزہ، اپنی مسرت۔ یہ خود مسرت سے کم حیران کن نہیں ہے۔ تاہم انوکھی حقیقت تو یہ ہے کہ عورت بچے سے زیادہ مشابہہ ہوتی ہے، مرد کی نسبت حیرت سے زیادہ معمور۔ مرد ہمیشہ علم کے پیچھے ہوتا ہے — اور علم کیا ہے؟ علم حیرت سے نجات پانے کا صرف ایک وسیلہ ہے۔ پوری سائنس کیا ہے، ہستی کے اسرار کو ختم کرنے کی کوشش ہے، اور لفظ ''سائنس'' کا مطلب ہے علم۔ اور یہ ایک انتہائی سادہ حقیقت ہے کہ جتنا زیادہ تم جانتے ہو، اتنا ہی کم تم حیرت کرتے ہو......

جب تم عمر میں بڑے ہوجاتے ہو تو تم حیرت کی حساسیت کھو دیتے ہو' تم زیادہ بے حس ہوجاتے ہو۔ تاہم اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اب تم ہر چیز کو جانتے ہوتے ہو۔ تم کچھ بھی نہیں جانتے' مگر اب تمہارا ذہن مستعار علم سے بھرا ہوا ہے' اور تم نے کبھی سوچا نہیں کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے سوائے تاریکی اور لاعلمی کے ......

مصطفیٰ اس حقیقت کو بیان نہیں کرتا ہے کہ مرد کی نسبت عورتیں ہمیشہ بچے سے زیادہ مشابہہ ہوتی ہیں۔ یہ ان کے حسن کا ایک جزو ہے — ان کی معصومیت کا: وہ جانتی نہیں ہے۔ مرد نے انہیں کبھی کچھ جاننے کی اجازت نہیں دی ہے۔ وہ معمولی باتوں کو جانتی ہیں — گھر داری سنبھالنے' کھانے پکانے' بچوں اور شوہر کی دیکھ بھال کے بارے میں — تاہم یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جنہیں چھپایا جا سکتا ہو ...... یہ کوئی عظیم علم نہیں ہے: اسے بہت ہی آسانی سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کوئی عورت مجھے سننے آئی ہے' اس نے مجھے زیادہ گہرائی سے' زیادہ قربت سے' زیادہ محبت سے سنا ہے۔ تاہم جب کوئی مرد پہلی مرتبہ مجھے سننے آتا ہے تو وہ بہت چوکنا' محتاط اور خوفزدہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے علم نے ساتھ نہیں دیا تو وہ متاثر بھی ہوسکتا ہے' اسے ٹھیس بھی لگ سکتی ہے۔ یا اگر وہ بہت چالاک ہو تو جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اس کی تعبیر اپنے علم کے مطابق کرتا ہے اور وہ کہے گا: ''میں تو یہ سب جانتا ہوں — کوئی بات بھی تو نئی نہیں ہے۔'' یہ اپنی انا کو محفوظ رکھنے کا ایک اقدام ہوتا ہے' سخت خول کو محفوظ رکھنے کی ایک تدبیر۔ اور جب تک یہ خول نہیں ٹوٹتا اور تم خود کو کسی بچے کی طرح حیرت کرتا نہیں پاتے' تمہارے اُس خلا میں ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے' جسے ہم ہمیشہ روح کے طور پر — عین تمہاری ہستی کے طور پر جانتے آئے ہیں۔

میرا دنیا بھر کا تجربہ یہی ہے — کہ عورت سنتی ہے اور تم اس کی آنکھوں میں حیرت کی چمک دیکھ سکتے ہو۔ وہ حیرت سطحی نہیں ہوتی' اس کی جڑیں اس کے دل میں ہوتی ہیں۔ تاہم خلیل جبران اس حقیقت کو بیان نہیں کرتا ہے' حالانکہ سوال ایک عورت دریافت کرتی ہے۔ درحقیقت مرد اس قدر بزدل ہے کہ وہ سوالات پوچھنے سے بھی ڈرتا ہے کیونکہ تمہارا سوال تمہاری جہالت کو ثابت کرتا ہے۔

''پیغمبر'' میں دریافت کیے گئے سب بہترین سوالات' عورتوں کے دریافت کردہ ہیں — محبت کے بارے میں' شادی کے بارے میں' بچوں کے بارے میں' درد کے بارے

میں — مصدقہ' حقیقی سوالات۔ بھگوان کے بارے میں نہیں' کسی فلسفیانہ نظام کے بارے میں نہیں' بلکہ خود زندگی کے بارے میں۔ ہوسکتا ہے وہ عظیم سوالات نہ دکھائی نہ دیں' تاہم وہ حقیقتاً عظیم ترین سوالات ہیں' اور جو شخص ان کا جواب دے سکے' وہ ایک نئی دنیا میں داخل ہوجائے گا' تاہم مصطفیٰ یوں جواب دیتا ہے گویا سوال کسی لاشخص (Nobody) نے — ایکس وائی زیڈ نے پوچھا ہو — وہ سوال کرنے والے کو جواب نہیں دے رہا ہے۔ اور میرا فلسفہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اصل سوال تو سوال پوچھنے والا ہوتا ہے ......

سوال نے عورت میں کیوں جنم لیا ہے اور مرد میں کیوں نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت غلامی کو بھوگ چکی ہے' عورت تذلیل سہہ چکی ہے' عورت معاشی محتاجی جھیل چکی ہے' اور سب سے بڑھ کر' وہ حمل کی مستقل حالت سے گزر چکی ہے۔ عورت صدیوں سے درد اور درد اور درد میں جی چکی ہے۔ اس کے اندر نشوونما پاتا ہوا بچہ اسے کھانے نہیں دیتا' اسے ہمیشہ متلی کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ بچے کی پیدائش عورت کی تقریباً موت ہوتی ہے۔ اور جب وہ ابھی ایک حمل سے فارغ نہیں ہوئی ہوتی' شوہر اُسے دوبارہ حاملہ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے عورت کا واحد کردار ہجوم پیدا کرنے کی فیکٹری بننا ہی ہے۔

اور مرد کا کردار کیا ہے؟ وہ عورت کے درد میں حصہ دار نہیں بنتا۔ وہ نو ماہ ابتلا سے گزرتی ہے' وہ بچے کی پیدائش کی اذیت سے گزرتی ہے — اور مرد کیا کرتا ہے؟ جہاں تک مرد کا تعلق ہے تو وہ عورت کو صرف اپنی شہوت اور ہوس کی آسودگی کے لیے ایک شے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ عورت کو کیا نتائج برداشت کرنا پڑیں گے۔ اور اس پر بھی وہ یہی کہتا ہے: ''میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' اگر وہ حقیقتاً عورت سے محبت کرتا تو دنیا کی آبادی کبھی اتنی زیادہ نہیں ہوتی۔ اس کا لفظ ''محبت'' بالکل کھوکھلا ہے۔ وہ تو عورت سے تقریباً جانوروں جیسا برتاؤ کرتا رہا ہے۔

''اور تم اپنے دل کے موسموں کو قبول کرو گے......''

بعض اوقات درد ہوتا ہے' کبھی کبھار مسرت ہوتی ہے اور کبھی کبھی کچھ نہیں ہوتا — نہ درد' نہ مسرت۔ وہ کہہ رہا ہے ''اگر تم اپنے دل کے موسموں کو قبول کرتے ہو' جس طرح تم نے ہمیشہ اپنے کھیتوں پر گزرتے موسموں کو قبول کیا ہے......''

سطحی طور پر تو یہ بات درست ہے۔ کسی شے کی قبولیت تمہیں ایک خاص سکون دیتی ہے' ایک خاص طمانیت۔ تم بہت زیادہ فکر مند نہیں ہوتے: تم جانتے ہو کہ یہ بھی گزر

جائے گا۔ لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو ایک فرق ہے۔ وہ مستقل طور پر ایک ہی موسم میں جی رہی ہے — درد اور درد۔ اس کے موسم گرما سے سرما میں یا برسات میں تبدیل نہیں ہوتے ہیں۔ عورت کی زندگی حقیقتاً دشوار ہے۔

اس کی زندگی موجودہ دور میں اتنی دشوار نہیں ہے، مگر صرف ترقی یافتہ ملکوں میں۔ ہندوستان کی 80 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے، جہاں تم ان حقیقی مشکلات کا مشاہدہ کرسکتے ہو جن سے عورت گزرتی ہے۔ وہ صدیوں سے ان مشکلات سے گزر رہی ہے اور موسم تبدیل نہیں ہوتا۔ اگر تم اس حقیقت پر غور کرو تو یہ بیان انقلاب دشمن بن جائے گا۔ یہ بیان ایک دلاسا بن جائے گا: ''مرد کی غلامی کو قبول کرلو، مرد کے تشدد کو قبول کرلو'' ......

عورت اس طرح کے درد سے گزر چکی ہے ...... اور مصطفیٰ مکمل طور پر فراموش کردیتا ہے کہ سوال کس نے دریافت کیا ہے۔ موسموں کی تبدیلی کو قبول کرنا ممکن ہے، مگر دس ہزار برس کی غلامی کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔ موسم تبدیل نہیں ہوتا ......

عورت کو قبول کی نہیں انقلاب کی ضرورت ہے۔

مرد کرۂ ارض پر سب سے زیادہ شہوت پرست جانور ہے۔ ہر جانور کا ایک ایسا موسم ہوتا ہے، جب نر مادہ میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔ بعض اوقات موسم صرف چند ہفتے رہتا ہے، بعض اوقات ایک یا دو ماہ، اور پھر سارا سال وہ جنس کے حوالے سے سب کچھ بھول جاتے ہیں، وہ افزائش نسل (Reproduction) کے حوالے سے سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کثرتِ آبادی کے مسئلے سے دوچار نہیں ہیں۔ یہ صرف مرد ہے جو سارا سال جنسی رہتا ہے، اور اگر وہ امریکی ہے تو پھر رات میں جنسی ہے، صبح میں جنسی ہے — امریکی چوبیس گھنٹے جنسی رہتے ہیں اور تم عورت کو درد قبول کرنے کا کہہ رہے ہو؟

میں تم سے ایسا درد قبول کرنے کا نہیں کہہ سکتا — درد جو کہ دوسرے تم پر تھوپ دیتے ہیں۔ تمہیں ایک انقلاب کی ضرورت ہے۔

''اور تم اپنے دکھ کے موسمِ سرما کو متانت سے دیکھو گے۔''

کیوں؟ جب ہم اسے تبدیل کرسکتے ہیں تو ہمیں دیکھنا کیوں چاہیے؟ دیکھا صرف اسے جاتا ہے جسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہو۔ صرف اسے دیکھو جو فطری ہے — اس کے شاہد بنو۔ مگر یہ شاعرانہ عیاری ہے۔ خوبصورت الفاظ: ''اور متانت سے دیکھو......''

جو شے فطری ہو اسے متانت سے دیکھو اور جو ابتلا کسی نے مسلط کی ہو اس کے

خلاف انقلاب برپا کردو۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خواہ وہ تمہارا باپ ہو یا ماں، خواہ وہ مذہبی پیشوا ہو یا پروفیسر، خواہ وہ سرکار ہو یا سماج — انقلاب برپا کردو!

جب تک تم ایک انقلابی روح کی حامل نہیں ہوگی، تم زندہ ہونے کے حقیقی معنوں میں زندہ نہیں ہوگی۔

''تمہارا بیشتر درد خود انتخاب کردہ ہے'' — یہ درست ہے۔ تمہاری سب مصیبتیں، تمہارا سارا درد ...... اس کا بیشتر دوسرے کا تھوپا ہوا نہیں ہے۔ جو دوسروں کا تھوپا ہوا ہے، اس کے خلاف انقلاب برپا کردو، مگر جو کچھ تم نے خود چنا ہے — اُسے ترک کردو۔ دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہی جاننا کافی ہے کہ ''اسے میں نے خود اپنے اوپر تھوپا ہے'' — اسے پرے پھینک دو۔ دوسروں کو دیکھنے دو، تمہیں اسے پھینکتے ہوئے! تمہیں اسے پرے پھینکتا دیکھ کر شاید وہ یہ سمجھ جائیں ''مصیبت سہنا کیا ضروری ہے؟ — پڑوسی تو اپنے رنج و الم کو پرے پھینک رہے ہیں؟''

تمہارا رشک و حسد، تمہارا غصہ، تمہارا لالچ — یہ سب درد کو جنم دیتے ہیں۔ تمہاری خواہشیں، سب درد کو پیدا کرتی ہیں۔ اور یہ خود انتخاب کردہ ہیں۔

''یہ تلخ جرعہ ہے، جس کے ذریعے تمہارے اندر کا معالج تمہاری بیمار انا کو صحت دیتا ہے۔''

وہ ایک بار پھر تمہیں دلاسا دے رہا ہے۔ وہ واضح امتیاز نہیں کر رہا ہے۔ ادھر ایسے درد ہوتے ہیں جنہیں دوسروں نے تھوپا ہوتا ہے — ان کے خلاف انقلاب برپا کردو۔ اور ادھر ایسے درد بھی ہوتے ہیں جو کہ فطری ہوتے ہیں — ان کا مشاہدہ کرو اور متانت کے ساتھ ان کا مشاہدہ کرو، کیونکہ یہ وہ تلخ دوا ہے، جو فطرت، تمہارے اندر کا معالج تمہاری بیمار انا کو صحت دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

''پس معالج پر بھروسہ کرو، اور اس کی دی ہوئی دوا کو خاموشی اور سکون سے پی لو۔''

لیکن یاد رکھنا — یہ ہدایت ''معالج'' کے حوالے سے ہے، تمہارے شوہر کے حوالے سے نہیں ہے، سرکار کے حوالے سے نہیں ہے۔ یہ تم پر درد کو تھوپتے ہیں، تمہیں صحت دینے کے لیے نہیں بلکہ تمہیں برباد کرنے کے لیے، تمہیں کچل دینے کے لیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے زیادہ تم برباد ہوتے ہو، اتنی آسانی سے تم پر غلبہ پایا جا سکتا ہے۔ تب تمہاری طرف سے انقلاب کا کوئی خوف نہیں رہتا۔ پس یاد رکھنا کہ معالج کون ہے۔ فطرت صحت

دیتی ہے، وقت صحت دیتا ہے — تم تو بس انتظار کرتے ہو، دیکھتے ہو۔ مگر بالکل واضح ہو جاؤ کہ فطری کیا ہے اور مصنوعی کیا۔

''کیونکہ اس کا ہاتھ بھاری اور سخت تو ہے مگر نہ دکھائی دینے والی ہستی کا نازک ہاتھ اس کا رہنما ہے۔ جو پیالہ وہ لایا ہے، تمہارے ہونٹ جلاتا ہے، تاہم اسے کوزہ گر نے خود اس مٹی سے بنایا ہے جسے اس نے اپنے مقدس آنسوؤں سے گوندھا تھا۔''

جو کچھ بھی فطری ہے اس کے خلاف بغاوت کرنا ممکن نہیں ہے...... تو پھر پریشان مت ہوؤ: تب اسے صبر شکر کے ساتھ قبول کرلو۔ یہ الوہی ہستی کا دکھائی نہ دینے والا ہاتھ ہے جو تمہیں صحت دینا چاہتی ہے، جو تمہیں شعور کی ایک اعلیٰ تر سطح پر لانے کی خواہش مند ہے۔ لیکن جو کچھ بھی غیر فطری ہے...... غلامی کی کسی بھی صورت کو عمل میں لانا تمہاری روح کو برباد کرنا ہے۔ غلام بن کر جینے سے مر جانا بہتر ہے۔

☆☆☆

میں اپنے اندر عورتوں پر جبر کرنے والے، ان کے ساتھ زنا کرنے والے یا انہیں قتل کرنے والے مردوں کے خلاف گہرا، انتقام سے لبریز، سرد غصہ محسوس کرتی ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں کئی جنموں سے اس غصے کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ براہِ مہربانی اس بوڑھی جادوگرنی کو بے نقاب کرنے اور قابو میں لانے میں میری مدد کیجئے۔

اس حوالے سے پہلی بات واضح کرنے والی یہ ہے کہ یہ عیسائیت ہے، جس نے لفظ ''جادوگرنی (Witch)'' کی مذمت ہے، وگرنہ یہ تو انتہائی مؤقر لفظوں میں سے ایک ہے، اتنا ہی مؤقر جتنا کہ ''مجذوب'' (Mystic) — ایک دانا مرد — اس لفظ کا سادہ سا مطلب ہے دانا عورت — دانا مرد کی مترادف۔

لیکن وسطی زمانے میں عیسائیت کو ایک خطرے کا سامنا تھا۔ ایسی عورتیں ہزاروں کی تعداد میں تھیں جو کہ بشپوں اور کارڈینلوں اور پوپ سے بہت زیادہ دانا تھیں۔ وہ لوگوں کی زندگیوں کی قلبِ ماہیئت کا فن جانتی تھیں۔

ان کے سارے فلسفے کی اساس محبت اور جنسی توانائی کی قلبِ ماہیئت تھی — اور ایک عورت مرد کی نسبت زیادہ آسانی سے ایسا کرسکتی ہے۔ بہرحال وہ ایک ماں ہے اور وہ

ہمیشہ ماں ہی رہتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ننھی سی بچی بھی ممتا کی صفت کی حامل ہوتی ہے۔

ممتا کی صفت ایسی صفت نہیں ہے جس کا عمر سے کوئی تعلق ہو، یہ تو نسائیت (Womanhood) کا ایک جزو ہوتی ہے۔ اور قلبِ ماہیئت کو ایک بہت محبت آمیز فضا کی ضرورت ہوتی ہے، توانائیوں کی ایک بہت پیار بھری تبدیلی۔ عیسائیت اسے اپنا مقابل سمجھتی تھی۔ عیسائیت کے پاس اس کے مقابلے میں پیش کرنے کو کچھ نہیں ہے — تاہم عیسائیت اقتدار میں تھی۔

اس زمانے میں بھی یہ مرد کی دنیا تھی اور انہوں نے تمام جادوگرنیوں کو فنا کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاہم سوال یہ تھا کہ انہیں کس طرح فنا کیا جائے؟ یہ کسی ایک عورت کو قتل کرنے کا سوال نہیں تھا، بلکہ ہزاروں عورتوں کو ہلاک کرنے کا مسئلہ تھا۔ اور عیسائی ذہن کے مطابق، عیسائی الٰہیات کے مطابق، جادوگرنی کے معانی کو تبدیل کر دیا گیا: جادوگرنی وہ عورت ہوتی ہے جس کے شیطان کے ساتھ جنسی تعلقات ہوتے ہیں۔

تم کسی اور عورت کے ساتھ شیطان کے جنسی تعلقات کے بارے میں نہیں سنتے ہو۔ یا تو شیطان ایک عیسائی راہب، ایک مجرد بن گیا ہے یا...... شیطان کے ساتھ کیا بیتی؟ ہزاروں عورتوں کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنے والا کون تھا؟ جبکہ بیشتر عورتیں بوڑھی تھیں۔

یہ بات منطقی نہیں لگتی۔ جب نوجوان اور خوبصورت عورتیں دستیاب تھیں تو شیطان بوڑھی، بہت بوڑھی عورتوں کی طرف کیوں گیا؟

تاہم جادوگرنی بننے کے لیے طویل تربیت سے، طویل ڈسپلن سے، لمبے تجربے سے گزرنا ہوتا تھا۔ پس جب تک ایک عورت جادوگرنی — ایک دانا عورت — بنتی، وہ بوڑھی ہوگئی ہوتی تھی۔ وہ اس دانائی، اس کیمیا کو پانے کے لیے ہر شے قربان کرچکی ہوتی تھی۔

انہوں نے ان بے چاری بوڑھی عورتوں کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ انہوں نے شیطان کے ساتھ جنسی عمل کیا ہے۔ ان میں سے بہت سی نے سخت مزاحمت کی ...... مگر تشدد بہت زیادہ کیا گیا۔

انہوں نے ان عورتوں پر نہایت غلیظ طریقوں سے تشدد کیا، صرف ایک بات کے لیے: وہ اعتراف کرلیں۔ وہ عورتیں یہ کہنے کی کوشش کرتی رہیں کہ ان کا شیطان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اعتراف کرنے کو کچھ نہیں ہے، لیکن کسی نے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرے۔ وہ ان پر تشدد کرتے رہے۔

اگر تم کسی پر تشدد کرتے رہو تو تم اس سے کچھ بھی اعتراف کروا سکتے ہو۔ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے روزانہ تشدد سے غیر ضروری طور پر گزرنے سے بہتر یہی ہے کہ اعتراف کرلیا جائے۔ اور یہ تشدد ساری زندگی جاری رہ سکتا تھا۔ جب ایک عورت نے اعتراف کرلیا کہ وہ جادوگرنی ہے اور شیطان کے ساتھ اس کے جنسی تعلقات رہے ہیں تو اس پر تشدد روک دیا گیا اور تب اسے ایک عدالت کے سامنے پیش کیا گیا — پوپ کی بنائی ہوئی ایک خصوصی عدالت — اور اب اسے عدالت کے سامنے اعتراف کرنا تھا۔ اور اس نے ایک بار پھر عدالت کے سامنے اعتراف کیا' عدالت کو اسے سزا دینے کا اختیار تھا — کیونکہ عیسائیت کی نگاہوں میں یہ بہت بڑا جرم ہے۔

حقیقت میں اگر کسی عورت کے شیطان کے ساتھ جنسی تعلقات ہوں بھی تو کسی شخص کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے — اور یہ جرم نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا رہی۔ اور شیطان نے کبھی کسی تھانے جا کر رپٹ درج نہیں کروائی: ''وہ عورت خطرناک ہے۔'' عیسائیت کس اختیار کے تحت ان عورتوں کو جلا رہی تھی؟

واحد سزا زندہ جلا دیا جانا تھا تاکہ کوئی دوسری عورت جادوگرنی بننے کی جرأت نہ کرے۔ انہوں نے ہزاروں عورتوں کو زندہ جلا دیا اور نوعِ انسان کے اچھے خاصے حصے کو فنا کر ڈالا۔ اور جس دانش کی وہ عورتیں حامل تھیں — ان کی کتابیں' ان کے طریقے' ان کی مرد کی قلبِ ماہیئت کی تیکنیکیں' مرد کی توانائی کی قلبِ ماہیئت کی تیکنیکیں سب برباد کردی گئیں۔

مت سوچو کہ جادوگرنی کوئی برا لفظ ہے۔ یہ ''پوپ'' سے زیادہ مؤقر لفظ ہے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ پوپ ایسا انسان نہیں ہے جسے دانش مند کہا جا سکے: وہ صرف رٹو طوطے ہوتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ ایسا ممکن ہے کہ اس کا تمہارے سابقہ جنم سے تعلق ہو اور زخم اتنا گہرا ہے کہ تمہارے لاشعور میں موجود اس کی یاد تمہیں مسلسل ستاتی ہو۔ اور یہ مردوں سے نفرت کو پیدا کرتی ہے کیونکہ تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے' اسے مردوں نے کیا ہے۔

پس یہ ایک سیدھا سا ربط ہے' لیکن اس ربط کو ترک کرنا ہوگا۔ یہ جرم مردوں نے نہیں کیا ہے' اسے عیسائیوں نے کیا ہے اور عیسائیوں نے بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور وہ ان کا ارتکاب کیے جا رہے ہیں۔ یہ ناقابل یقین ہے ...... اور وہ سچ کے بارے میں بولے جا رہے ہیں' خداوند کے بارے میں بولے جا رہے ہیں ...... اور جھوٹ بولتے ہوئے ...... اور یہ مذہبی لوگ ہیں جو دنیا کو ہر طرح سے فریب دینے کی' انسانی ذہن کو دھوکا دینے کی'

غلیظ جھوٹوں سے آلودہ کرنے کی کوششیں کیے جا رہے ہیں۔ پس اس طرح سے مرد کی مخالف مت بنو' صرف عیسائیت کے مظالم کی مخالفت کافی ہے......

عیسائیت دو ہزار سال سے مذہب کے نام پر' خدا کے نام پر' یسوع کے نام پر' قوم کے نام پر لوگوں کو قتل کرتی آئی ہے — پس اس کی مذمت کرنا بالکل درست ہے۔ تاہم ہر مرد عیسائی نہیں ہے۔

تاہم زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے تنویمی عمل سے گزرنا بہتر ہوگا۔ شاید تمہیں یاد ہو کہ جادوگرنیوں کی تیکنیکیں کیا تھیں وہ کس طرح کام کرتی تھیں' وہ کس طرح لوگوں کو تبدیل کیا کرتی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ عیسائیت کے لیے خطرہ نہیں ہوتیں' عیسائیت انہیں قتل نہیں کرتی۔

یہ ایک حقیقی خطرہ ہے' کیونکہ مقابلے میں عیسائیت کے پاس پیش کرنے کو کچھ نہیں ہے۔

❁ ❁ ❁

تیسرا باب

آزادیٔ نسواں

آپ کے خیال میں موجودہ عہد کی عورت کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے؟

چونکہ عورت کو مغلوب رکھا گیا ہے' اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے اور اسے پست کرتے کرتے ایک لاشے (Nonentity) بنا دیا گیا ہے لہٰذا وہ بھدی ہو چکی ہے۔ تم جب بھی اپنی فطرت کو اس کے اپنے داخلی تقاضوں کے مطابق نہیں چلنے دیتے' وہ تلخ ہو جاتی ہے' وہ مسموم ہو جاتی ہے' وہ معذور ہو جاتی ہے' مفلوج ہو جاتی ہے — وہ کجرو ہو جاتی ہے۔ تم دنیا میں جس عورت کو پاتے ہو' یہ حقیقی عورت نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے صدیوں خراب کیا جاتا رہا ہے۔ اور جب عورت خراب ہو جاتی ہے تو مرد بھی فطری نہیں رہ سکتا ہے کیونکہ بہرحال عورت ہی مرد کو جنم دیتی ہے۔ اگر عورت فطری نہیں ہے تو اس کے بچے بھی فطری نہیں ہوں گے۔ اگر عورت فطری نہیں ہے — اسے بچوں کو' لڑکے اور لڑکی کو' پالنا پوسنا ہے — وہ بچے قدرتی طور پر اپنی ماں کا اثر قبول کریں گے۔

یقیناً عورت کو بھرپور آزادی کی ضرورت ہے' تاہم آزادی کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے فضول ہے۔ یہ تو نقالی ہے' آزادی نہیں ہے۔

یہاں میرے ساتھ ایسی بہت سی عورتیں ہیں جو آزادیٔ نسواں کی تحریک میں شامل ہیں اور جب پہلی مرتبہ وہ یہاں آئی تھیں' وہ بہت جارحیت پسند تھیں۔ اور میں ان کی جارحیت کو سمجھ سکتا ہوں:

صدیوں کی مغلوبیت نے انہیں متشدد بنا دیا ہے۔ یہ ایک سادہ انتقام ہے۔ وہ غیر ہوشمند ہو چکی ہیں اور اس کا ذمہ دار کوئی نہیں ہے' سوائے مرد کے۔ تاہم

دھیرے دھیرے' رفتہ رفتہ' وہ نرم پڑ گئیں' وہ باوقار ہو گئیں' ان کی جارحیت ختم ہو گئی۔ وہ پہلی مرتبہ عورت بن گئیں۔

حقیقی آزادی عورت کو مرد کی نقل نہیں بلکہ مصدقہ طور پر عورت بنا دے گی۔ فی الحال ہو کیا رہا ہے: عورتیں محض مردوں جیسا بننے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اگر مرد سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو عورتیں بھی سگریٹ نوشی کریں گی۔ اگر مرد پتلونیں پہنتے ہیں تو عورتیں بھی پتلونیں پہنیں گی۔ اگر وہ کوئی خاص کام کرتے ہیں تو عورتیں بھی وہی کام کریں گی۔ وہ تو محض دوسرے درجے کا مرد بن رہی ہیں۔

یہ آزادی نہیں ہے' یہ تو زیادہ گہری غلامی ہے — زیادہ گہری اس لیے کیونکہ پہلی غلامی مردوں نے تھوپی تھی۔ یہ دوسری غلامی اس لیے زیادہ گہری ہے کیونکہ اسے عورتیں خود جنم دے رہی ہیں۔ اور جب کوئی دوسرا تم پر غلامی مسلط کرتا ہے تو تم اس کے خلاف بغاوت کر سکتے ہو لیکن اگر تم خود آزادی کے نام پر اپنے اوپر غلامی مسلط کر لو تو بغاوت کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

تم عورت کا حقیقتاً عورت بن جانا پسند کرو گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر بہت کچھ منحصر ہے۔ وہ مرد سے کہیں زیادہ اہم ہے کیونکہ وہ اپنی کوکھ میں مرد عورت دونوں کو اٹھائے رہتی ہے۔ اگر وہ مسموم ہو جاتی ہے تو پھر اس کا دودھ بھی مسموم ہو جائے گا' اس کے بچوں کو پروان چڑھانے کے طریقے بھی مسموم ہو جائیں گے۔

اگر عورت حقیقتاً عورت بننے کے لیے آزاد نہیں ہوئی تو پھر مرد بھی حقیقتاً مرد بننے کے لیے آزاد نہیں ہوگا۔ مرد کی آزادی کے لیے عورت کی آزادی انتہائی لازمی ہے۔ عورت کی آزادی مرد کی آزادی سے زیادہ بنیادی اہمیت رکھتی ہے — اور اگر عورت غلام ہے — جیسا کہ وہ صدیوں سے غلام ہے — تو وہ مرد کو بھی غلام بنا دے گی' نہایت نفیس طریقوں سے۔ اس کے طریقے نفیس ہوتے ہیں۔ وہ تم سے براہ راست نہیں لڑے گی' اس کی لڑائی تو بالواسطہ ہوگی' یہ نسائی لڑائی ہوگی۔ وہ چیخے گی اور روئے گی۔ وہ تمہیں نہیں مارے گی' وہ اپنے آپ کو مارے گی اور اپنے آپ کو مار کر' چیخ کر اور رو کر' مضبوط ترین آدمی کو زن مرید بنا لے گی۔ ایک بہت نازک' کمزور سی عورت ایک انتہائی طاقتور مرد کو مغلوب کر سکتی ہے...... عورت کو کامل آزادی کی ضرورت ہے تاکہ وہ مرد کو بھی آزادی دے سکے۔

یہ یاد رکھنے والی ایک بنیادی بات ہے: اگر تم کسی کو غلام بناؤ گے تو تم بھی بالآخر

غلام بن جاؤ گے۔ تم آزاد نہیں رہ سکتے۔ اگر تم آزاد رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو آزادی دو' آزاد ہونے کا یہ واحد طریقہ ہے۔

☆☆☆

کیا آپ آزادیٔ نسواں کی تحریک کے مخالف ہیں؟

آزادیٔ نسواں کی تحریک بھدی شے ہے — اور میں جانتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار شاونیت پسند مرد ہیں۔ مردوں نے صدیوں تک عورتوں کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ اب عورتیں انتقام لینا چاہتی ہیں۔ لیکن جب بھی تم انتقام لینا شروع کرتی ہو' تم تخریب کار بن جاتی ہو۔ ماضی کے زخموں کو کریدے چلے جانا بے سود ہے۔ ماضی کی وجہ سے انتقام لینا لایعنی عمل ہے — تمہیں معاف کرنا اور فراموش کرنا سیکھنا چاہیے۔ ہاں' یہ غلط تھا — مانا' یہ غلط تھا۔ عورت کے ساتھ صدیوں جو کچھ کیا جاتا رہا ہے سراسر غلط تھا۔ مرد نے عورت کو پست کر کے غلام بنا لیا' اس سے زیادہ ستم یہ ہوا کہ اس نے عورت کو شے بنا لیا' ملکیت بنا لیا۔ تاہم انتقام لینے میں کیا حکمت ہے؟ یوں تم جلاد بن جاتی ہو اور مرد مظلوم۔ یوں ایک اور قسم کی شاونیت صورت پذیر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یوں نسائی شاونیت پسندی جنم لیتی ہے — اور اس سے معاملات نہیں سلجھیں گے۔ یوں عورت مرد کو نقصان پہنچانا شروع کرے گی اور جلد یا بدیر' مرد انتقام لیں گے۔ یہ سلسلہ کہاں جا کر رکے گا؟ یہ تو ایک منحوس چکر ہے۔

اور میرا احساس تو یہ ہے کہ مرد کے لیے اسے روکنے کی بجائے عورت کے لیے اسے روکنا زیادہ آسان ہے۔ اس منحوس چکر سے نکلنا مرد کی نسبت عورت کے لیے زیادہ آسان ہے — اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ محبت کرنے والی' زیادہ ہمدردی کرنے والی ہیں۔ مرد زیادہ جارحیت پسند' زیادہ تشدد پسند ہوتا ہے۔ مجھے مردوں سے زیادہ امید نہیں ہے۔ مجھے تو عورتوں سے زیادہ امید ہے۔ لہٰذا میں آزادیٔ نسواں کے جارحیت پسندانہ رجحان اور سوچ کا حامی نہیں ہوں ......

زندگی کے مسائل کو محبت سے حل کیا جا سکتا ہے' انہیں متشددانہ طریقوں سے کبھی حل نہیں کیا جا سکتا۔

مرد اور عورت دو مختلف دنیائیں ہیں' لہٰذا ایک دوسرے کو سمجھنا دشوار ہے۔ ماضی غلط فہمیوں سے بھرا پڑا ہے۔ تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ مستقبل میں بھی ایسا ہی ہو۔ ہم ماضی

سے سبق سیکھ سکتے ہیں اور ماضی کا واحد سبق یہ ہے کہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنا ہوگا اور ایک دوسرے کے فرقوں کو زیادہ قبول کرنا ہوگا۔ یہ فرق قابل قدر ہیں' یہ تنازعے پیدا نہیں کرتے' درحقیقت یہ فرق تو مرد اور عورت میں کشش کا باعث ہیں۔

اگر مرد اور عورت کے مابین تمام فرق مٹ جائیں' اگر ان کی نفسیات ایک سی ہو جائے' تو محبت بھی مٹ جائے گی کیونکہ قطبیت (Polarity) موجود نہیں ہوگی۔ مرد اور عورت بجلی کے منفی اور مثبت قطبین کی طرح ہیں۔ وہ مقناطیسی انداز میں ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں۔ وہ متخالف قطب ہیں' لہٰذا تنازع فطری ہے۔ لیکن انڈرسٹینڈنگ کے ذریعے' نرمی کے ذریعے' محبت کے ذریعے' ایک دوسرے کی دنیا میں جھانک کر اور اس کے ساتھ ہمدرد بننے کی کوشش کر کے تمام مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ مزید تنازع کھڑا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے — بس بہت ہو چکی۔

مرد کو بھی اتنی ہی آزادی کی ضرورت ہے جتنی کہ عورت کو۔ آزادی کی ضرورت دونوں کو ہے' ذہن سے آزادی کی۔ دونوں کو ذہن سے آزادی حاصل کرنے میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرنا چاہیے۔ یہ ہوگی آزادی کی سچی تحریک۔

☆☆☆

آپ کا کیا خیال ہے کہ صرف عورت ہی آزادی کی تحریک کی ذمہ دار ہے؟

دنیا میں آزادی کی جو تحریک جاری ہے' وہ مرد کا تخلیق کردہ مظہر ہے۔ تم یہ جان کر حیران ہوگی کہ یہ بھی ایک اور مردانہ سازش ہے۔ کوئی مرد عورت سے چھٹکارا نہیں پانا چاہتا۔ وہ کوئی ذمہ داری نہیں اٹھانا چاہتا۔ وہ تو عورت سے لذت اندوز ہونا چاہتا ہے' مگر صرف ایک تماشے (Fun) کے طور پر۔ وہ اس کے ساتھ عائد ہونے والی دوسری ساری ذمہ داریاں اٹھانا نہیں چاہتا۔

یہ ایک گہری سازش ہے۔ مرد ساری دنیا میں عورت کو قائل کر رہا ہے کہ عورت کو آزاد ہونا چاہیے۔ یہ ایک باریک چال ہے۔ مرد کا ذہن عیار ہے اور مرد کا ذہن کامیاب ہو رہا ہے۔ اب بہت سی عورتیں اس نظریے سے مسموم ہو چکی ہیں۔

کیا تم جانتی ہو؟ سب سے پہلے جنہوں نے عورت اور مرد کی مساوات کی بات کی

تھی وہ عورتیں نہیں مرد تھے۔ وہ پہلے لوگ جنہوں نے یہ کہنا شروع کیا تھا کہ مردوں اور عورتوں کو برابر آزادی حاصل ہونی چاہیے' وہ عورتیں نہیں مرد تھے۔ بیج انسانی ذہن نے بویا ہے' اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ جب کبھی کوئی مرد محسوس کرتا ہے کہ کوئی شے اس کے مفاد میں ہے' وہ اسے عمل میں لے آتا ہے۔ مرد کی عیاری بہت باریک ہے۔ وہ بعض اوقات اس طرح عمل کرتا ہے کہ عورت سوچتی ہے وہ جو کچھ کررہی ہے خود سے کررہی ہے۔

ماضی میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ماضی میں مرد نے عورت کو قائل کیا کہ وہ خالص ہستیاں ہیں' فرشتے ہیں۔ مرد گندے ہیں' لڑکے تو لونڈے ہیں (Boys Are Boys) — لیکن عورت؟ عورت الوہی ہے۔ مرد نے عورت کو ایک اونچی مسند پر بٹھا دیا۔ یہ عورت کو قابو میں رکھنے کی اس کی چال تھی۔ مرد نے عورت کی پرستش کی ہے اور پرستش کرکے اس نے عورت کو قابو میں رکھا ہے۔ فطری سی بات ہے کہ جب عورت مسند نشیں تھی تو اس نے سوچا کہ وہ کوئی الوہی ہستی ہے — وہ ایسے کام نہیں کرسکتی جو مرد کررہا ہے۔ وہ ان کاموں کو نہیں کرسکتی کیونکہ یہ اس کی انا کے خلاف ہوتا۔ وہ اونچی مسند انا کو بے حد تسکین دینے والی تھی۔ وہ ماں تھی' وہ الوہی تھی' وہ مرد سے زیادہ الوہی اوصاف کی حامل تھی۔ مرد گندا تھا' غیر اخلاقی تھا — اور سب ایسا کچھ تھا۔ مرد کو معاف کردینا ہوگا۔

پس مرد صدیوں سے سازشیں کرتا آرہا ہے۔ عورت اونچی تھی لیکن یہ ایک چال تھی۔ مرد نے عورت کی انا کو قائل کرلیا تھا اور ہے ایسا کہ جب ایک مرتبہ تمہاری انا قائل ہوجاتی ہے تو تم گرفتار ہوجاتے ہو۔ پھر تم اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے۔ برابری کا مطالبہ ایک قسم کا زوال ہوگا — برابر ہونے کے لیے تمہیں نیچے آنا ہوگا۔ یہ تھی حکمتِ عملی' اور عورت اس میں پھنس گئی۔ وہ خالص رہتی تھی' وہ شادی تک کنواری رہتی تھی۔

مغرب میں مرد نے عورت کو قائل کرلیا کہ ''اب تمہیں آزاد ہونا پڑے گا۔ تمہیں برابر ہونا پڑے گا۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اب چیزیں تبدیل ہوگئی ہیں' وقت تبدیل ہوگیا ہے — اب مرد صرف اپنی بیوی کے علاوہ زیادہ عورتوں سے لذت اندوز ہونا پسند کرے گا۔ اب وہ مکمل آزادی کا خواہاں ہے۔ مکمل آزادی حاصل کرنے کا واحد طریقہ عورت کو مکمل آزادی دینا ہے اور اس نے عورت کو ایک بار پھر قائل کرلیا۔ اب عورت احتجاج کررہی ہے اور وہ آزادی خواہ (Libber) بن گئی ہے۔ عورتیں پورے جذبے کے ساتھ آزادی اور مساوات کے لیے نعرے لگا رہی ہیں۔ وہ نہیں جانتیں کہ وہ ایک بار پھر اسی جال میں پھنس گئی

ہیں۔ اب مرد انہیں استعمال کرنا اور استعمال کرنے کے بعد پھینک دینا چاہتا ہے' کسی ذمہ داری کو قبول کیے بغیر۔

اگر تم اس سارے معاملے پر غور کرو تو تم حیران رہ جاؤ گی۔ مرد کا ذہن عیارانہ ذہن ہے۔ عورت زیادہ معصوم ہے' وہ اتنی چالباز' اتنی سیاسی نہیں بن سکتی۔ اس نے مرد پر ہمیشہ اعتبار کیا ہے۔ اور تم یہ جان کر حیران رہ جاؤ گی کہ یہ آزادی خواہ عورتیں (Lib Woman) ایک بار پھر مرد کے جال میں پھنس رہی ہیں! کچھ بھی تو تبدیل نہیں ہوا ہے۔ یہ مرد کے حق میں ہے — کہ تمہیں آزاد ہونا چاہیے اور تمہیں کسی وابستگی کا تقاضا نہیں کرنا چاہیے۔ مرد خود کو پابند نہیں کرنا چاہتا' وہ تو بس مکمل آزادی کا خواہشمند ہے۔ وہ تمہارے بچوں کی ذمہ داری قبول نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تمہارے ساتھ ہمیشہ نہیں رہنا چاہتا' وہ تو ہر روز اپنی بیوی تبدیل کرنے کا خواہشمند ہے۔

مگر اس مرتبہ بھی خوبصورت لفظ تخلیق کررہا ہے: آپ کو پابندی میں نہیں جینا چاہیے۔ آپ کو وفاداری میں نہیں جینا چاہیے۔ آپ کو ملکیت پسند نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کو حاسد نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ایک مرتبہ پھر خوبصورت فلسفہ گھڑ رہا ہے۔ وہ پہلے بھی ایسا کرچکا ہے اور تب بھی عورت دھوکا کھا گئی تھی' اور وہ ایک بار پھر دھوکا کھائے گی۔ عورت بھروسہ کرتی ہے۔ بھروسہ کرنا ان کے لیے سہل ہے۔ محبت ان کے لیے منطق کی نسبت زیادہ آسان ہے اور انہیں جلدی بہت ہوتی ہے۔ مرد ہمیشہ چالیں سوچتا رہتا ہے' کیا ہوگا' کیسے ہوگا — وہ مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے' وہ مستقبل کے لیے منصوبے بناتا ہے……

فضا ایسی ہے کہ عورت کو مرد کے مساوی ہونا پڑے گا۔ اسے گھر' خاندان' بچوں' مامتا میں دلچسپی نہیں لینا ہوگی۔ اسے شاعری میں' ادب میں' مصوری میں' سائنس میں' ٹیکنالوجی میں' اِس میں اور اُس میں دلچسپی لینا ہوگی۔ اب دنیا بھر میں عورتیں عورتوں کا شعور بڑھانے کے لیے گروپ بنا رہی ہیں۔ ان کے شعور بڑھانے کے سب پروگراموں میں صرف ایک بات ہوتی ہے: وہ یہ کہ عورتوں کو اپنی نسائیت میں کسی گہری شے کو تباہ کرنا ہوگا۔ صرف تبھی وہ مرد کا مقابلہ کرسکتی ہیں۔

عورتیں گداز ہوتی ہیں' فطرتاً گداز ہوتی ہیں۔ وہ مردوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ اگر وہ مردوں کا مقابلہ کرنا چاہتی ہیں تو انہیں سخت ہونا پڑے گا۔ پس جب کبھی تمہارا کسی آزادی خواہ عورت (Lib Woman) سے سامنا ہو تم اس کے چہرے پر گداز کی کمی دیکھ سکتے

ہو۔ کسی آزادی خواہ عورت کو ''بے بی'' کہنا دشوار ہے ــــ بہت دشوار۔ اور وہ مشتعل بھی ہوگی' وہ بے بی کہلوانا پسند نہیں کرتی۔ ''بے بی'' کیوں؟ ــــ وہ تو تمہارے برابر ہے۔ سختی ابھر آتی ہے۔

ہر قسم کی جدوجہد سختی دیتی ہے۔ ہوسکتا ہے تم گھر میں دلچسپی نہ لینے کی کوشش کر رہی ہو' کیونکہ اگر تم گھر میں دلچسپی لو گی تو دنیا کا مقابلہ نہیں کرسکو گی۔ اگر تم بچوں میں دلچسپی لو گی تو تم دنیا کا مقابلہ نہیں کرسکو گی' تب یہ چیز تباہ کن بن جائے گی۔ اور اگر تمہیں دنیا کا مقابلہ کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ تم مرد جتنی مضبوط ہو تو تمہیں کسی طور مرد سے زیادہ مشابہہ بننا ہوگا۔

اور یہ ایک زیاں ہوگا۔ یہ ایک زیاں ہے ــــ کیونکہ انسانیت کی واحد امید عورت کا گداز ہے' مرد کی سختی نہیں۔ ہم مرد کی سختی کی وجہ سے بہت زیادہ مصیبتوں کا سامنا کر چکے ہیں۔ جس چیز کی ضرورت ہے' وہ یہ ہے کہ عورت مرد جیسی نہیں ہو بلکہ مرد عورت جیسا ہو جائے۔

عورتیں ان سے دور ہو رہی ہیں' سنبھالنے کی سخت کوشش کر رہی ہیں۔ تاہم یہ فطری عمل نہیں ہے۔ فطری جو ہے' وہ عورت کی کوکھ ہے ــــ کوکھ بچے کی متمنی ہے' کوکھ ایک گھر کی آرزومند ہے۔ گھر عورت کے باہر دکھائی دینے والی کوکھ ہے' یہ اندر والی کوکھ کا عکس ہے۔

جب عورت گھر میں دلچسپی کھو دیتی ہے' تب وہ کوکھ میں بھی دلچسپی کھو دیتی ہے۔ کوکھ تو موجود ہے۔ مرد اور عورت مساوی نہیں ہیں' کیونکہ مرد کوکھ سے محروم ہے۔ وہ کیونکر مساوی ہوسکتے ہیں؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ غیر مساوی ہیں' تاہم میں یقیناً یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ مساوی نہیں ہیں۔ وہ اس قدر مختلف ہیں ــــ وہ مساوی کیونکر ہوسکتے ہیں؟ وہ تو قطبین کی طرح مخالف ہیں۔ وہ اس قدر مختلف ہیں کہ ان کا موازنہ مساوی یا غیر مساوی کے معنوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ عورت عورت ہے اور مرد مرد ہے۔ انہیں مرد اور عورت ہی رہنا چاہیے۔ عورت میں گھر میں دلچسپی برقرار رہنی چاہیے' کیونکہ جب وہ گھر میں دلچسپی کھو دیتی ہے تب وہ کوکھ میں بچے میں دلچسپی کھو دیتی ہے۔ یوں قدرتی طور پر وہ ہم جنس پرست (Lesbian) بن جاتی ہے۔

میرا اپنا فہم یہ ہے کہ مرد کو کسی حد تک عورت بننا پڑے گا۔ وہ مرد بننے میں اتنا زیادہ آگے جا چکا ہے کہ وہ نوعِ انسان کے راستے سے ہٹ گیا ہے۔ اس کی پیروی مت کرو' اس کا مقابلہ بھی مت کرو ــــ دوسری صورت میں تم بھی اسی راستے پر چل پڑو گی' اسی معمول کی عادی ہو جاؤ گی۔ تم جنگجو بن جاؤ گی۔ سڑکوں پر چیختی چلاتی نعرے لگاتی اور احتجاج کرتی

ہوئی آزادی خواہ عورتیں کتنی بھدی لگتی ہیں۔ وہ مردانہ ذہن کی بدترین صفات کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

☆☆☆

میں عورت اور مرد کی نفسیات و کردار کے حوالے سے آپ کی تعمیم کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ آپ صنف سے قطع نظر مذکر اور مونث اصولوں کو تسلیم کر رہے ہیں۔ تاہم بیشتر اوقات آپ عورت کو ''تہذیب ناآشنا'' (Primitive) قرار دیتے ہیں اور مرد کو ''بھیڑیا''۔ براہِ مہربانی اپنی ان باتوں کی توضیح کر دیجئے۔

جب میں کہتا ہوں کہ عورت مرد کی نسبت زیادہ ''تہذیب ناآشنا'' ہے تو اسکا مقصد عورت کی تذلیل کرنا نہیں ہوتا۔ میں ''تہذیب ناآشنا'' سے مراد لیتا ہوں زیادہ فطری' ہستی سے زیادہ ہم آہنگ۔ تہذیب ملمع کاری ہے' تہذیب فطرت سے دوری ہے۔ مرد جتنا مہذب ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ سر میں معلق ہوتا جاتا ہے۔ وہ اپنے دل کے ساتھ رابطہ کھو بیٹھا ہے۔ دل ہنوز تہذیب ناآشنا ہے۔ یہ اچھا ہی ہے کیونکہ یونیورسٹیاں آج تک دل کو پڑھانے کا اور مہذب بنانے کا طریقہ نہیں پا سکیں۔ نوعِ انسان کی بقا کی یہ واحد امید ہے۔

مرد اور عورت ہونے کے یہ نظریات ترک کر دو! ہم سب انسان ہیں۔ مرد یا عورت ہونا سراسر سطحی بات ہے۔ اس حوالے سے زیادہ ہنگامہ مت کرو' یہ کوئی بہت زیادہ اہم معاملہ نہیں ہے' اسے زیادہ فوقیت مت دو۔

اور میں جو کچھ کہتا ہوں ممکن ہے وہ بعض اوقات تعمیم دکھائی دیتا ہو' کیونکہ میں ہر مرتبہ تمام شرائط بیان نہیں کرسکتا' دوسری صورت میں میری تم سے گفتگو حوالہ جات کی وجہ سے بوجھل ہو جائے گی۔ میں تو ان کتابوں سے نفرت کرتا ہوں' جن میں حواشی ہوتے ہیں! میں ایسی کتابوں کو پڑھتا ہی نہیں ہوں۔ جس لمحے میں حواشی کو دیکھتا ہوں' کتاب کو پرے پھینک دیتا ہوں ــــ اسے کسی ''پنڈت'' نے لکھا ہوگا' کسی سکالر نے' کسی احمق نے لکھا ہوگا۔

تم کہتی ہو: ''میں عورت اور مرد کی نفسیات و کردار کے حوالے سے آپ کی تعمیم کو سمجھنے سے قاصر ہوں......''

میں ہمیشہ نفسیات و کردار کے حوالے سے بات کرتا ہوں' صنف شامل نہیں ہوتی۔ میں ''عورت'' کہتا ہوں تو اس سے زنانہ نفسیات و کردار مراد ہوتی ہے۔ جب میں ''مرد'' کہتا ہوں تو میری مراد مردانہ نفسیات و کردار ہوتی ہے۔ تاہم میں ہر مرتبہ تو وضاحت نہیں کرسکتا نا۔ تم درست کہتی ہو' ایسی عورتیں ہیں جو عورتیں نہیں ہیں' وہ بھیڑیئے ہیں' اور ایسے مرد ہیں جو بھیڑیئے نہیں ہیں' وہ بلیاں ہیں۔ تاہم جو کچھ میں مردوں کے بارے میں کہتا ہوں وہ بھیڑیا عورتوں پر بھی صادق آئے گا اور جو کچھ میں عورتوں کے بارے میں کہتا ہوں وہ بلی مردوں پر بھی صادق آئے گا۔

میں مرد اور عورت کے حیاتیاتی امتیاز کے حوالے سے بات نہیں کر رہا ہوں' میں تو نفسیاتی امتیاز کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ ہاں' ایسے مرد ہیں جو عورتوں سے زیادہ مونث ہیں اور ایسی عورتیں ہیں جو مردوں سے زیادہ مذکر ہیں۔ تاہم یہ کوئی خوبصورت کیفیت نہیں ہے' کیونکہ یہ تمہارے اندر ثنویت کو جنم دے رہی ہے۔ اگر تمہارا جسم مرد کا اور ذہن عورت کا ہو تو تمہارے اندر ایک تنازع' ایک سماجی کشمکش جنم لے گی' تمہارے اندر خانہ جنگی برپا ہوجائے گی۔ تم میں مستقل طور پر کھینچا تانی ہوگی' لڑائی اور کشیدگی ہوگی۔

اگر تم عورت ہو اور تمہارا ذہن مرد کا ہے تو تمہاری زندگی غیر ضروری تنازع میں بہت زیادہ توانائی ضائع کردے گی۔ ہم آہنگ ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی مرد ہو تو ذہنی طور پر بھی مرد ہو' اگر کوئی عورت ہو تو ذہنی طور پر بھی عورت ہو۔

آزادیٔ نسواں کی تحریک غیر ضروری مشکلات کھڑی کر رہی ہے۔ یہ عورتوں کو بھیڑیوں میں بدل رہی ہے' وہ انہیں سکھا رہی ہے لڑا کیسے جاتا ہے۔ مرد دشمن ہے: تم دشمن سے محبت کس طرح کرسکتی ہو؟ تم دشمن کے ساتھ گہرا اور قریبی رشتہ کس طرح استوار کرسکتی ہو؟ مرد دشمن نہیں ہے۔

عورت کو حقیقتاً عورت بننے کے لیے زیادہ سے زیادہ مونث ہونا پڑے گا' گداز اور سپردگی کی بلندیوں تک پہنچنا پڑے گا۔ دوسری طرف مرد کو حقیقتاً مرد بننے کے لیے جتنا ممکن ہو اپنی تذکیر میں گہرا جانا ہوگا۔ جب کوئی حقیقی مرد کسی حقیقی عورت سے رابطہ استوار کرتا ہے تو وہ دو قطبی مخالف ہوتے ہیں' دو انتہائیں ہوتے ہیں۔ مگر صرف انتہائیں محبت میں مبتلا ہوسکتی ہیں' اور صرف انتہائیں ہی گہری قربت سے لطف اندوز ہوسکتی ہیں۔ صرف انتہائیں ہی ایک دوسرے کے لیے کشش انگیز ہوسکتی ہیں۔

اس وقت ایک طرح کی یک صنفیت وقوع پذیر ہو رہی ہے: مرد زیادہ سے زیادہ مونث ہو رہا ہے' عورت زیادہ سے زیادہ مذکر ہو رہی ہے۔ جلد یا بدتر تمام امتیازات مٹ جائیں گے۔ ایسا معاشرہ بہت بے رنگ ہوگا' اکتا دینے والا ہوگا۔

میں عورت کا جتنا ممکن ہو مونث ہونا پسند کروں گا' وہ صرف تبھی پھولوں کی طرح کھل سکتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی ممکنہ حد تک مذکر ہونے کی ضرورت ہے' صرف تبھی وہ پھولوں کی طرح کھل سکتا ہے۔ جب وہ قطبی مخالف ہوں گے' صرف تبھی پھولوں کی طرح کھل سکیں گے۔ جب وہ قطبی مخالف ہوتے ہیں تب ان میں عظیم کشش' عظیم مقناطیسیت ابھرتی ہے۔ اور جب وہ قریب تر آتے ہیں' جب وہ گہری قربت میں ملتے ہیں' تو وہ دو مختلف دنیاؤں کو لاتے ہیں۔ دو مختلف جہتوں کو لاتے ہیں' دو مختلف خزانوں کو لاتے ہیں اور یوں ملاپ ایک عظیم نعمت' ایک رحمت بن جاتا ہے۔

☆☆☆

آپ کا کیا خیال ہے عورت کو کونسا اگلا قدم اٹھانے کی ضرورت ہے؟

میں ساری دنیا کی عورتوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری آزادی کی تحریک بے ثمر رہی ہے' کیونکہ اس کی باگ ڈور نہایت احمق عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ انقلابی نہیں ہیں' وہ تو محض ردعمل کر رہی ہیں۔ بصورت دیگر سادہ سی اور انتہائی اہم بات' پہلی ترجیح یہ ہے کہ عورتوں کو الگ ووٹ کا مطالبہ کرنا چاہیے تاکہ عورتیں صرف عورتوں کے لیے ووٹ دے سکیں اور مرد صرف مردوں کے لیے ووٹ دے سکیں۔

صرف ایک سادہ سا اور واحد اقدام' اور ساری دنیا کی پارلیمنٹیں عورتوں سے آدھی بھر جائیں گی۔ اور عورت فطری طور پر اقتدار میں ہوگی کیونکہ مرد میں لڑائی کا فطری رجحان موجود ہے۔ وہ پارٹیاں بنائے گا' سیاسی پارٹیاں' مذہبی نظریات — چھوٹی چھوٹی' معمولی' حقیر باتوں پر۔

پس اگر پارلیمنٹ میں عورتیں واحد کل ہوں گی تو دوسرا نصف یعنی مرد کم از کم آٹھ دس پارٹیوں میں منقسم ہوں گے۔ ساری دنیا عورت کے ہاتھوں میں منتقل ہوسکتی ہے۔

ر عورتوں کو ان جنگوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، عورتوں کو ایٹمی ہتھیاروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، عورتوں کو کمیونزم یا سرمایہ داری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

یہ سب ''ازم'' سر کی پیداوار ہیں۔ عورت کو خوش ہونے میں دلچسپی ہے، اسے ندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں دلچسپی ہے: ایک خوبصورت گھر، ایک باغ، ایک نہانے کا تالاب۔

زندگی جنت بن سکتی ہے، لیکن یہ اس وقت تک جہنم رہے گی جب تک مرد کو اقتدار سے مکمل طور پر بے دخل نہیں کر دیا جاتا اور اسے بہت آسانی سے بے دخل کیا جا سکتا ہے۔

❁ ❁ ❁

چوتھا باب

جنسیت

میں مردوں کی گہری قربت سے ڈرتی ہوں۔ کیا آپ اس خوف کے حوالے سے بات کر سکتے ہیں؟

نوعِ انسان، خصوصاً عورت، بہت سے امراض کا شکار ہے۔ آج تک جتنی بھی تہذیبیں اور کلچر وجود پذیر ہوئے ہیں، سب نفسیاتی طور پر بیمار تھے۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مرض کو تسلیم کرنے کی بھی جرأت نہیں کی، جبکہ علاج کا پہلا مرحلہ اپنے آپ کو بیمار تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان رشتہ بالخصوص غیر فطری رہا ہے۔

چند حقائق کو ذہن نشین کرنا ہوگا۔ اول، مرد صرف ایک مرتبہ مجامعت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جبکہ عورت ایک سے زیادہ مرتبہ مجامعت کر سکتی ہے۔ اس حقیقت نے ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔ اگر شادی اور یک زوجگی کو رائج نہیں کیا جاتا تو مسئلہ پیدا نہیں ہونا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ فطرت کا تقاضا یہ نہیں تھا۔ مرد عورت سے صرف اس سادہ سی وجہ سے خوفزدہ ہے کہ اگر وہ اس سے ایک مرتبہ مجامعت کرتا ہے تو وہ کم از کم نصف درجن بار مجامعت کے لیے تیار ہو جاتی ہے — اور وہ اسے تسکین دینے سے قاصر ہے۔

مرد نے جو ترکیب اختیار کی ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کو ایک مرتبہ بھی خلاص نہیں ہونے دیا جائے۔ حتیٰ کہ اس سے یہ تصور بھی چھین لیا جائے کہ وہ خلاص ہو سکتی ہے۔

دوم، مرد کی جنس محدود ہوتی ہے، جنسی اعضاء تک ہی رہتی ہے۔ عورت کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی جنسیت اس کے سارے جسم میں پھیلی ہوتی ہے۔ اسے گرم ہونے میں بہت زیادہ وقت لگتا ہے اور اس کے گرم ہونے سے پہلے ہی مرد ختم ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی طرف سے رخ بدلتا ہے اور خراٹے لینے لگتا ہے۔ ہزاروں برسوں تک دنیا بھر کی لاکھوں

عورتیں اس عظیم ترین فطری تحفے — مجامعت کی مسرت — سے آگاہ ہوئے بغیر زندہ رہیں اور بالآخر یونہی مر گئیں۔ یہ مرد کی انا کے لیے ایک تحفظ تھا۔ عورت کو جنسی عمل سے پہلے طویل تیاری کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کا سارا جسم شہوت سے جھنجھنانے لگے، لیکن تب ایک خطرہ جنم لیتا ہے — اس کے ایک سے زیادہ مرتبہ خلاص ہونے کی اہلیت کا کیا کیا جائے؟

اگر سائنسی اعتبار سے دیکھا جائے تو جنس کو سنجیدگی سے نہیں لیا جانا چاہیے اور عورت کو خلاصی کے مکمل سلسلے سے محظوظ کروانے کے لیے دوستوں کو دعوت دی جانی چاہیے یا کوئی سائنسی آلہ استعمال کیا جانا چاہیے۔ تاہم دونوں صورتوں میں مسائل درپیش ہوں گے۔ اگر تم سائنسی آلہ استعمال کرو گے تو وہ عورت کو جتنی مرتبہ وہ چاہے گی، خلاص کروا سکے گا، لیکن جب ایک مرتبہ عورت نے یہ جان لیا تو پھر مرد کا عضوِ تناسل اسے اتنا حقیر محسوس ہوگا کہ ہوسکتا ہے کہ بوائے فرینڈ کی بجائے وہ کوئی سائنسی آلہ منتخب کر لے۔ اگر تم کچھ دوستوں کو اس سے ملاپ کی اجازت دیتے ہو تو یہ ایک سماجی سکینڈل بن سکتا ہے — یہ کہ تم جنسی بے راہروی کا شکار ہو۔

پس مرد نے جو سادہ ترین طریقہ پایا وہ یہ ہے کہ جب وہ محبت کر رہا ہو تو عورت کو ہلنا بھی نہیں چاہیے۔ اسے تقریباً لاش کی طرح بے حرکت پڑے رہنا چاہیے۔ مرد جلد خلاص ہو جاتا ہے — دو منٹ میں، زیادہ سے زیادہ تین منٹ میں۔ اتنے عرصے میں تو عورت کو اتنا بھی پتا نہیں چلتا کہ اس نے کیا کھو دیا ہے۔ جہاں تک حیاتیاتی افزائشِ نسل کا تعلق ہے تو مجامعت کوئی لازمی نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک روحانی ارتقا کا تعلق ہے تو مجامعت ضروری ہے۔

میرے خیال میں یہ مجامعت کا خوبصورت تجربہ تھا، جس نے نوعِ انسان کو اولین زمانے میں مراقبے کا تصور دیا، زیادہ بہتر، زیادہ شدید، زیادہ جاندار شے کو دیکھنے کا۔ خلاص ہونا فطرت کا اشارہ تھا کہ تم اپنے اندر بے پناہ توانائی رکھتے ہو۔ خلاص ہونے سے تم صرف اس کا ذائقہ چکھتے ہو — یوں تم تلاش شروع کر سکتے ہو۔

خلاص ہونے کی حالت، حتیٰ کہ اس کی پہچان بھی، حال ہی کی بات ہے۔ ابھی اسی صدی میں نفسیات دانوں کو پتا چلا ہے کہ عورت کن مسائل کا سامنا کر رہی ہے۔ تحلیل نفسی اور دوسرے نفسیاتی طریقوں سے یہی نتیجہ حاصل ہوا کہ اسے روحانی ارتقا سے روکا جا رہا ہے۔ وہ محض ایک گھریلو ملازمہ رہتی ہے۔

جہاں تک بچے پیدا کرنے کا تعلق ہے تو مرد کا خلاص ہونا کافی ہے — پس حیاتیاتی طور پر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے، تاہم نفسیاتی اعتبار سے مسئلہ ہے۔ عورتیں زیادہ زودرنج، کٹکھنی ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں ایسی شے سے محروم رکھا گیا ہے جو کہ ان کا پیدائشی حق ہے اور حد تو یہ ہے کہ انہیں اس کے بارے میں علم ہی نہیں ہے کہ یہ کیا ہے۔ صرف مغربی معاشروں میں نوجوان نسل کو مجامعت اور خلاص ہونے کا پتا ہے۔ اور یہ اتفاقی امر نہیں ہے کہ نوجوان نسل نے سچ کی جستجو کی ہے، مسرت کے لیے — کیونکہ مجامعت میں خلاص ہونا تو لمحاتی ہوتا ہے، تاہم یہ تمہیں ماورا کی ایک جھلک دکھا دیتا ہے۔

جنسی عمل کے انتہائی مرحلے میں دو باتیں ہوتی ہیں: اول یہ کہ ذہن کی مستقل گڑبڑ رک جاتی ہے — لمحہ بھر کے لیے وہ لاذہن بن جاتا ہے۔ دوم یہ کہ وقت رک جاتا ہے۔ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے کی ایک لمحے پر محیط یہ مسرت اس قدر ہمہ گیر ہوتی ہے اور اتنی آسودگی بخش کہ یہ ابدیت کے مساوی ہوتی ہے۔

بالکل اولین زمانے میں مرد اس حقیقت سے آگاہ ہو گیا تھا کہ جہاں تک فطرت کا تعلق ہے تو یہ دو چیزیں تمہیں ممکنہ حد تک عظیم ترین مسرت دے سکتی ہیں۔ اور یہ ایک سادہ سا اور منطقی نتیجہ ہے کہ اگر تم اپنے گڑبڑ مچانے والے ذہن کو روک سکتے ہو اور اتنے شانت ہو جاتے ہو کہ ہر شے رک جائے — وقت سمیت — تو پھر تم جنسیت سے آزاد ہو جاؤ گے۔ تمہیں دوسرے شخص، مرد یا عورت، پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس مراقباتی کیفیت کو تنہا پانے کے اہل ہو۔ مجامعت لمحاتی ہوتی ہے، لیکن مراقبے کو چوبیس گھنٹوں پر پھیلایا جا سکتا ہے۔ گوتم بدھ جیسا انسان اپنی زندگی کا ہر لمحہ مجامعت کی مسرت میں جیتا ہے — اس کا جنس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

میں بار بار پوچھتا رہا ہوں کہ بہت کم عورتیں گیانی کیوں بنی ہیں؟ دیگر وجوہات کے علاوہ سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کبھی مجامعت کا مزا نہیں چکھا۔ کھڑکی وسیع و عریض آسمان کی طرف نہیں کھلی۔ وہ زندہ رہیں، بچے پیدا کیے اور مر گئیں۔ وہ حیاتیاتی طور پر استعمال ہوئی ہیں۔ جبکہ مرد انہیں فیکٹریاں سمجھتے ہوئے، بچے پیدا کرتا رہا ہے۔

مشرق میں تو آج بھی کسی ایسی عورت کا ملنا دشوار ہے جو مجامعت کے بارے میں جانتی ہو۔ میں نے بہت ذہین، تعلیم یافتہ اور مہذب عورتوں سے دریافت کیا ہے — انہیں بھی اس کے بارے میں بالکل علم نہیں تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مشرقی زبانوں میں ایسا کوئی

لفظ نہیں ہے جسے Orgasm کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی، اس کو کبھی چھوا ہی نہیں گیا۔

مرد نے عورتوں کو بتایا ہے کہ صرف طوائفیں جنس سے محظوظ ہوتی ہیں۔ وہ کراہتی ہیں اور سسکیاں بھرتی ہیں اور چلاّتی ہیں، اور تقریباً دیوانی ہوجاتی ہیں۔ عزت دار خاتون کی حیثیت سے تمہیں ایسی حرکتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ پس عورت تناؤ میں رہتی ہے اور اندر ہی اندر تذلیل محسوس کرتی ہے — کہ اسے استعمال کیا جارہا ہے۔ بہت سی عورتوں نے مجھے بتایا ہے کہ جنسی عمل کے بعد، جب ان کے شوہر خراٹے لے رہے ہوتے ہیں، وہ روتی رہی ہیں۔

عورت تقریباً ساز کے جیسی ہوتی ہے، اس کا پورا جسم انتہائی حساس ہوتا ہے اور اس حساسیت کو ابھارا جانا چاہیے۔ پس ضرورت ہے جنسی عمل سے پہلے تیاری کی۔ جنسی عمل کے بعد مرد کو سونا نہیں چاہیے۔ یہ غلاظت ہے، غیر مہذبانہ، ناشائستہ رویہ ہے۔ عورت جو تمہیں ایسی مسرت مہیا کرتی ہے، اسے بھی جنسی عمل سے پہلے تیاری کی ضرورت ہے۔

تمہارا سوال بہت اہم ہے — اور مستقبل میں بہت زیادہ اہم ہوجائے گا۔ اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا، تاہم شادی تو ایک رکاوٹ ہے، دھرم ایک رکاوٹ ہے، تمہارے گلے سڑے پرانے تصورات رکاوٹ ہیں، انہوں نے آدھی نوعِ انسان کو مسرت حاصل کرنے سے محروم رکھا ہے، اور ان کی کل توانائی — جسے مسرت کے پھولوں میں کھلنا چاہیے تھا — بات بے بات لڑائیوں میں تلخ ہوگئی ہے، مسموم ہوگئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ سب لڑائیاں جھگڑے ختم ہوگئے ہوتے۔

مردوں اور عورتوں کو معاہدہ نہیں کرنا چاہیے — شادی جیسا معاہدہ۔ انہیں محبت میں جینا چاہیے — تاہم انہیں اپنی آزادی برقرار رکھنی چاہیے۔ انہیں ایک دوسرے کا پابند نہیں ہونا چاہیے۔

زندگی کو زیادہ متحرک ہونا چاہیے۔ اصول یہ ہونا چاہیے کہ مرد بہت سی دوستوں سے ربط رکھ سکے، عورت بہت سے دوستوں سے ربط رکھ سکے۔ تاہم ایسا صرف تبھی ممکن ہے جب جنس کو ایک کھیل کے طور پر، ایک تفریح کے طور پر لیا جائے۔ یہ گناہ نہیں ہے، یہ تو تفریح ہے۔ جبکہ گولی کے متعارف ہونے کے بعد تو بچوں کا بھی خوف نہیں رہا۔

میرے خیال میں گولی تاریخ میں رونما ہونے والا عظیم ترین انقلاب ہے۔ ابھی تک اس کے تمام فوائد مرد کو مہیا نہیں کیے گئے۔ ماضی میں دشواری یہ تھی کہ محبت کا مطلب

زیادہ سے زیادہ بچے ہوتا تھا۔ یہ چیز عورت کو برباد کررہی تھی، وہ ہمیشہ حاملہ رہتی تھی۔ حاملہ رہنا اور بارہ یا بیس بچوں کو جنم دینا ایک اذیت ناک تجربہ ہے۔ عورتوں کو جانوروں کی طرح استعمال کیا گیا ہے۔

تاہم مستقبل مکمل طور پر مختلف ہوگا — اور فرق مرد کی طرف سے نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مارکس نے پرولتاریہ کے حوالے سے کہا تھا ''دنیا کی پرولتاریہ متحد ہوجاؤ، تمہارے پاس کھونے کو کچھ نہیں اور پانے کو سب کچھ ہے'' ...... وہ معاشرے کو دو طبقات میں منقسم دیکھتا تھا، امیر اور غریب۔

میں بھی معاشرے کو دو طبقات میں منقسم دیکھتا ہوں، مرد اور عورت۔

مرد صدیوں آقا رہا ہے جبکہ عورت غلام رہی ہے۔ اسے نیلام کیا گیا ہے، اسے فروخت کیا گیا ہے، اسے زندہ جلایا گیا ہے۔ ہر ایسی غیر انسانی حرکت جس کا کیا جانا ممکن تھا، عورت کے ساتھ کی گئی ہے — جبکہ وہ نوعِ انسان کا نصف ہیں۔

تم کہہ رہی ہو ''مردوں کی گہری قربت سے ڈرتی ہوں۔'' ہر عورت خوفزدہ ہے، کیونکہ اگر وہ مرد کی قربت میں قابو کھو بیٹھے تو مرد کمزور پڑ جاتا ہے۔ وہ سنبھال نہیں سکتا، اس کی جنسیت بہت قلیل ہے۔ چونکہ وہ دینے والا ہے، اس لیے وہ محبت کرتے ہوئے توانائی کھو دیتا ہے۔ عورت محبت کرتے ہوئے توانائی نہیں کھوتی ہے — اس کے برعکس وہ تو طاقت محسوس کرتی ہے۔

یہ حقائق ہیں، جنہیں توجہ ضرور دی جانی چاہیے۔ مرد نے صدیوں عورتوں کو اپنے اوپر قابو پانے پر مجبور رکھا ہے اور اسے ایک فاصلے پر رکھا ہے، اسے بہت قریب آنے کی کبھی اجازت نہیں دی ہے۔ محبت کے حوالے سے اس کی باتیں نری بکواس ہوتی ہیں۔

مرد کی کمزوری اور تمہاری عدم آسودگی، صرف تمہارا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تو ہر عورت کا مسئلہ ہے۔ وہ سب گہرے اضطراب میں جی رہی ہیں۔

اس حقیقت سے بے خبر کہ انہیں کس چیز سے محروم رکھا گیا ہے، کوئی راہ نہ پاکر ان کے پاس واحد راستہ ہوتا ہے: وہ گرجا گھروں میں، مندروں میں، سیناگوگوں میں عبادت کرتی ملیں گی۔

عورت کو سب سے بڑا نقصان جو پہنچایا گیا ہے، وہ شادی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو مرد اور نہ ہی عورت یک زوجگی ہے۔ نفسیاتی طور پر وہ کثیر زوجگی ہیں۔ پس ان کی کل

نفسیات کو ان کی فطرت کے خلاف دبایا گیا ہے۔ اور چونکہ عورت مرد پر انحصار کرتی تھی اس لیے اسے ہر طرح ذلتوں سے گزرنا پڑا — کیونکہ مرد آقا تھا' وہ مالک تھا' سارا سرمایہ اسی کے پاس ہوتا تھا۔

مرد نے اپنی کثیر زوجی فطرت کی تسکین کے لیے طوائفوں کو تخلیق کیا۔ طوائفیں شادی کی ضمنی پیداوار ہیں۔

اور جب تک شادی کا ادارہ دنیا سے معدوم نہیں ہوگا طوائفیت کا ادارہ بھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ تو اس کا عکس ہے — اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد یک زوجی بندھن میں بندھنا نہیں چاہتا' جبکہ اسے حرکت کی آزادی حاصل ہے' وہ پیسہ رکھتا ہے' وہ تعلیم یافتہ ہے' وہ سب اختیار رکھتا ہے۔ اس نے طوائفوں کو تخلیق کیا ہے' اور کسی عورت کو طوائف بنانا وہ غلیظ ترین جرم ہے' جس کا تم ارتکاب کر سکتے ہو۔

عجیب وغریب حقیقت یہ ہے کہ تمام دھرم طوائفیت کے مخالف ہیں جبکہ وہ اس کی وجہ ہیں۔ تمام دھرم شادی کے حامی ہیں اور وہ اس سادہ سی حقیقت کو نہیں دیکھتے کہ طوائفیت شادی کے ساتھ وجود میں آتی ہے۔ اب آزادیٔ نسواں کی تحریک ان سب حماقتوں کی نقل کرنے کی کوششیں کر رہی ہے' جو مردوں نے ان کے ساتھ کی ہیں۔ لندن میں' نیویارک میں' سان فرانسسکو میں تم مرد طوائفیں پا سکتے ہو۔ یہ ایک نئی چیز ہے۔ یہ کوئی انقلابی اقدام نہیں ہے' یہ تو ایک ردعمل ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب تک تم محبت کرتے ہوئے کنٹرول نہیں کھوؤ گے' تم جنسی عمل کی انتہا کے تجربے سے گزر نہیں سکو گے۔ پس کم از کم میرے لوگوں کو زیادہ سمجھدار ہونا چاہیے کہ عورت کراہے گی اور سسکے گی اور چلاّئے گی۔ ایسا اس لیے کہ اس کا سارا جسم شامل ہوگا — کامل شمولیت۔

تمہیں اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حیران کن حد تک شفا بخش ہے: وہ تمہارے لیے کٹکھنی نہیں رہے گی' اور وہ تمہیں دق نہیں کرے گی' اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ ساری توانائی جو کٹکھنے پن میں ظاہر ہوتی ہے' ایک ہمہ گیر مسرت میں ڈھل جائے گی۔ ہمسایوں کا خوف مت کرو۔ اگر وہ تمہارے کراہنے اور سسکنے سے پریشان ہوتے ہیں تو یہ ان کا مسئلہ ہے' یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ تم انہیں محروم نہیں کر رہے ......

اپنے جنسی عمل کو حقیقتاً ایک مسرت انگیز معاملہ بنا دو' اسے مارو اور بھاگو والا معاملہ

مت بناؤ۔ رقص کرو' گاؤ' موسیقی سنو — اور جنس کو ذہنی مت ہونے دو۔ ذہنی جنس مصدقہ نہیں ہوتی۔ جنس کو تو بے ساختہ ہونا چاہیے۔ صورتحال تخلیق کرو۔ تمہاری خواب گاہ کو مندر کے جیسا پوتر استھان ہونا چاہیے۔ اپنی خواب گاہ میں کچھ اور بالکل مت کرو' گاؤ' رقص کرو اور کھیلو اور اگر محبت خود بخود عمل میں آئے گی' ایک بیساختگی کے ساتھ' تو تم بے پناہ حیران ہو گے کہ حیاتیات نے تمہیں مراقبے کی ایک جھلک دے دی ہوگی۔

اور عورت جو دیوانی ہوگئی ہے اس کے بارے میں فکرمند مت ہو۔ اسے دیوانی ہونا ہوگا — اس کا سارا جسم ایک مکمل طور پر مختلف فضا میں جو ہے۔ وہ قابو میں نہیں رہ سکتی ہے' اگر وہ خود پر قابو رکھے گی تو وہ ایک لاش کے جیسی رہے گی۔

لاکھوں لوگ لاشوں کے ساتھ جنسی عمل کر رہے ہیں۔

میں نے قلوپطرہ کے' دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت کے حوالے سے ایک قصہ سنا ہے۔ جب وہ مری تو قدیم مصری رواج کے مطابق اس کی لاش کو تین دن تک دفن نہیں کیا گیا۔ اس کے ساتھ تین دن تک زنا کیا گیا — ایک لاش کے ساتھ۔ جب میں نے پہلی مرتبہ یہ سنا تھا تو میں حیران ہوا تھا — کس قسم کے مردوں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہوگا؟ لیکن تب میں نے محسوس کیا' شاید یہ اتنی انوکھی حقیقت نہیں ہے۔ تمام مردوں نے عورتوں کو لاشوں میں بدل دیا ہوا ہے' کم از کم جب وہ جنسی عمل کرتے ہیں۔

محبت اور جنس کے حوالے سے دنیا کی قدیم ترین دستاویز واتسیائن کی کتاب ''کاماسوترا'' ہے۔ اس میں جنسی عمل کے چوراسی طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ جب عیسائی مشنری مشرق میں آئے تو وہ یہ جان کر حیران رہ گئے کہ انہیں تو صرف ایک ہی طریقے کا علم ہے: مرد اوپر — اس کی وجہ یہ ہے کہ یوں مرد زیادہ حرکت کر سکتا ہے اور عورت اس کے نیچے لاش کی طرح پڑی رہتی ہے۔

واتسیائن کی تجویز بہت مناسب ہے' یہ کہ عورت کو اوپر ہونا چاہیے۔ اوپر والا مرد بہت غیر مہذب ہوتا ہے۔ عورت بہت نازک ہے۔ مرد نے اوپر ہونا اس لیے منتخب کیا ہے تا کہ وہ عورت کو قابو میں رکھ سکے۔ درندے کے نیچے دبا کچلا ہوا حسن قابو میں آنے پر مجبور ہے۔ عورت کو تو آنکھیں بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے' کیونکہ یہ طوائف جیسی حرکت ہے۔ اسے لازماً ایک معزز خاتون جیسا رویہ اپنانا چاہیے۔ مرد کے اوپر ہونے والے جنسی عمل کے طریقے کو مشرق میں مشنری طریقہ کہا جاتا ہے۔

مستقبل میں مرد اور عورت کے رشتے میں انقلاب آ جائے گا۔ دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں ایسے ادارے وجود میں آ رہے ہیں جو تمہیں جنسی عمل کی تربیت دیتے ہیں۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ جانور بھی جانتے ہیں کہ جنسی عمل کس طرح کیا جاتا ہے جبکہ انسان کو تربیت دینا پڑے گی۔ ان اداروں کی تربیت میں جنسی عمل سے پہلے کی تیاری اور بعد کی سرگرمیوں کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ یوں جنسی عمل ایک پوتر تجربہ بن جاتا ہے......

تمہیں مرد کی قربت سے اور کنٹرول کھونے سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ احمق کو خوفزدہ ہونے دو: اگر وہ خوفزدہ ہونا چاہتا ہے تو وہ جانے۔ تمہیں مصدقہ اور اپنے ساتھ سچا ہونا چاہیے۔ اس وقت تک تم اپنے آپ کو دھوکا دے رہی ہو' اپنے آپ سے جھوٹ بول رہی ہو' اپنے آپ کو تباہ کر رہی ہو۔

اگر مرد نے کمزوری دکھائی اور کمرے سے ننگا بھاگ نکلا تو کیا نقصان ہوگا؟ تم دروازہ بند کر دینا! سب پڑوسیوں کو جاننے دینا کہ یہ مرد پاگل ہے۔ تاہم تمہیں اپنے آپ کو جنسی عمل کے انتہائی مرحلے کے تجربے سے نہیں روکنا چاہیے۔ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے کا تجربہ تو جذب ہونے کا' پگھلنے کا' بے انائی کا' لاذہنی کا' لازمانی کا تجربہ ہے۔

ہوسکتا ہے اس سے تم ایک راستے کو تلاش کرنا شروع کر دو' کسی مرد کے بغیر' کسی ساتھی کے بغیر' کہ تم ذہن کو ترک کر سکو' تم وقت کو ترک کر سکو اور تم اپنے ہی وسیلے سے جنسی عمل کے انتہائی مرحلے والی مسرت حاصل کر سکو۔ میں اسے مصدقہ مراقبہ کہتا ہوں......

فکر مند مت ہو' پورے کھیل سے لطف اندوز ہو— اس کو خوشی خوشی لو۔ اگر ایک مرد کمزوری دکھاتا ہے تو کیا ہوا' لاکھوں دوسرے مرد جو ہیں۔ کسی نہ کسی دن تم کوئی ایسا پاگل جوان پالو گی جو کمزوری نہیں دکھائے گا۔

☆☆☆

میں نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں مشرق کی 98 فیصد آبادی جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے واقف نہیں ہے۔ مشرقی عورتیں اس کو کیسے گوارا کرتی ہیں اور کیا وہ مغرب کی عورت کی طرح اضطراب کا شکار نہیں ہوتیں؟

یہ زندگی کی عجیب و غریب منطق ہے' تاہم ایک اعتبار سے بہت سادہ ہے۔ مشرق

میں 98 فیصد عورتوں کو نہیں پتا کہ جنسی عمل کا انتہائی مرحلہ کیسا ہوتا ہے۔ تمہارا سوال یہ ہے کہ ''وہ اس کو کیسے گوارا کرتی ہیں اور مغرب کی عورت کی طرح اضطراب کا شکار نہیں ہوتیں؟'' یہی وجہ ہے!

جب تم کسی شے کا تجربہ کر لیتی ہو اور تم پر اس کے حوالے سے ممانعت لگا دی جاتی ہے تو صرف تبھی تم اضطراب کا شکار ہوتی ہو۔ اگر تمہیں پتا ہی نہ ہو کہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے جیسی کوئی شے وجود رکھتی ہے تو اضطراب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مغرب میں بھی اس صدی سے پہلے عورت اضطراب کا شکار نہیں تھی کیونکہ مغرب میں بھی صورتحال ایسی ہی تھی۔ ایسا تو تحلیل نفسی اور انسانی توانائیوں کے حوالے سے گہری تحقیقات کی وجہ سے دریافت ہوا کہ ہم ایک ہزار برس سے مغالطے کا شکار ہیں۔ مغالطہ یہ تھا کہ عورت میں جنسی عمل کا انتہائی مرحلہ اندام نہانی تک محدود ہوتا ہے۔ اس بات کو درست نہیں پایا گیا۔ عورت کا جنسی عمل کا انتہائی مرحلہ بہرحال اندام نہانی تک محدود نہیں ہوتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عورت کی اندام نہانی بالکل غیر حساس ہوتی ہے' یہ کچھ محسوس نہیں کرتی۔ اس کے جنسی عمل کا انتہائی مرحلہ تو بظر میں رونما ہوتا ہے —اور یہ ایک بالکل مختلف حصہ ہے۔ وہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے آشنا ہوئے بغیر بھی بچہ پیدا کر سکتی ہے۔ وہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے آگاہ تک ہوئے بغیر مجامعت کر سکتی ہے۔ لہٰذا صدیوں سے مشرق اور مغرب دونوں مقامات کی عورت ماں بن کر آسودہ ہو جاتی رہی ہے۔ ایک اعتبار سے وہ جنس کے خلاف تھی' کیونکہ جنس اسے کوئی مسرت نہیں دیتی تھی —یہ تو صرف تکلیف دیتی تھی یعنی حمل۔ صدیوں تک عورت محض فیکٹریوں کی طرح رہی ہے' بچے پیدا کرنے والی فیکٹری۔ مرد نے اسے انسان کی طرح نہیں بلکہ فیکٹریوں کی طرح استعمال کیا ہے— کیونکہ دس میں سے نو بچے مر جایا کرتے تھے۔ پس اگر تم دو یا تین بچے چاہتے ہو تو عورت کو دو یا تین درجن بچے پیدا کرنا ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنی پوری جنسی زندگی میں' کہ جب وہ زندگی کو جنم دینے کی اہل ہوتی ہے' وہ بار بار حاملہ ہوتی ہے' جبکہ حمل ایک ابتلا ہے۔

وہ جنس کے حق میں کبھی نہیں رہی ہے۔ اس نے تو اس سے تکلیف سہی ہے۔ اس نے تو اس کی اذیت کو برداشت کیا ہے۔ اسے تو اس سے اس لیے گزرنا پڑتا تھا کہ یہ ایک فریضہ تھی' جبکہ گہرائی میں وہ شوہر سے نفرت کرتی تھی کیونکہ وہ بالکل جانور جیسا ہوتا

تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے عورتیں ہمیشہ تجرد پسند پروہتوں کی پرستش کیوں کرتی ہیں؟ انتہائی گہری وجہ یہ ہے کہ ان کا تجرد انہیں پوتر ہستیاں ثابت کرتا ہے۔ وہ اپنے شوہر کا احترام اس طرح نہیں کرسکتیں۔

جب تم کسی عورت کے ساتھ جنسی تعلق استوار کرلیتے ہو تو وہ تمہارا احترام کرنے سے قاصر ہوجاتی ہے۔ یہ ہے قیمت — کیونکہ وہ جانتی ہے کہ تم اسے استعمال کرتے ہو۔

ہر زبان میں اظہار نے اس کو واضح کردیا ہے: یہ مرد ہوتا ہے جو عورت کے ساتھ جنسی عمل کرتا ہے، عورت مرد کے ساتھ جنسی عمل نہیں کرتی۔ یہ بات عجیب ہے ...... وہ ایک دوسرے کے ساتھ جنسی عمل کررہے ہیں، لیکن ہر زبان میں یہ صرف مرد ہوتا ہے جو جنسی عمل کرتا ہے۔ عورت صرف ایک شے ہوتی ہے۔ عورت صرف برداشت کرتی ہے اور جنسی عمل سے گزرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذہن پر نقش کردیا گیا ہے کہ یہ اس کا فریضہ ہے۔ شوہر دیوتا ہے اور اسے جتنا ممکن ہو اس کی زندگی کو خوشگوار بنانا ہوگا۔

جنس نے اسے کچھ نہیں دیا ہے۔ اسے اس سے لاعلم رکھا گیا ہے ...... کیونکہ مرد کو ضرور بہت ابتداء میں آگاہی حاصل ہوگئی ہوگی، جب شادی کا رواج نہیں تھا اور جب مرد اور عورت پرندوں کی طرح آزاد تھے، مرد کو لازماً آگاہی حاصل ہوگئی ہوگی —اور قدیم ترین عورت کو بھی — کہ وہ ایک سے زیادہ مرتبہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے میں پہنچنے کی اہل ہے۔

شوہر کے لیے اس کی جنسی عمل کے انتہائی مرحلے کی توانائیوں کو تحریک دینا ایک بہت خطرناک اشارہ ہے۔ شوہر اسے آسودہ نہیں کرسکتا — کوئی شوہر عورت کو آسودہ نہیں کرسکتا۔ یہ ایک نابرابری دکھائی دیتی ہے، ایک فطری نقص دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ مرتبہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے میں پہنچ سکتی ہے جبکہ مرد صرف اور صرف ایک مرتبہ ایسا کرسکتا ہے۔ پس مرد نے عورت کو اس بات سے بھی لاعلم رکھنے کی کوشش کی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ مرتبہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے گزر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرق میں صورتحال اب بھی ایسی ہی ہے، بالخصوص ہندوستان کے اندرونی حصوں میں۔ جدید شہروں کو رہنے دیجئے، جہاں چند عورتوں کو تعلیم کی وجہ سے شاید پتا چل گیا ہو، شاید انہوں نے ماسٹرز اینڈ جانسن کے نام سن لیے ہوں، جنہوں نے دریافت کیا تھا کہ عورتیں ایک سے زیادہ مرتبہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے گزر سکتی ہیں۔

تاہم مغرب میں یہ ایک مسئلہ بن گیا ہے، کیونکہ عورت کے ایک سے زیادہ مرتبہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے گزرنے کی اہلیت کی دریافت اور عورت کے ساتھ مرد کی قدیم دھوکا دہی کا افشا بیک وقت ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آزادیٔ نسواں کی تحریک شروع ہوگئی تھی اور عورتیں اپنے ساتھ مردوں کے کیے گئے تمام جرائم کو دریافت کرنے کی کوشش کررہی تھیں۔ وہ اس نئی تحقیق سے اچانک واقف ہوئیں تو آزادیٔ نسواں کا تقاضا کرنے والی کچھ جنونی عورتیں ہم جنس پرست بن گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف ایک عورت ہی دوسری عورت کو ایک سے زیادہ مرتبہ جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے گزرنے میں مدد دے سکتی ہے، کیونکہ اس کا اندام نہانی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عورت اور مرد کا جسم کافی مشابہہ ہے، سوائے اس فرق کے کہ مرد چھاتیوں کے صرف نشانات کا حامل ہے جبکہ عورت کی حقیقی چھاتیاں ہوتی ہیں۔ تاہم مرد کے جسم پر نشانات ضرور موجود ہیں۔ بظر مرد کے عضوِ تناسل کا نشان ہے۔ یہ چھوٹا سا ہوتا ہے، تاہم یہ اندام نہانی کے باہر ہوتا ہے۔ بچے اندام نہانی سے پیدا ہوتے ہیں اور مرد کو بظر کو چھونے کی ضرورت نہیں ہوتی — جبکہ بظر کو نہ چھوا جائے تو عورت جنسی عمل کے انتہائی مرحلے تک نہیں پہنچتی۔ پس اس سے گریز برتنا بہت آسان ہے۔

مشرقی عورت زیادہ پرسکون لگتی ہے کیونکہ اسے پتا ہی نہیں ہے کہ وہ کس زیاں سے دوچار ہے۔ وہ زیادہ پُرسکون ہے کیونکہ اس نے تو کسی قسم کی آزادی کے بارے میں سوچنا بھی شروع نہیں کیا ہے۔ مشرق مجموعی طور پر قناعت پسند رہا ہے — مرد اور عورت ہر دو — غربت میں، غلامی میں، بیماری میں، موت میں قناعت سے کام لیتے ہیں۔

انقلاب کا تصور مشرقی ذہن میں ناممکن ہے کیونکہ اس کو صدیوں سے ایک خاص سانچے میں ڈھالا گیا ہے اور اتنے بھرپور طریقے سے کہ تم جو بھی ہو اپنے پچھلے جنموں کے کرموں کے نتیجے میں ہو......

اس سوال کو سمجھنا بہت آسان ہے کہ عورتیں پرسکون کیوں لگتی ہیں اور مغرب کی عورتوں کی طرح اضطراب کا شکار کیوں نہیں ہیں۔ دراصل وہ اپنے مقدر کو قبول کرچکی ہیں۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ مغربی عورت مقدر، کرم کے قانون، سابقہ جنموں کے جھوٹے تصورات کے خلاف بغاوت کررہی ہے......

مغربی عورت ایک انتہائی انقلابی مرحلے سے گزر چکی ہے جس نے اس کے ہمیشہ

کے سکون اور قناعت کو برباد کردیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ انتہا پسندی کی طرف مائل ہوگئی ہے۔ اس نے ایک بھدے طریقے سے عمل کرنا شروع کردیا ہے۔ یہ بغاوت آگہی کے ساتھ نہیں کی جارہی' یہ رویہ تو صرف اور محض ردعمل پر مبنی ہے۔

مغربی اور مشرقی عورت میں فرق کے اسباب میں سے اولین کارل مارکس ہے۔ اس نے تجویز کیا اور ساری دنیا کے دانشوروں کو قائل کیا کہ غربت کا کسی سابقہ جنم سے کوئی تعلق نہیں ہے' یا مقدر سے یا نصیب سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ کہ اس کا تعین بھگوان نے نہیں کیا ہے کسے غریب ہونا ہے اور کسے امیر۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ سماجی ڈھانچہ ہوتا ہے' معاشی نظام ہوتا ہے جو لوگوں کو غریب بناتا ہے۔ کارل مارکس کہتا ہے کہ اس نظام کو تبدیل کیا جا سکتا ہے' کیونکہ یہ بھگوان کا بنایا ہوا نہیں ہے ــــ بھگوان تو ہے ہی نہیں ــــ یہ انسان کا بنایا ہوا ہے......

پس پہلی کاری ضرب کارل مارکس نے لگائی تھی۔ دوسری کاری ضرب سگمنڈ فرائڈ نے لگائی۔ اس نے اعلان کیا کہ مرد اور عورتیں برابر ہیں' ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر وہ تھیوری یا فلسفہ جو عورتوں کی مذمت کرتا ہے سراسر غیرانسانی اور مردانہ شاونیت کا آئینہ دار ہے۔ پھر تیسری اور آخری کاری ضرب ماسٹرز اینڈ جانسن کی تحقیق نے لگائی' جس نے اس حقیقت کو منکشف کیا کہ عورت کو صدیوں تک جنسی عمل کے انتہائی مرحلے سے گزرنے سے محروم رکھا گیا ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ مرد اپنے رویے میں حقیقتاً غیرانسانی رہا ہے۔ جہاں تک مرد کی جنسی ضرورتوں کا تعلق ہے تو اس نے عورت کو استعمال کیا ہے' اور اسے جنس سے لطف اندوز نہیں ہونے دیا۔

ان تین عوامل نے مغرب میں ساری فضا کو تبدیل کردیا ہے تاہم یہ تین عوامل ابھی مشرق پر' روایتی ذہن پر اثرانداز نہیں ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مغرب کی عورت جنگ کے راستے پر گامزن ہے۔ تاہم یہ ردعمل ہے' لہٰذا آزادیٔ نسواں کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے' میں اس کا حامی نہیں ہوں۔

میں عورت کو آزاد دیکھنا چاہتا ہوں' لیکن دوسری انتہا پر جاتے نہیں دیکھنا چاہتا۔ آزادیٔ نسواں کی تحریک دوسری انتہا پر جارہی ہے ــــ یہ انتقام لینے کی کوشش کررہی ہے' یہ مرد کے ساتھ عین وہی کچھ کرنے کی کوشش کررہی ہے جو مرد عورت کے ساتھ کرچکا ہے۔ یہ سراسر حماقت ہے۔ ماضی ماضی ہے' وہ اب موجود نہیں ہے اور مرد نے جو کچھ کیا

تھا غیرشعوری طور پر کیا تھا۔ یہ عورت کے خلاف شعوری چال نہیں تھی۔ نہ تو وہ آگاہ تھا اور نہ ہی عورت آگاہ تھی۔

آزادیٔ نسواں کی تحریک اعلان کررہی ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی ہیں ــــ مردوں کے ساتھ تمام رشتے' تمام تعلق' سارے بندھن توڑ دیئے جائیں۔ وہ نسائی ہم جنس پرستی کو فروغ دے رہی ہیں' جو مردانہ ہم جنس پرستی کے مترادف ہے ــــ یہ کہ عورت کو صرف دوسری عورت کے ساتھ جنسی عمل کرنا چاہیے اور مرد کا بائیکاٹ کردینا چاہیے۔ یہ سراسر کجروی ہے۔ عورت ردعمل میں مرد کے ساتھ وہی کچھ کررہی ہے' جو کچھ وہ اس کے ساتھ کرچکا ہے: غلط برتاؤ' بدتمیزی' گندے لفظوں کا استعمال ــــ جیسا کہ مردوں نے ہمیشہ کیا ہے' سگریٹ نوشی' جیسا کہ مرد ہمیشہ کرتا آیا ہے۔

فطری سی بات ہے کہ وہ مردوں جیسا لباس پہن کر اپنا وقار' اپنا حسن کھو رہی ہیں۔ تاہم یہ ایک انوکھی سی بات ہے کہ تم جس انداز سے لباس پہنتی ہو اس سے بہت کچھ تبدیل ہوجاتا ہے۔ مشرقی عورت کا لباس وقار کا حامل ہوتا ہے اور وہ اس کے سارے جسم کو وقار عطا کرتا ہے۔ مغربی عورت کاؤبوائز کا مقابلہ کرنے کی کوشش کررہی ہے ــــ نیلی جینز' احمقانہ دکھائی دینے والے کپڑے' گندے بال۔

شاید وہ سوچتی ہیں کہ وہ انتقام لے رہی ہیں ــــ وہ تو اپنے آپ کو برباد کررہی ہیں۔ انتقام ہمیشہ تمہیں تباہ کردیتا ہے' ردعمل ہمیشہ تمہیں برباد کردیتا ہے۔ میں تو عورتوں کا باغی ہونا پسند کروں گا۔

پانچواں باب

شادی

عورتوں اور مردوں کا آپس میں دوست بننا اتنا دشوار کیوں ہے؟ یہ لگتا تو بہت عام سا ہے مگر تقریباً ناممکن ثابت ہوتا ہے۔ یا تو ایک غلیظ مفاہمت ہوتی ہے ـــ شوہر اور بیوی کی طرح ـــ یا پھر جذبہ بالآخر نفرت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ مرد اور عورت میں ہمیشہ گندگی کیوں رہتی ہے؟

اسے سمجھنا بہت آسان ہے۔ شادی مرد کا ایجاد کردہ سب سے گندا ادارہ ہے۔ یہ فطری نہیں ہے۔ تم نے اسے عورت پر اجارہ داری قائم کرنے کے لیے ایجاد کیا ہے ـــ تم عورت سے یوں برتاؤ کرتے رہے ہو گویا وہ زمین کا ٹکڑا ہو یا کرنسی نوٹ ہو۔ تم نے عورت کو پست کرکے ایک شے بنا دیا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم کسی انسان کو پست کرکے شے بناؤ گے ـــ غیرآگاہ' بے شعور ـــ تو تم خود بھی اسی پست حالت کو پہنچ جاؤ گے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو تم بات کرنے اور سمجھنے سمجھانے سے قاصر ہوگے۔ اگر تم کرسی سے بات کرتے ہو تو تم بھی لازماً کرسی ہوگے۔

شادی فطرت کے خلاف ہے ـــ

تم صرف لمحۂ موجود کے حوالے سے تیقن کے حامل ہوسکتے ہو۔ آنے والے کل کے سارے وعدے جھوٹ ہوتے ہیں ـــ اور شادی تو ساری زندگی کا وعدہ ہوتا ہے' کہ تم اپنے آخری سانس تک اکٹھے رہو گے' ایک دوسرے سے محبت کرو گے' ایک دوسرے کا احترام کرو گے۔ جبکہ یہ مذہبی پیشوا' جو کہ بہت سی گندی چیزوں کے موجد ہیں' تمہیں کہتے ہیں کہ جوڑے آسمانوں پر بنائے گئے ہیں۔ آسمانوں پر کچھ نہیں بنایا گیا۔ آسمان ہی نہیں ہے کوئی۔

اگر تم فطرت کی صدا پر کان دھرو گے تو تمہارے مسائل' تمہارے سوالات مٹ جائیں گے۔ مسئلہ یہ ہے: مرد عورت کی طرف مائل ہوتا ہے' عورت مرد کی طرف مائل ہوتی ہے' تاہم یہ میلان ہمیشہ ایسا ہی نہیں رہتا۔ تم اسی شے کی طرف مائل ہوتے ہو جس کا حاصل کرنا ایک چیلنج ہوتا ہے۔ تم کسی خوبصورت مرد کو دیکھتی ہو' کسی خوبصورت عورت کو دیکھتے ہو تو تم اس کی طرف کھنچنے لگتے ہو۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ تم محسوس کرتے ہو کہ تمہارے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی ہے۔ تم اس عورت یا مرد کی رفاقت کی آرزو کرنے لگتے ہو اور اس لمحے کشش اتنی حیران کن ہوتی ہے کہ تم اس عورت کے ساتھ ہمیشہ رہنا پسند کرنے لگتے ہو۔

محبت کرنے والے ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دیتے۔ وہ سچ کہتے ہیں ـــ لیکن وہ سچ لمحاتی ہوتا ہے۔ جب محبت کرنے والے کہہ رہے ہوتے ہیں ''میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا'' تو ایسا نہیں ہوتا کہ مرد دھوکا کررہا ہے یا عورت فریب دے رہی ہے۔ تاہم وہ زندگی کی فطرت کو نہیں جانتے۔ آنے والی کل کو یہی عورت اتنی خوبصورت نہیں دکھائی دے گی۔

جوں جوں دن گزرتے ہیں' مرد اور عورت دونوں محسوس کرتے ہیں کہ وہ قید میں ہیں۔

وہ ایک دوسرے کے جغرافئے سے واقف ہوچکے ہیں۔ پہلے یہ ایک دریافت کے قابل نامعلوم علاقہ تھا' اب دریافت کرنے کو کچھ نہیں رہا۔ ایک سے لفظوں کو دہرائے چلے جانا' ایک سے کاموں کو کرتے چلے جانا' گندا لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جذبہ نفرت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ عورت تم سے نفرت کرتی ہے کیونکہ تم ایک ہی کام پھر کرو گے۔ تم سے محفوظ رہنے کے لیے' جس وقت شوہر گھر میں داخل ہوتا ہے' وہ بستر پر لیٹ جاتی ہے' اسے سردرد ہوتا ہے۔ وہ اسی معمول سے نہیں گزرنا چاہتی۔ اِدھر مرد خفیہ طور پر دفتر میں فلرٹ کررہا ہوتا ہے۔ اب وہ دفتر والی ایک نامعلوم علاقہ ہوتی ہے۔

میرے خیال میں یہ سب فطری ہے۔ غیرفطری کیا ہے؟ لوگوں کو دھرم کے نام پر' بھگوان کے نام پر' زندگی بھر کے لیے ایک بندھن میں باندھنا غیرفطری ہے۔

ایک بہتر' زیادہ ذہانت آمیز دنیا میں لوگ محبت تو کریں گے لیکن کوئی معاہدہ نہیں کریں گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی نا! وہ ایک دوسرے کو سمجھیں گے اور وہ زندگی کی تبدیل ہوتی ہوئی صورتحال کو سمجھیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سچے ہوں گے۔ جس لمحے مرد محسوس کرے گا کہ اب اس کی محبوبہ اسے خوشی نہیں دے رہی ہے تو وہ کہے گا کہ جدائی کا لمحہ آگیا ہے۔ شادی کی کوئی ضرورت نہیں ہے' طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یوں دوستی ممکن ہوگی۔

تم پوچھتی ہو کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان دوستی ممکن کیوں نہیں ہے؟ ......
دوستی جیلر اور قیدی کے درمیان ممکن نہیں ہوتی۔ دوستی تو مساوی انسانوں میں ممکن ہوتی ہے' جو کہ معاشرے' کلچر' تہذیب کے بندھنوں سے بالکل آزاد ہوں' صرف اپنی مصدقہ فطرت کے ساتھ سچے رہ کر جی رہے ہوں۔

یہ کہنا عورت کی بے عزتی کرنا نہیں ہے ''ہنی! ہنی مون ختم ہوگیا۔'' اگر عورت مرد کو یہ کہے تو اس کی کوئی بے عزتی نہیں ہوگی ''اب چیزیں خوبصورت نہیں رہیں۔ جو ہوا چلی تھی' وہ رک گئی ہے۔ موسم تبدیل ہوگیا ہے۔ ہمارے درمیان اب موسمِ بہار نہیں رہا۔ کوئی پھول نہیں کھل رہے' کوئی خوشبو نہیں ابھر رہی ہے۔ یہ جدا ہونے کا وقت ہے۔'' اور چونکہ کوئی قانونی بندھن نہیں ہوگا لہٰذا طلاق کا مسئلہ نہیں ہوگا۔

یہ غلیظ عمل ہے کہ عدالت اور قانون اور ریاست تمہاری نجی زندگی میں مداخلت کرے — انہیں تم سے اجازت لینی چاہیے۔ وہ کون ہوتے ہیں مداخلت کرنے والے؟ یہ تو دو افراد کا باہمی معاملہ ہے' ان کا نجی معاملہ ہے۔

اُدھر صرف دوست ہوں گے — نہ شوہر' نہ بیوی۔ اگر صرف دوستی ہوگی تو جذبہ نفرت میں تبدیل نہیں ہوگا۔ جس لمحے تم محسوس کرو گے کہ جذبہ معدوم ہو رہا ہے' تم خدا حافظ کہہ دو گے اور یہ لاعلمی میں نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر اس سے رنج بھی ہو تو کچھ نہیں کیا جا سکتا — یہ تو طرزِ زیست ہے۔ تاہم مرد نے معاشرے' کلچر' تہذیبیں' قوانین' ضوابط بنائے ہیں اور ساری انسانیت کو غیر فطری بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت دوست نہیں بن سکتے۔ مرد اور عورت تو شوہر اور بیوی بن سکتے ہیں — جو کہ بعض اوقات بالکل گندی ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسرے پر ملکیت جتانے لگتے ہیں......

لوگ چیزیں نہیں ہیں۔ تم مالک نہیں بن سکتے۔ اگر میں محسوس کروں کہ تمہاری بیوی خوبصورت ہے اور اس سے ربط ضبط رکھوں تو تم مشتعل ہو جاؤ گے۔ تم لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے کیونکہ میں تمہاری ملکیت تک رسائی پا رہا ہوں۔ کوئی بیوی کسی کی ملکیت نہیں ہوتی' کوئی شوہر کسی کی جائیداد نہیں ہے۔ یہ کیسی دنیا تم نے تخلیق کی ہے؟ لوگوں کو پست کر کے اشیاء بنا دیا گیا ہے۔ اسی لیے تو حسد ہے' نفرت ہے۔

تم خود جانتے ہو کہ تم ہمسائے کی بیوی کی طرف مائل ہو۔ فطری سی بات ہے' تم

اپنی بیوی کے بارے میں بھی اندازہ لگا سکتے ہو۔ تمہاری بیوی خوب جانتی ہے کہ وہ کسی شخص کی طرف مائل ہے' تاہم وہ اپنے شوہر کی وجہ سے اس شخص تک رسائی نہیں پاتی۔ وہ بندوق تانے کھڑا ہے! محبت نے تو نفرت میں تبدیل ہونا ہی ہے اور ساری زندگی نفرت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے اس نفرت سے خوبصورت اولاد جنم لے گی؟ تمہاری اولاد محبت سے پیدا نہیں ہوئی' یہ تو فریضے سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ تمہاری بیوی کا فریضہ ہے کہ وہ تمہیں خود کو استعمال کرنے دے۔

سچ یہ ہے کہ بیویوں اور طوائفوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق صرف بس اتنا سا ہے جتنا تمہارا اپنی کار رکھنے یا ٹیکسی میں جانے میں ہے۔

طوائف کو صرف چند گھنٹوں کے لیے خریدا جاتا ہے۔ بیویاں ایک طویل المیعاد معاملہ ہوتی ہیں۔ یہ تو تجارت ہے۔ شاہی خاندان کے افراد کو خاندان سے باہر شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی: رتبہ' پیسہ' طاقت ...... کوئی شخص کسی سے ایسے ماحول میں محبت نہیں کر سکتا جہاں تعلق تجارتی ہو۔

عورت اس لیے تمہاری محتاج ہے کیونکہ تم کماتے ہو۔ صدیوں سے مردوں نے عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے' کاروبار کرنے' ملازمتیں کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ تھی کہ اگر عورت کا اپنا معاشی رتبہ ہوگا' اس کا اپنا بینک اکاؤنٹ ہوگا تو تم اسے ایک شے تک پست نہیں کر سکو گے۔ لہٰذا اسے تمہارا محتاج ہونا چاہیے۔ تمہارا کیا خیال ہے جو شخص تمہارا محتاج ہو' وہ تم سے محبت کرے گا؟

ہر عورت اپنے شوہر کو قتل کر دینا چاہتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اسے قتل نہیں کرتی — کیونکہ اگر وہ اسے قتل کرے گی تو پھر اس کا کیا بنے گا؟ وہ تعلیم یافتہ نہیں ہے' اسے معاشرے کا کوئی تجربہ نہیں ہے' اس کا کوئی ذریعۂ آمدن نہیں ہے۔ شوہر — ہر شوہر' میں کوئی استثنا نہیں کرتا — بیوی سے نجات پانا چاہتا ہے۔ تاہم وہ اس سے نجات نہیں پا سکتا۔ بچے جو ہیں' اور اس نے خود ہزاروں مرتبہ عورت کو یقین دلایا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ جب وہ کام پر روانہ ہوتا ہے تو عورت کا بوسہ لیتا ہے۔ اس میں کوئی محبت نہیں ہوتی' محض ڈھانچے ایک دوسرے کو چھوتے ہیں' حاضر کوئی نہیں ہوتا۔

مرد نے ایسا معاشرہ تخلیق کیا ہے جس میں عورت اور مرد کے درمیان دوستی ناممکن ہے۔
یاد رکھو دوستی اتنی بیش قدر ہوتی ہے کہ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو شوہر اور بیوی کے دوست

برقرار رہتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو مطلق اور مکمل آزادی دیتے ہیں۔

مجھے تو کوئی مسئلہ نظر نہیں آتا۔ اگر میں کسی عورت سے محبت کرتا ہوں اور ایک روز وہ کہتی ہے کہ اسے کسی دوسرے شخص سے محبت ہوگئی ہے اور وہ بہت خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں گا۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میں اسے خوش دیکھنا پسند کرتا ہوں — مسئلہ کیا ہے؟ میں اس کی ہر طرح سے مدد کروں گا تاکہ وہ مزید خوش ہو جائے۔ اگر وہ کسی اور شخص کے ساتھ زیادہ خوش ہوسکتی ہے تو میرا کیا ہرج ہوتا ہے؟

یہ تمہاری انا ہے جو مجروح ہوتی ہے: اس نے کسی دوسرے شخص کو پالیا ہے جو کہ تم سے بہتر ہے۔ یہ بہتری کا سوال نہیں ہے۔ وہ تمہارا شوفر بھی ہوسکتا ہے — یہ تو فقط ذرا سی تبدیلی کا سوال ہے۔ اگر تم ایک دوسرے کو مکمل آزادی دو گے تو شاید تم ساری زندگی اکٹھے رہ سکو گے یا ابد تک' کیونکہ ایک دوسرے سے نجات پانے کی کوئی ضرورت جو نہیں ہوگی۔

شادی ایک دوسرے سے نجات پانے کی ضرورت کو جنم دیتی ہے کیونکہ اس کا مطلب آزادی سے محرومی ہوتی ہے — جبکہ آزادی انسانی زندگی کی اعلیٰ ترین قدر ہے۔ تمام جوڑوں کو آزادی دے دو اور تم حیران رہ جاؤ گے' یہی دنیا جنت بن جائے گی۔

دوسرے مسائل بھی ہیں۔ تمہارے بچے ہیں — بچوں کا کیا کیا جائے؟ میرا جواب یہ ہے کہ بچوں کا تعلق والدین سے نہیں ہونا چاہیے' ان کا تعلق کمیون سے ہونا چاہیے۔ یوں کوئی مسئلہ نہیں رہتا۔ والدین بچوں سے مل سکتے ہیں' وہ بچوں کو مدعو کرسکتے ہیں' وہ اپنے بچوں کے دوست بن سکتے ہیں اور اس کے باوجود بچوں کا ان پر انحصار نہیں ہوگا' ان کا تعلق کمیون سے ہوگا۔ اس سے بہت سے نفسیاتی مسائل ختم ہوجائیں گے۔

اگر کوئی لڑکا صرف اپنی ماں کو جانتا ہو تو ماں کی شخصیت اس پر نقش ہوجاتی ہے۔ اب وہ ساری زندگی ایک ایسی عورت کو تلاش کرتا رہے گا جو اس کی ماں جیسی ہو — اور اسے کبھی ایسی عورت نہیں ملے گی۔ کوئی لڑکی کبھی کوئی ایسا مرد نہیں پاسکتی جو اس کے باپ کی ہوبہو نقل ہو۔ یوں تم کسی مرد' کسی عورت سے آسودہ نہیں ہوسکتے۔

تاہم اگر بچوں کا تعلق کمیون سے ہوگا تو بہت سے انکلوں سے ان کا تعلق ہوگا اور بہت سی آنٹیوں سے — وہ ذہنوں میں صرف ایک شبیہہ نہیں اٹھائے پھریں گے۔ وہ تو نسائیت یا مردانگی کے عمومی سے تصور کے حامل ہوں گے اور اس تصور پر کمیون کے بہت سے لوگ اثر ڈالیں گے۔ یہ تصور کثیر جہتی ہوگا۔ کسی شخص کے مل جانے کا امکان ہے کیونکہ تم محض

ایک عمومی تصور رکھتے ہو۔ تم کسی شخص کو پا سکتے ہو اور وہ شخص تمہارے عمومی تصور کو ٹھوس بنا دے گا' ایک حقیقت بنا دے گا۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تم ایک ٹھوس تصور رکھتے ہو اور تم محض کسی شخص سے ملتے ہو۔ یوں جلد یا بدیر مایوسی جنم لیتی ہے۔ کمیون سے وابستہ بچے زیادہ چیزیں سیکھیں گے' وہ زیادہ دوستانہ ہوں گے' وہ ہر طرح کے اثرات کے لیے زیادہ کشادہ ہوں گے۔ وہ زیادہ باثروت ہوں گے۔ ایک جوڑے کا پروان چڑھایا ہوا بچہ بہت مفلس ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ لاکھوں لوگ مختلف ذہنوں' مختلف قسم کے حسن والے موجود ہیں۔ اگر کوئی بچہ کمیون میں پروان چڑھے گا تو وہ فطری طور پر زیادہ باثروت ہوگا۔ وہ کسی کے ساتھ رفاقت کا فیصلہ کرنے سے پہلے اتنا کچھ جان چکا ہوگا کہ طویل دوستی کا امکان ہے۔

اس وقت کیا ہورہا ہے؟ تم ساحل پر کسی لڑکی کو دیکھتے ہو اور اس کی محبت میں گرفتار ہوجاتے ہو۔ تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے' تم صرف اس کے میک اپ کے بارے میں جانتے ہو۔ اگلی صبح تم بیدار ہوتے ہو تو میک اپ اتر چکا ہوتا ہے۔ تم کہتے ہو: ''ہے بھگوان! یہ میں کیا کر بیٹھا؟ یہ وہ عورت تو نہیں ہے' جس سے میں نے شادی کی تھی' یہ تو کوئی اور ہے!'' مگر تم اپنا عہد نہیں توڑ سکتے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں تمہاری اوقات یاد دلانے کے لیے سرکار اور عدالت موجود ہے۔ یہ بہت گندی صورتحال ہے' بیمار صورتحال ہے۔

لوگوں کو ایک دوسرے کو جاننے کی اجازت دی جانی چاہیے' جتنا ممکن ہو اتنے لوگوں کو جاننے کی' کیونکہ ہر فرد منفرد ہے' موازنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ بچے کو بہت سے کنوؤں کا پانی پینے دو' اور اسے کچھ بصیرت حاصل ہوگی کہ کون ایسا موزوں شخص ہے جس کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔

کوئی شخص محبت میں مبتلا نہیں ہوگا۔ ہر شخص شعوری طور پر فیصلہ کرے گا کہ ''یہی موزوں شخص ہے۔'' وہ بہت سے لوگوں کو جانتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جو ان خصوصیات کا مالک ہے' ان صفات کا حامل ہے' جن سے اُسے محبت ہے۔ یوں یہ صرف ایک دوستی ہوگی۔ کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اگر آنے والی کل معاملات تبدیل ہوجائیں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

معاشرے کو لکیر کا فقیر نہیں ہونا چاہیے۔ اسے ایک لگے بندھے طریقے سے نہیں چلنا چاہیے — جامد' ساکت — اسے تغیر آشنا ہونا چاہیے۔ ایک عورت تمہیں ایک خاص نوع کی مسرت دے سکتی ہے' دوسری عورت تمہیں دوسری قسم کی مسرت دے سکتی ہے۔ کوئی تیسری

ورت تمہیں حیران کر دے گی۔ پس مفلس کیوں رہا جائے؟ — صرف اس لیے کہ یسوع نے
کہا تھا: ''غریبوں پر رحمت ہو۔''

ہر حوالے سے باثروت بنو اور خود کو کشادہ اور مہیا رکھو۔ تم خواہ کسی بھی شخص کے
ساتھ ہو اسے واضح طور پر یہ سمجھنے دو کہ ''ہمارے درمیان آزادی ہے' شادی کا لائسنس نہیں
ہے۔ ہم آزادی سے ملیں گے' مستقبل کے وعدوں کے بغیر — کیونکہ مستقبل کا کسے پتا ہے؟''

جب میں یونیورسٹی میں ایم۔ اے کے آخری سال میں تھا تو ایک لڑکی
مجھ میں بہت دلچسپی لینے لگی۔ وہ خوبصورت لڑکی تھی' مگر اس زمانے
میں مجھے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو بھگوان کی تلاش میں
دیوانہ ہو رہا تھا!

امتحانات کے بعد' جب وہ یونیورسٹی سے جا رہی تھی ...... اس نے
انتظار کیا تھا — میں جانتا تھا — اس نے انتظار کیا تھا اور میری خود تک
رسائی کا انتظار کیا تھا۔ یہ عمومی طریقہ ہے کہ مرد عورت تک رسائی پاتا
ہے۔ عورت مرد تک رسائی پانے میں پہل نہ کرنا باوقار خیال کرتی ہے۔
عجیب تصور ہے ...... میں تو اسے نہیں سمجھتا۔ جو بھی پہل کرے' باوقار ہوتا
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو پہل کرتا ہے وہ جرأت مند ہوتا ہے۔

جب ہم یونیورسٹی سے جا رہے تھے تو اس نے سوچا: ''اب کوئی موقع
نہیں رہا۔'' وہ مجھے ایک طرف لے گئی اور بولی: ''میں لگاتار دو سال
انتظار کرتی رہی ہوں۔ کیا ہم باقی ساری زندگی اکٹھے نہیں جی سکتے؟
میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

میں نے کہا: ''اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے' تو مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میں
بھی تم سے محبت کرتا ہوں' یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں اکیلا چھوڑ رہا ہوں
— اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں محبت کے نام پر کیا ہوتا رہا
ہے۔ لوگ زندانی ہوتے رہے ہیں' زنجیروں میں بندھتے رہے ہیں۔
انہوں نے اپنی ساری مسرتیں کھو دی ہیں۔ زندگی بوجھل ہو جاتی ہے۔
پس میں تمہیں الوداعی نصیحت کرتا ہوں: ''کبھی کسی شخص سے زندگی بھر
کے لیے چمٹنے کی کوشش مت کرنا۔''

اگر آج دو اشخاص رضامندی سے ساتھ ہوں تو یہ بہت کافی ہے۔ اگر آنے
والے کل وہ دوبارہ اکٹھا ہونا پسند کریں تو خوب ہوگا۔ اگر وہ ایسا پسند نہیں کرتے تو یہ ان کا
نجی معاملہ ہے' کوئی شخص مداخلت نہیں کر سکتا۔

آج کے دور تک بچوں کا مسئلہ اٹھایا جاتا رہا ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ بچوں کا
تعلق کمیون سے ہونا چاہیے۔ وہ اپنے والدین سے ملنے جا سکتے ہیں' خواہ ان کے والدین
اکٹھے رہتے ہوں یا الگ الگ۔ انہیں اپنے والدین سے سبق لینا ہوگا کہ محبت غلامی نہیں ہے'
یہ تو آزادی ہے۔ انہیں کمیون میں مختلف صفات کے حامل مختلف لوگوں سے لطف اندوز
ہوتے ہوئے پروان چڑھنا چاہیے۔

پس جب وہ فیصلہ کریں گے تو ان کا فیصلہ اس احمقانہ قسم کا نہیں ہوگا کہ: ''میں
محبت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔'' ان کا فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے بعد کیا گیا ہوگا۔ یہ
امکان ہے کہ وہ ساری زندگی اکٹھے رہیں۔ حقیقتہً میں اگر آزادی ہو تو امکان زیادہ ہوتا ہے
کہ زیادہ لوگ اکٹھے رہیں گے۔

اگر شادی کا رواج ختم ہو جائے تو طلاق کا مسئلہ خود بخود حل ختم ہو جائے گا۔ طلاق
تو شادی کی ضمنی پیداوار ہے۔ کوئی شخص اس سادہ سی حقیقت پر توجہ نہیں دیتا: طوائفیں صدیوں
سے کیوں موجود ہیں؟ انہیں کن لوگوں نے تخلیق کیا ہے؟ ان بے چاری عورتوں کا ذمہ دار کون
ہے؟ ان سوالوں کا جواب ہے: شادی کا رواج۔

تم اپنی بیوی سے اکتا گئے ہو۔ صرف تبدیلی کے لیے تم کسی عورت کے پاس چلے
جاتے ہو جس سے کوئی بندھن نہیں قائم ہونا — کیونکہ ایک ہی کافی ہے' دو تو عذاب ہوں
گی۔ یہ بندھن عارضی ہوتا ہے' چند گھنٹوں کا ملاپ۔ تم چند گھنٹوں کے لیے خود کو دلنشیں بنا
سکتے ہو' چند گھنٹوں کے لیے مہربان۔ وہ بھی چند گھنٹوں کے لیے خود کو دلنشیں اور مہربان بنا
سکتی ہے۔ مزید برآں اسے اس کے لیے معاوضہ دیا گیا ہے۔

دنیا بھر میں لاکھوں عورتیں اپنے جسم بیچنے پر مجبور ہیں۔ کس نے ایسا کیا ہے؟
تمہارے سیاسی لیڈروں نے' تمہارے مذہبی پیشواؤں نے۔ میں ان لوگوں کو مجرم تصور کرتا ہوں'
اور معمولی مجرم نہیں' کیونکہ ساری انسانیت ان چند احمقوں کی وجہ سے مصیبتوں کا شکار ہے۔

تاہم آغاز تمہیں اپنے آپ سے کرنا ہوگا' دوسرا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اگر تم کسی
سے محبت کرتے ہو تو تمہارے درمیان آزادی کا بندھن ہونا چاہیے۔ اگر کل تم اپنی عورت کو

کسی شخص سے بغل گیر ہوتا دیکھو تو حسد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو مالا مال ہو رہی ہے' وہ اک ذرا نئے پن کو چکھ رہی ہے — بالکل اسی طرح جیسے تم کبھی کبھار چائنیز ریسٹورنٹ جاتے ہو! یہ اچھا ہوتا ہے۔ تم اپنے پکوان کی طرف لوٹ آؤ گے' تاہم چائنیز ریسٹورنٹ تمہاری مدد کرتا ہے' ہوسکتا ہے تم اپنے پکوان سے زیادہ لطف اندوز ہو۔

تاہم چند دنوں بعد' ایک بار پھر — جیسا کہ ذہن کا معمول ہے — تم کسی اطالوی ریستوراں کا رُخ کر رہے ہوتے ہو...... سپاگیٹی کھانے کے لیے!

زندگی بے حد حسین اور بہت سادہ ہے۔ بس ایک شے کی کمی ہے : آزادی کی۔ اگر تمہاری بیوی کسی اور شخص کے ساتھ ہے تو جلد ہی وہ مالا مال ہو کر تمہاری طرف واپس آئے گی' نئی بصیرت کے ساتھ۔ وہ تم میں ایسی شے پائے گی جو اس نے پہلے کبھی نہیں پائی ہوگی۔ اسی دوران تمہیں بیٹھے رہنے اور سر پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بھی تجربہ کر سکتے ہو تا کہ جس وقت تمہاری بیوی واپس آئے تم بھی نئے ہو چکے ہو گے۔ تم بھی چائنیز ریسٹورانٹ ہو آئے ہو گے۔

زندگی کو خوشی ہونا چاہیے' مزا ہونا چاہیے۔ صرف تبھی مرد اور عورت کے مابین دوستی ممکن ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو وہ گہرے دشمن ہی رہیں گے۔

☆☆☆

آپ نے کہا ہے کہ شادی محبت کو برباد کر دیتی ہے۔ اگر ہم محبت کرنے کے خواہش مند ہوں اور بچے بھی پیدا کرنا چاہتے ہوں تو ہمیں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے؟

میں نے کبھی نہیں کہا کہ شادی محبت کو برباد کر دیتی ہے۔ شادی محبت کو کس طرح برباد کر سکتی ہے؟ ہاں' یہ شادی میں برباد ہو جاتی ہے مگر اسے تم برباد کرتے ہو' شادی نہیں۔ اسے تو شادی کرنے والوں نے برباد کیا ہے۔ شادی محبت کو کس طرح برباد کر سکتی ہے؟ یہ تو تم ہو جو اسے برباد کرتے ہو' کیونکہ تم جانتے ہی نہیں ہو کہ محبت ہے کیا۔ تم بس جاننے کا دکھاوا کرتے ہو' تم صرف امید کرتے ہو کہ تم جانتے ہو' تم خواب دیکھتے ہو کہ تم جانتے ہو لیکن تم نہیں جانتے کہ محبت کیا ہے۔ محبت کو جاننا ہوگا۔ یہ سب سے عظیم آرٹ ہے۔

اگر لوگ رقص کر رہے ہوں اور کوئی شخص کہے ''آؤ رقص کرو' '' تو تم کہو گے ''میں رقص کرنا نہیں جانتا۔'' تم کبھی ایسا نہیں کرو گے کہ جست لگاؤ اور رقص کرنا شروع کر دو اور ہر شخص سوچے کہ تم ایک عظیم رقاص ہو۔ تم اپنے آپ کو فقط ایک مسخرہ ثابت کرو گے۔ تم اپنے آپ کو رقاص ثابت نہیں کر پاؤ گے۔ اسے سیکھنا پڑتا ہے — اس کے حسن کو' اس کی حرکات کو۔ تمہیں جسم کو اس کے لیے تربیت دینا پڑتی ہے۔ تم اٹھ کر مصوری شروع نہیں کر دیتے صرف اس وجہ سے کہ کینوس اور رنگ اور برش مہیا ہیں۔ تم مصوری شروع نہیں کرتے۔ تم یہ نہیں کہتے ''سب لوازمات پورے ہیں' پس میں مصوری کر سکتا ہوں۔'' تم تصویر کشی کر سکتے ہو — مگر اس طرح تم مصور نہیں بن سکتے۔

تم کسی عورت سے ملتے ہو — کینوس موجود ہے۔ تم فوراً محبت کرنے والے بن جاتے ہو — تم مصوری شروع کر دیتے ہو۔ اِدھر وہ بھی تم پر مصوری شروع کر دیتی ہے۔ بالآخر تم دونوں احمق ثابت ہو گے — مصوّر احمق (Painted Foolish) — اور جلد یا بدیر تمہیں سمجھ آ جائے گی کہ کیا ہو رہا ہے۔ تاہم تم نے کبھی نہیں سوچا کہ محبت ایک آرٹ ہے۔ تم آرٹ کو لے کر پیدا نہیں ہوتے ہو' اس کا تمہاری پیدائش سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ تمہیں اس کو سیکھنا ہوتا ہے۔ یہ انتہائی نفیس و نازک آرٹ ہے۔

تم صرف صلاحیت لے کر پیدا ہوئے ہو۔ بلاشبہ تم جسم کے ساتھ پیدا ہوئے ہو' تم رقاص بن سکتے ہو' کیونکہ تم جسم کے حامل ہو۔ تم اپنے جسم کو حرکت دے سکتے ہو اور تم رقاص بن سکتے ہو — تاہم رقص کا فن تمہیں سیکھنا پڑے گا۔ رقص سیکھنے کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ تاہم رقص کا فن زیادہ دشوار نہیں ہے کیونکہ تم اس میں تنہا ہوتے ہو۔

محبت بہت زیادہ دشوار ہے۔ یہ کسی دوسرے کے ساتھ رقص کرنا ہے۔ دوسرے کے لیے بھی رقص سیکھنا ضروری ہے۔ دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ایک عظیم آرٹ ہے۔ دو اشخاص میں ہم آہنگی تخلیق کرنا ...... دو اشخاص کا مطلب ہے دو مختلف دنیائیں۔ جب دو دنیائیں قریب تر آتی ہیں اور اگر تم ہم آہنگ ہونا نہیں جانتے ہو تو تصادم ناگزیر ہوتا ہے۔ محبت ہم آہنگی ہوتی ہے۔ خوشی' صحت اور ہم آہنگی سب محبت سے جنم لیتی ہیں۔ محبت کرنا سیکھو۔ شادی کرنے میں جلدی مت کرو' محبت کرنا سیکھو۔ پہلے ایک عظیم محبت کرنے والے بنو۔

اور کیا ضروری ہے؟ ضروری یہ ہے کہ ایک عظیم محبت کرنے والا ہمیشہ محبت دینے کے لیے تیار ہوتا ہے اور اسے یہ فکر نہیں ہوتی ہے کہ واپسی میں محبت ملتی ہے یا نہیں۔ یہ ہمیشہ واپس ملتی ہے' یہ تو اشیاء کی عین فطرت میں ہے۔ یہ تو بالکل ایسے ہے جیسے تم پہاڑوں میں جاتے ہو اور گانا گاتے ہو اور وادیاں جواب دیتی ہیں۔ ہر دل وادی ہوتا ہے۔ **اگر تم اس میں محبت انڈیلو گے تو یہ جواب میں محبت دے گا۔**

محبت کا پہلا سبق یہ ہے کہ محبت کی طلب مت کرو بلکہ صرف محبت دو۔ ایک دینے والا بن جاؤ۔ جبکہ لوگ محض اس کے الٹ کر رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ جب وہ دیتے ہیں تو وہ صرف اس خیال کے ساتھ دیتے ہیں کہ محبت واپس آنی چاہیے۔ یہ تو سودے بازی ہوئی۔ وہ بانٹتے نہیں ہیں' وہ آزادانہ نہیں بانٹتے ہیں۔ وہ ایک شرط کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ وہ کنکھیوں سے تکتے رہتے ہیں کہ یہ واپس آ رہی ہے یا نہیں۔ بے چارے لوگ ...... وہ محبت کے فطری عمل کو نہیں جانتے۔ تم تو بس انڈیل دو' یہ آئے گی۔ اور اگر یہ نہیں آ رہی ہو تو بالکل بھی پریشان مت ہو — کیونکہ ایک محبت کرنے والا جانتا ہے کہ محبت کرنا خوش ہونا ہے۔ اگر یہ آتی ہے تو ٹھیک ہے' تب خوشی کئی ہزار گنا زیادہ ہو جائے گی۔ تاہم اگر یہ کبھی واپس نہیں آئے تو عین محبت کرنے کے عمل ہی میں تم اتنے خوش' اتنے مست ہو جاؤ گے کہ اس کے آنے نہ آنے کی فکر ہی نہیں رہے گی۔

محبت ایک اپنی ہی داخلی خوشی کی حامل ہوتی ہے۔ یہ تب رونما ہوتی ہے جب تم محبت کرتے ہو۔ نتیجے کا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس محبت کرنا شروع کر دو۔ دھیرے دھیرے تم دیکھو گے کہ زیادہ سے زیادہ محبت تمہاری طرف واپس آ رہی ہے۔ ایک انسان محبت کرتا ہے اور جانتا ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے' صرف محبت کرنے سے۔ جیسا کہ انسان تیراکی تیرنے ہی سے سیکھتا ہے' محبت کرنے سے ہی انسان محبت کرتا ہے۔

اور لوگ بہت بے چارے ہیں۔ وہ کسی عظیم محبوب کے رونما ہونے کا انتظار کر رہے ہیں' تب وہ محبت کریں گے۔ وہ بند ہی رہتے ہیں' وہ پیچھے رہتے ہیں۔ وہ فقط انتظار کرتے ہیں۔ کہیں سے کوئی قلوپطرہ آئے گی اور تب وہ اپنے دل کو کھولیں گے۔ تاہم اس وقت تک وہ مکمل طور پر بھول چکے ہوں گے کہ اسے کیسے کھولنا ہے۔

محبت کا کوئی موقع ضائع مت کرو۔ حتیٰ کہ کسی گلی سے گزرتے ہوئے

بھی تم محبت کر سکتے ہو۔ حتیٰ کہ تم فقیر کے ساتھ بھی محبت کر سکتے ہو۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تم اسے کچھ دو' تم کم از کم مسکرا تو سکتے ہو نا! اس پر کچھ خرچ نہیں آتا — مگر تمہاری مسکراہٹ ہی تمہارے دل کو کھول دیتی ہے' تمہارے دل کو زیادہ زندہ بنا دیتی ہے۔ کسی کا ہاتھ تھام لو — کسی دوست کا یا کسی اجنبی کا۔ مت انتظار کرو کہ تم صرف تبھی محبت کرو گے جب موزوں شخص آئے گا۔ یوں تو موزوں شخص کبھی نہیں آئے گا۔ محبت کرو۔ جتنا زیادہ تم محبت کرتے ہو' موزوں شخص کا امکان اتنا زیادہ ہو جاتا ہے' کیونکہ تمہارا دل پھولوں کی طرح کھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھولوں کی طرح کھلتا ہوا دل بہت سی شہد کی مکھیوں' بہت سے محبت کرنے والوں کو مائل کر لیتا ہے۔

تم نے ایک بالکل غلط طریقے سے تربیت لی ہے۔ اول تو ہر شخص اس غلط تاثر کے تحت زندگی بسر کرتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے محبت کرنے والا ہے۔ پیدا ہوتے ہی تم سوچنے لگتے ہو کہ تم محبت کرنے والے ہو۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہاں ایک امکان ہوتا ہے' لیکن امکان کی تربیت کرنا پڑے گی' اسے نظم میں لانا ہوگا۔ ایک بیج وجود تو رکھتا ہے' تاہم اسے پھول بننا پڑے گا۔

تم اپنے بیجوں کو لیے لیے پھرتے رہو' کوئی شہد کی مکھی نہیں آئے گی۔ کیا تم نے کبھی بیجوں پر شہد کی مکھیوں کو آتے دیکھا ہے؟ کیا وہ نہیں جانتیں کہ بیج پھول بن سکتے ہیں؟ مگر وہ تو اسی وقت آتی ہیں جب بیج پھول بن جاتے ہیں۔ پھول بن جاؤ' بیج مت رہو۔

دو الگ الگ ناخوش و بیزار لوگ جب اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے لیے زیادہ ناخوش و بیزاری تخلیق کرتے ہیں۔ یہ تو ریاضیاتی معاملہ ہے۔ تم ناخوش تھے' تمہاری بیوی بھی ناخوش تھی اور تم دونوں امید کر رہے تھے کہ اکٹھے ہونے سے تم خوش ہو جاؤ گے؟ یہ تو سیدھی سادی ریاضی ہے — دو جمع دو چار جیسی۔ یہ کوئی اعلیٰ ریاضی کا مسئلہ نہیں ہے' یہ تو بہت عام سا حساب ہے' تم اسے اپنی انگلیوں پر شمار کر سکتے ہو۔ تم دونوں ناخوش ہو جاؤ گے۔

مُلّا نصرالدین کی بیوی نے کہا: ''آپ اب مجھ سے محبت نہیں کرتے۔
آپ اب ویسی پیاری پیاری باتیں بالکل نہیں کرتے جیسی شادی سے

پہلے کے دنوں میں کیا کرتے تھے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں، میں تم سے محبت کرتا ہوں" مُلّا نصرالدین نے جواب دیا۔ "اب تم مہربانی کر کے چپ ہو جاؤ اور مجھے سکون سے شربت پینے دو۔"

شادی سے پہلے کی پیار بھری باتوں کا معاملہ مختلف ہے۔ شادی سے پہلے کی باتوں پر انحصار مت کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ شادی سے پہلے، ان باتوں سے نجات پالو۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ شادی ہنی مون کے بعد ہونی چاہیے، اس سے پہلے بالکل نہیں۔ اگر ہر شے درست ثابت ہو صرف تبھی شادی کی جانی چاہیے۔

شادی کے بعد ہنی مون بہت خطرناک ہوتا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو 99 فیصد شادیاں ہنی مون ختم ہونے تک ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر اس وقت تک تم اسیر ہو چکے ہوتے ہو، تب تمہارے پاس فرار کی کوئی راہ نہیں ہوتی۔

اب اگر تم بیوی کو چھوڑتے ہو یا بیوی تمہیں چھوڑتی ہے تو سارا معاشرہ، قانون، عدالتیں — ہر شخص تمہارے خلاف ہو جائے گا۔ تب ساری اخلاقیات، مذہب، مذہبی پیشوا، ہر شخص تمہارے خلاف ہو جائے گا۔ حقیقت میں تو معاشرے کو شادی پر تمام ممکنہ رکاوٹیں عائد کرنی چاہئیں، جبکہ طلاق پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

معاشرے کو اتنی آسانی سے شادی کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ عدالتوں کو پابندیاں عائد کرنی چاہئیں — عورت کے ساتھ کم از کم دو سال رہو، تب عدالت تمہیں شادی کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔

فی الوقت وہ اس کے الٹ عمل کر رہے ہیں۔ اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو کوئی شخص نہیں پوچھے گا کہ کیا تم تیار ہو، کیا یہ محض خبط ہے، صرف اس لیے کہ تمہیں عورت کی ناک پسند ہے۔ کیا حماقت ہے! کوئی انسان صرف لمبی ناک کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ دو ہی دنوں بعد ناک بھول جائے گی۔ کون دیکھتا ہے اپنی ہی بیوی کی ناک کی طرف؟

میں نے سنا ہے کہ ایک ہسپتال کا ایک وارڈ ایسا تھا جہاں صرف نرسیں متعین تھیں اور وہ سب اتنی خوبصورت تھیں، جیسے عالمی مقابلۂ حسن

میں شرکت کر چکی ہوں، مگر ایک مریض جب بھی انہیں دیکھتا ارادتاً انہیں گھورتا اور کہتا: "فضول، بے کار!"

اگلے بستر والا مریض اس کی اس حرکت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس نے پوچھا: "اتنی حسین و جمیل نرسیں تمہاری تیمارداری پر مامور ہیں اور تم انہیں ایسا کہہ رہے ہو۔ آخر کیوں؟"

اس مریض نے غمناک لہجے میں کہا: "میں ان نرسوں کو نہیں کہتا، میں تو اپنی بیوی کو کہہ رہا ہوتا ہوں۔"

بیوی کبھی خوبصورت نہیں لگتی، شوہر کبھی دلکش نہیں لگتا۔ جونہی تم شناسا بنتے ہو، حسن کافور ہو جاتا ہے۔

دو اشخاص کو اتنے طویل عرصے تک اکٹھے رہنے کی اجازت دی جانی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا ہو جائیں۔ اگر وہ شادی کرنا چاہیں تو بھی انہیں اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ یوں دنیا سے طلاق کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ طلاق کا مسئلہ اس لیے وجود رکھتا ہے کیونکہ شادیاں غلط اور جبراً ہوتی ہیں۔ طلاقیں اس لیے دی جاتی ہیں کیونکہ شادیاں رومانوی موڈ میں کی جاتی ہیں۔

اگر تم شاعر ہو تو پھر رومانوی موڈ بہتر ہے — اور شاعر اچھے شوہر یا بیویاں مشہور نہیں ہیں۔ حقیقت میں شاعر تقریباً ہمیشہ کنوارے ہوتے ہیں۔ وہ بے وقوف تو بنتے ہیں مگر اسیر کبھی نہیں ہوتے اور یوں ان کا رومانس زندہ رہتا ہے۔ وہ خوبصورت شعر کہتے رہتے ہیں۔

کسی انسان کو شاعرانہ موڈ میں کسی مرد یا عورت سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ نثری موڈ طاری ہونے دو تب معاملہ طے کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزمرہ زندگی شاعری جیسی نہیں نثر جیسی ہے۔ انسان کو کافی پختہ ہونا چاہیے۔

پختہ ہونے کا مطلب ہے کہ انسان اب رومانٹک احمق نہیں رہا۔ اب وہ زندگی کو سمجھتا ہے، زندگی کی ذمہ داری کو سمجھتا ہے، وہ کسی شخص کے ساتھ رہنے کے مسائل کو سمجھتا ہے۔ انسان ان سب دشواریوں کو تسلیم کرتا ہے اور تب کسی شخص کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اسے یہ امید نہیں ہوتی کہ وہ جنت میں جا رہا ہے، ہر طرف پھول ہی پھول ہوں گے۔ وہ

بکواسیات کی امید نہیں کر رہا' وہ جانتا ہے کہ حقیقت کڑی ہوتی ہے۔ حقیقت کھردری ہوتی ہے۔ گلاب ہوتے ہیں' لیکن کم کم' کہیں کہیں — کانٹے زیادہ ہوتے ہیں۔

جب تم ان سب مسائل سے آگاہ ہو جاؤ — اور تب بھی فیصلہ کرو کہ خطرہ مول لیا جاسکتا ہے اور اکیلے رہنے کی بجائے کسی شخص کے ساتھ رہا جاسکتا ہے تو پھر شادی کرو۔ اس طرح شادیاں محبت کو کبھی قتل نہیں کریں گی کیونکہ ایسی محبت حقیقت پسندانہ ہوتی ہے۔

شادی صرف رومانوی محبت کو قتل کرسکتی ہے۔ رومانوی محبت وہ ہوتی ہے جسے لوگ ''حقیر محبت'' کہتے ہیں۔ انسان کو اس پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ انسان کو اسے ارتقا بخش تصور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ محض آئس کریم جیسی ہوسکتی ہے۔ تم اسے کبھی کبھار کھا سکتے ہو مگر اس پر انحصار مت کرو۔ زندگی کو زیادہ حقیقی ہونا پڑتا ہے' زیادہ نثری ہونا پڑتا ہے۔

شادی بذاتِ خود کسی شے کو برباد نہیں کرتی ہے۔ شادی تو اسی کو باہر لے آتی ہے جو تمہارے اندر نہاں ہوتا ہے۔ اگر تمہارے پیچھے' تمہارے اندر محبت نہاں ہے تو شادی اسے عیاں کردے گی۔ اگر محبت محض ایک بہانہ ہے' ایک چارہ ہے تو جلد یا بدیر یہ معدوم ہو جائے گی۔ تب تمہاری حقیقت' تمہاری گندی شخصیت عیاں ہو جائے گی۔ شادی تو بس ایک موقع ہے' پس جو کچھ تم نہاں رکھتے ہو' وہی کچھ عیاں ہو جائے گا۔

میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ شادی کو محبت نے تباہ کردیا ہے۔ محبت کو ان لوگوں نے برباد کردیا ہے جو نہیں جانتے کہ محبت کیسے کی جاتی ہے۔ محبت اسی لیے برباد ہوتی ہے کیونکہ یہ محبت ہوتی ہی نہیں۔ تم ایک خواب میں رہتے رہے ہو۔

حقیقت اس خواب کو برباد کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں محبت ابدی ہوتی ہے' ابدیت کا ایک جزو ہوتی ہے۔ اگر تم نشوونما پاتے ہو' اگر تم آرٹ سے واقف ہو اور اگر تم پریم جیون (Love Life) کی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہو تو یہ ہر روز نشوونما پاتی ہے۔ شادی محبت میں نشوونما پانے کا حیران کن موقع بن جاتی ہے۔

محبت کو کوئی شے برباد نہیں کرسکتی۔ اگر یہ ہے تو یہ نشوونما پاتی چلی جاتی ہے۔ تاہم مجھے محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ موجود ہی نہیں ہوتی۔ تم اپنے آپ کو غلط سمجھے ہو' وہ کوئی اور ہی شے تھی۔ ممکن ہے جنس رہی ہو' جنسی کشش رہی ہو۔ تب تو اس نے برباد ہونا ہی ہے' کیونکہ جب تم عورت کے ساتھ جنسی عمل کرلیتے ہو تو جنسی کشش غائب ہو جاتی ہے — اس کی وجہ

یہ ہے کہ جنسی کشش صرف انجانے پن میں ہوتی ہے۔ جب تم ایک بار عورت یا مرد کے جسم کا ذائقہ چکھ لیتے ہو تو جنسی کشش ختم ہو جاتی ہے۔ اگر تمہاری محبت صرف جنسی کشش تھی تو اسے غائب ہونا ہی تھا۔

پس محبت کے حوالے سے غلط فہمی میں مبتلا مت ہو۔ اگر محبت حقیقتاً محبت ہے ...... جب میں ''حقیقی محبت'' کہتا ہوں تو میری کیا مراد ہوتی ہے؟ میں اس سے مراد لیتا ہوں کہ فقط دوسرے کی موجودگی میں ہونا' تم دفعتاً اپنے آپ کو خوش محسوس کرتے ہو' محض اکٹھے ہونے سے' تم مستی محسوس کرتے ہو' محض دوسرے کی موجودگی تمہارے دل کو گہرائی تک آسودہ کردیتی ہے ...... تمہارے دل میں کوئی شے گانے لگتی ہے' تم آہنگ میں چلے جاتے ہو۔ محض دوسرے کی موجودگی تمہیں اکٹھا ہونے میں مدد دیتی ہے۔ تم زیادہ فرد' زیادہ مجتمع' زیادہ مستحکم ہو جاتے ہو۔ تب یہ محبت ہے۔

محبت جنون نہیں ہوتی۔ محبت کوئی جذبہ نہیں ہوتی — محبت تو ایک گہری انڈرسٹینڈنگ ہوتی ہے کہ کوئی شخص کس حد تک تمہیں مکمل کرتا ہے۔ کوئی شخص تمہیں پورا دائرہ بناتا ہے۔ دوسرے کی موجودگی تمہاری موجودگی کو بڑھاتی ہے۔ محبت تمہیں تمہارا ہونے کی آزادی دیتی ہے' یہ ملکیت پسندی نہیں ہوتی۔ پس' دیکھو۔ جنس کو محبت کبھی مت تصور کرو' وگرنہ تم دھوکا کھا جاؤ گے۔ محتاط رہو اور جب تم کسی شخص کے ساتھ ایسی موجودگی' خالص موجودگی محسوس کرنے لگو گے تو تمہارے اندر کوئی شے پھولوں کی طرح کھلنے لگے گی' ایک ہزار ایک کنول کے پھول کھلیں گے ...... موجودگی' صرف موجودگی' موجودگی کے علاوہ کسی شے کی ضرورت نہیں' صرف یہ کہ دوسرا ہے' تمہیں خوش کرنے کے لیے کافی ہے۔

تب تم محبت میں ہوتے ہو' اور تب تم حقیقت کی پیدا کردہ تمام مشکلات سے گزر سکتے ہو۔ بہت سی اذیتیں' بہت سے اضطراب — مگر تم ان سب سے گزرنے پر قادر ہو گے اور تمہاری محبت زیادہ سے زیادہ کھلے گی' کیونکہ یہ تمام صورتِ حالات چیلنج بن جائیں گی' اور تمہاری محبت ان پر غلبہ پاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔

محبت ابدیت ہوتی ہے۔ اگر یہ ہے تو یہ نشوونما پاتی چلی جاتی ہے۔ محبت شروعات کو تو جانتی ہے مگر اختتام کو نہیں۔

☆☆☆

شادی کرنا اور بچے پیدا کرنا درست ہے؟

مرفی کے اقوال پر اک ذرا غور کرو۔

- کبھی کبھار شادی کرنا اچھا ہوتا ہے۔
- چالاک آدمی عورت سے کہتا ہے کہ وہ اسے سمجھتا ہے۔ احمق آدمی اسے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
- طلاق سے بچنے کا واحد طریقہ ہے شادی نہ کی جائے۔

پس خبردار رہو! اگر تم شادی کرنا چاہتی ہو تو میں کون ہوتا ہوں اعتراض کرنے والا؟ میں تو تمہیں بس خبردار ہی کر سکتا ہوں۔ چھلانگ لگانے سے پہلے سوچ لو!

❁ ❁ ❁

چھٹا باب

محبت

محبت کیا ہے؟

اس سوال کے جواب مختلف ہو سکتے ہیں۔ جتنے انسان ہیں اتنی ہی محبتیں ہیں۔ محبت ایک سیڑھی کی طرح ہوتی ہے، نچلے زینے سے سب سے اوپر والے زینے تک، شہوانیت سے الوہیت تک۔ محبت کی بہت سی سطحیں، بہت سے میدان ہیں۔ سب کا انحصار تم پر ہے۔ اگر تم سب سے نیچے والے زینے پر ہو تو تمہارا محبت کا تصور اس شخص سے بالکل مختلف ہوگا جو کہ سب سے اوپر والے زینے پر ہے۔

ایڈولف ہٹلر کا محبت کا ایک تصور ہوگا، گوتم بدھ کا دوسرا، اور دونوں کے تصورات قطعی متضاد ہو سکتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دو انتہائیں ہیں۔

پست ترین حالت میں محبت ایک قسم کی سیاست ہوتی ہے، طاقت کی سیاست۔ جہاں کہیں محبت غلبے کے تصور سے آلودہ ہوتی ہے، یہ سیاست ہوتی ہے۔ خواہ تم اسے سیاست کہو یا نہیں کہو، یہ سوال نہیں ہے، یہ ہوتی سیاست ہی ہے۔ لاکھوں لوگ محبت کے حوالے سے سوائے اس سیاست کے اور کچھ جانتے ہی نہیں ہیں ___ سیاست جو شوہروں اور بیویوں کے درمیان، بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈز کے درمیان وجود رکھتی ہے، یہ سیاست ہے، مکمل سیاست ہے، تم دوسرے پر غلبہ چاہتے ہو۔

تم غلبے سے لطف اندوز ہوتے ہو، اور محبت شوگر کوٹڈ سیاست کے علاوہ کچھ نہیں ہے، شوگر کوٹڈ کڑوی گولی۔ تم بات تو محبت کی کرتے ہو لیکن گہری خواہش دوسرے کا استحصال کرنے کی ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم اسے ارادتاً یا شعوری طور پر کر رہے ہو ___ تم شعوری طور پر ایسا نہیں کر سکتے، یہ تو ایک لاشعوری میکنزم ہوتا ہے۔

پس بے انتہا ملکیت پسندی اور بے اندازہ حسد تمہاری محبت میں شامل ہو گیا ہے' اس کا لازمی جزو بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبت مسرت کی بجائے رنج کو زیادہ جنم دیتی ہے۔ 99 فیصد محبت تلخ ہے' صرف ایک فیصد میٹھی ہے جس کو تم نے اوپر اوپر سجایا ہوا ہے۔ جلد یا بدیر یہ مٹھاس کافور ہو جاتی ہے۔

جب تم کسی معاملۂ محبت کی شروعات میں ہوتے ہو' ہنی مون کے دن گزار رہے ہوتے ہو تو تم ایک میٹھی شے کا ذائقہ چکھتے ہو۔ جلد ہی یہ مٹھاس گھل جاتی اور حقیقتیں برہنہ حالت میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور ساری شے بھدی' گندی ہو جاتی ہے۔

لاکھوں لوگ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ اب انسانوں سے محبت نہیں کریں گے۔ کسی کتے' بلی' طوطے سے محبت کرنا بہتر ہے' کسی کار سے محبت کرنا بہتر ہے — کیونکہ تم ان پر خوب غلبہ پا سکتے ہو' جبکہ یہ تم پر غلبہ پانے کی کبھی کوشش نہیں کرتے۔ یہ سادہ ہوتی ہے' انسانوں کے ساتھ محبت جتنی پیچیدہ نہیں ہوتی۔ لوگ گھوڑوں سے' کتوں سے' مشینوں سے' بے جان اشیاء سے محبت کر رہے ہیں۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں سے محبت کرنا بہت عذاب ناک اور اذیت دہ ہو چکا ہے' ایک مستقل کشمکش — ہر وقت ایک دوسرے کے گلے پڑے رہنا۔

یہ ہے محبت کی پست ترین صورت۔ اگر تم اسے قدمچے کے طور پر' مراقبے کے طور پر استعمال کر سکو تو کچھ بھی غلط نہیں ہے۔ اگر تم اس کا مشاہدہ کر سکتے ہو' اگر تم اسے سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہو تو اس سمجھنے کے عمل میں ہی تم دوسرے زینے پر پہنچ جاؤ گے' تم اوپر جانا شروع ہو جاؤ گے۔

جب تم رفعت پر پہنچ جاتے ہو' جب محبت صرف ایک رشتہ نہیں رہتی' جب محبت تمہاری ہستی کی ایک حالت بن جاتی ہے' تب کنول پوری طرح کھل جاتے ہیں اور مسحور کن خوشبو پھیل جاتی ہے — لیکن صرف رفعت پر پہنچنے کی صورت میں — محبت اپنی پست ترین صورت میں صرف ایک سیاسی تعلق ہوتی ہے۔ اپنی رفعت پر محبت شعور کی ایک مذہبی حالت ہوتی ہے۔

گوتم بدھ تم سے محبت کرتا ہے' یسوع تم سے محبت کرتے ہیں' میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں' تاہم ہماری محبت بدلے میں کچھ نہیں طلب کرتی۔ ہماری محبت صرف دیئے جانے کی بے پناہ مسرت کے واسطے ہی دی جاتی ہے' یہ سودے بازی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کا حسن تابناک ہے' اس کا حسن ماورائی ہے۔ یہ تمہاری معلوم مسرتوں سے بالا چلی جاتی ہے۔

جب میں محبت کی بات کرتا ہوں تو میں محبت بطور ایک حالت کی بات کرتا ہوں۔ یہ کسی سے مخصوص نہیں ہوتی: تم اِس یا اُس شخص سے محبت نہیں کرتے' تم تو بس محبت کرتے ہو۔ تم محبت ہو۔ یہ کہنے کی بجائے کہ تم کسی شخص سے محبت کرتے ہو' یہ کہنا بہتر ہو گا کہ تم محبت ہو۔ پس جو حصہ لینے کا اہل ہو' حصہ لے سکتا ہے۔ جو کوئی تمہاری ہستی کے لامحدود سرچشموں سے فیضیاب ہونے کا اہل ہو' تم اس کے لیے مہیا ہو — تم غیر مشروط طور پر مہیا ہو۔

اگر محبت زیادہ سے زیادہ مراقباتی ہو تو صرف تبھی ایسا ممکن ہوتا ہے۔

''میڈیسن'' (Medicine) اور میڈی ٹیشن (Meditation) کا ماخذ ایک ہی ہے۔ جس قسم کی محبت سے تم واقف ہو' وہ ایک بیماری ہے: اسے مراقبے کی دوا کی ضرورت ہے۔ اگر یہ مراقبے سے گزر گئی تو یہ خالص ہو جائے گی' اور جتنی زیادہ یہ خالص ہو گی' اتنی زیادہ وجد آفریں ہو گی۔

ہر شخص کا محبت کا تصور اپنا ہوتا ہے۔ جب تم اس حالت کو پہنچتے ہو' جب محبت کے سارے تصورات معدوم ہو چکے ہوتے ہیں' جہاں محبت ایک تصور نہیں رہتی بلکہ تمہاری ہستی بن جاتی ہے' صرف تبھی تم اس کی آزادی سے آگاہ ہوتے ہو۔ تب محبت بھگوان ہوتی ہے' تب محبت مطلق صداقت ہوتی ہے۔

اپنی محبت کو مراقبے کے عمل سے گزرنے دو۔ اس کا مشاہدہ کرو: اپنے ذہن کی چالاکیوں کا مشاہدہ کرو' اپنی طاقت کی سیاست کا مشاہدہ کرو۔ سوائے مستقل اور مسلسل مشاہدے کے اور کوئی شے مددگار نہیں ہو سکتی ہے۔ جب تم اپنے مرد یا اپنی عورت سے کچھ کہتے ہو' تو اس کو دیکھو: لاشعوری محرک کیا ہے؟ تم کیوں یہ بات کر رہے ہو؟ کیا کوئی مقصد ہے؟ تب یہ کیا ہے؟ اس مقصد کے حوالے سے چوکس رہو' اسے شعور میں لاؤ — کیونکہ یہ تمہاری زندگی کی قلبِ ماہیئت کی ایک خفیہ کلید ہے: جو شے شعور میں آ جاتی ہے' معدوم ہو جاتی ہے۔

تمہارے مقاصد لاشعوری رہتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ تم ان کی گرفت میں رہتے ہو۔ انہیں شعور میں لاؤ' انہیں روشنی میں لاؤ' اور وہ غائب ہو جائیں گے۔ یہ ایسے ہے جیسے تم کسی درخت کو اکھیڑتے ہو اور جڑوں کو روشنی میں لے آتے ہو: وہ مر جائیں گی' وہ صرف زمین کی تاریکی میں زندہ رہ سکتی ہیں۔ تمہارے مقاصد بھی صرف تمہارے لاشعور کے اندھیرے میں وجود رکھتے ہیں۔ پس تمہاری محبت کی قلبِ ماہیئت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ تمام

مقاصد کو لاشعور سے شعور میں لے آؤ۔ دھیرے دھیرے وہ مقاصد مر جائیں گے۔

اور جب محبت بے مقصد ہو جاتی ہے، تب محبت ایسی عظیم ترین شے بن جاتی ہے جو کہ کسی شخص پر کبھی وارد ہو سکتی ہے۔ تب محبت ماورائی بن جاتی ہے، مطلق بن جاتی ہے۔

جب یسوع کہتے ہیں "خدا محبت ہے" تو ان کا مطلب یہی ہوتا ہے۔ میں تمہیں کہتا ہوں: محبت خدا ہے۔ خدا کو فراموش کیا جا سکتا ہے، مگر محبت کو فراموش مت کرو — کیونکہ یہ محبت کا خالص پن ہوتا ہے جو تمہیں خدا تک لے جاتا ہے۔ اگر تم خدا کے بارے میں مکمل طور پر فراموش کر دو گے تو کچھ نقصان نہیں ہو گا۔ لیکن محبت کو فراموش مت کرنا، کیونکہ محبت تو پُل ہے۔ محبت تمہارے شعور کی کیمیائی تبدیلی کا عمل ہے۔

☆☆☆

کیا ہم انا کے ہوتے ہوئے کسی سے سچی محبت کر سکتے ہیں؟

محبت کے لیے عظیم جرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ محبت کا بنیادی تقاضا انا کو ترک کرنا ہے۔ جبکہ انسان انا کو ترک کرنے سے بہت خوفزدہ ہے۔ اسے یہ عمل تقریباً خودکشی جیسا لگتا ہے۔ ایسا صرف اس لیے لگتا ہے کیونکہ ہم انا کے علاوہ اور کسی شے سے آگاہ نہیں ہیں۔

انا ہماری واحد شناخت بن چکی ہے، اور اسے ترک کرنے کا مطلب یقیناً یہ ہوتا ہے کہ تم اپنی انفرادیت کو ترک کر رہے ہو۔ یہ سچ نہیں ہے — درحقیقت اس کے الٹ سچ ہے۔ جب تک تم انا کو ترک نہیں کرو گے تم اپنی حقیقی انفرادیت کو نہیں جان سکو گے۔ انا فریب کار ہوتی ہے — کوئی شے جھوٹی، جعلی، مصنوعی۔ جس لمحے اسے ترک کیا جاتا ہے، صرف تب تم حقیقت کو دیکھتے ہو۔ اگر ایسا نہیں تو غیر حقیقی حقیقی کو چھپا لیتا ہے۔ غیر حقیقی حقیقی کو یوں چھپا لیتا ہے جیسے بادل سورج کو چھپا لیتے ہیں۔

محبت کو ترکِ انا کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا محبت الوہیت کی طرف کھلنے والا دروازہ بن سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے تم کسی شخص سے محبت سے آغاز کرو، تاہم تمہارا اختتام لاشخص سے محبت کرنے پر ہو گا۔ وہ شخص ایک کھڑکی جیسا بن جاتا ہے — لامحدود آسمان کی طرف کھلنے والی کھڑکی۔ تاہم تمہیں مکمل طور پر واضح ہونا پڑے گا کہ انا کی قربانی لازماً دینی ہے۔

لوگ محبت کی شدید آرزو رکھتے ہیں مگر ساتھ ہی وہ انا سے چمٹے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محبت کبھی حقیقت نہیں بنتی۔ وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، بغیر محبت کے نقطار کا

مزا چکھے۔ جب تک تم محبت کے تجربے سے نہیں گزرتے، تم زندگی کے تجربے سے بھی محروم رہو گے تم رائیگاں جا رہے ہو۔

☆☆☆

میں ساری زندگی یہی سوچتی رہی ہوں کہ میں کسی سے محبت کرتی ہوں۔ اب یہاں میں نے آپ کو پہلی مرتبہ سنا تو اپنے آپ سے پوچھتی ہوں: کیا میں نے کبھی حقیقتاً محبت کی ہے؟ کیا میں محبت کرنے کی اہل بھی ہوں؟ کیا میں آپ سے محبت کرنے کی اہل ہوں؟

بنیادی مغالطہ یہی ہے کہ تم سمجھتی ہو کہ تم ہمیشہ کسی سے محبت کرتی رہی ہو۔

تمام انسانوں میں یہ خاص چیز پائی جاتی ہے: ان کی محبت ہمیشہ کسی کے لیے ہوتی ہے، اس پر پتا لکھا ہوا ہوتا ہے — اور جس لمحے تم اپنی محبت پر پتا لکھتے ہو، تم اسے برباد کر دیتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا جیسے تم کہہ رہے ہو: "میں صرف تمہارے لیے سانس لوں گا — اور جب تم یہاں نہیں ہو تو بھلا میں کس طرح سانس لے سکتا ہوں؟"

محبت کو سانس لینے کی طرح ہونا چاہیے۔ اسے تمہارے اندر صرف ایک صفت ہونا چاہیے — جہاں کہیں بھی تم ہو، جس کسی کے بھی ساتھ تم ہو، خواہ تم تنہا ہی ہو، محبت تم میں سے چھلکتی رہے۔ اس کا تعلق اس چیز سے نہیں ہے کہ تم کسی شخص سے محبت کر رہے ہو — اس کا تعلق تو اس چیز سے ہے کہ تم محبت بن جاؤ۔

لوگ اپنے محبت کے تجربات سے اضطراب کا شکار ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ محبت کے ساتھ کچھ غلط ہے۔ انہوں نے ہی محبت کو اتنا چھوٹا کر دیا ہے کہ محبت کا سمندر وجود برقرار رکھنے سے قاصر ہے۔ تم سمندر کو محدود نہیں کر سکتے — یہ کوئی چھوٹی سی ندیا تھوڑی ہے۔ محبت تو تمہاری کل ہستی ہے، محبت تمہاری الوہیت ہے۔

تمہیں اس طرح سے سوچنا چاہیے کہ آیا تم محبت کر رہے ہو یا نہیں۔ محبت کس سے کی جا رہی ہے، اس کا تو سوال ہی نہیں ابھرتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ہو تو تم اپنی بیوی سے محبت کرتے ہو۔ اپنے بچوں کے ساتھ ہو تو تم اپنے بچوں سے محبت کرتے ہو۔ اپنے ملازمین کے ساتھ ہو تو تم اپنے ملازمین سے محبت کرتے ہو۔ اپنے دوستوں کے ساتھ ہو تو تم اپنے

دوستوں سے محبت کرتے ہو۔ درختوں کے ساتھ ہوتو تم درختوں سے محبت کرتے ہو۔ سمندر کے ساتھ ہوتو تم سمندر سے محبت کرتے ہو۔ محبت تم ہو۔

محبت کا انحصار کسی شے پر نہیں ہوتا۔ محبت تمہارے داخل کی تابناکی ہے — تمہاری روح کی تابناکی ہے۔ جتنی زیادہ روشنی وسیع ہو گی، اتنی تمہاری روح عظیم ہو گی۔ تمہاری محبت کے پر جتنا زیادہ کھلتے ہیں، تمہاری ہستی کا آسمان اتنا بڑا ہو جاتا ہے۔

تم تمام انسانوں کے مشترکہ مغالطے کا شکار رہی ہو۔ اب تم پوچھ رہی ہو: ''کیا میں آپ سے محبت کرنے کی اہل ہوں؟'' — ایک بار پھر وہی مغالطہ بس اتنا پوچھو: ''کیا میں محبت ''بننے'' کی اہل ہوں؟''

جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو تمہیں مجھ سے محبت کرنے کا سوچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو تم اپنے عام مغالطوں سے باہر نہیں آئے ہو۔ یہاں تمہیں محبت میں ڈھلنا سیکھنا ہے۔ بلاشبہ تمہاری محبت مجھے بھی سکھائے گی۔ یہ تمہارے گرد موجود ایک ہالہ ہو گی، ہر طرف پھیلا ہوا۔ اگر بہت سے لوگ اپنی محبت کی، اپنے نغموں کی، اپنی مستی کی شعاعوں کو پھیلا رہے ہوں تو یہ ساری جگہ معبد بن جائے گی۔ معبد بنانے کا اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے۔ یوں سارا علاقہ ایک نئی قسم کی توانائی سے معمور ہو جاتا ہے اور کوئی شخص زیاں سے دوچار نہیں ہوتا — اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی محبت تم پر بارش کی طرح برس رہی ہے: ہر شخص پر، بہت سے لوگوں کی محبت کی بارش ہو رہی ہے۔

مغالطے کو ترک کر دو۔ زندگی کچھ نہیں سوائے محبت کے پھول کھلنے کے ایک موقعے کے۔ اگر تم زندہ ہو تو موقع دستیاب ہے — آخری سانس تک دستیاب ہے۔ ہو سکتا ہے تم نے ساری زندگی کو ضائع کر دیا ہو: صرف آخری سانس، دھرتی پر آخری لمحہ، اگر تم محبت بن سکتے ہو تو تم نے کچھ ضائع نہیں کیا — اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت کا صرف اور صرف ایک لمحہ محبت کی ابدیت کے مساوی ہوتا ہے۔

☆☆☆

گزشتہ روز آپ نے کہا کہ ہم تنہا جنم لیتے ہیں، تنہا زندگی بسر کرتے ہیں اور تنہا مر جاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اپنے جنم دن سے ہی، خواہ ہم جو کچھ بھی ہوں، جو کچھ بھی کر رہے ہوں،

ہم دوسروں سے تعلق قائم کرنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ عمومی طور پر ہم کسی ایک شخص کے قریب تر ہونے پر مائل ہوتے ہیں۔ کیا آپ اس پر تبصرہ کریں گے؟

جو سوال تم نے دریافت کیا ہے وہ ہر انسان کا سوال ہے۔ ہم تنہا جنم لیتے ہیں، ہم تنہا زندگی گزارتے ہیں اور ہم تنہا مر جاتے ہیں۔ تنہائی عین ہماری فطرت ہے، تاہم ہم اس سے آگاہ نہیں ہیں۔ چونکہ ہم اس سے آگاہ نہیں ہیں، اس لیے ہم اپنے سے بیگانہ رہتے ہیں اور اپنی تنہائی کو حیرتناک حسن اور رحمت، شانتی اور سکون، ہستی کے ساتھ ہم آہنگی کے طور پر دیکھنے کی بجائے ہم اسے اکیلا پن سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں۔ اکیلا پن ایک غلط سمجھی گئی تنہائی ہے۔ جب تم ایک مرتبہ اپنی تنہائی کو غلط طور پر اکیلا پن سمجھ لیتے ہو تو سارا تناظر ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ تنہائی ایک حسن اور حشمت کی حامل ہوتی ہے، مثبت ہوتی ہے۔ اکیلا پن مفلس، منفی، تاریک اور افسردہ ہوتا ہے۔

ہر شخص اکیلے پن سے دور بھاگتا ہے۔ یہ ایک زخم کے مثل ہوتا ہے، یہ اذیت دیتا ہے۔ اس سے فرار ہونے کا واحد طریقہ ہجوم میں ہونا ہے، معاشرے کا حصہ بن جانا ہے، دوست بنانا ہے، خاندان تخلیق کرنا ہے، شوہروں اور بیویوں کا حامل ہونا ہے، بچے جننا ہے۔ اس ہجوم میں، بنیادی کوشش یہ ہو گی کہ تم اپنے اکیلے پن کو فراموش کرنے کے قابل ہو جاؤ۔

لیکن کوئی شخص کبھی اسے فراموش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ تمہارے اندر جو کچھ فطری ہے، تم اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کر سکتے ہو — لیکن تم اسے فراموش نہیں کر سکتے۔ وہ بار بار نمایاں ہو گی۔ مسئلہ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ تم اسے ویسے نہیں دیکھتے جیسے وہ ہے۔ تم نے اسے قبول کر لیا ہے کہ تم نے جنم ہی اکیلا لیا ہے۔

ڈکشنری میں معانی ایک جیسے ہیں اور ڈکشنری ترتیب دینے والے لوگوں کے ذہنوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ اکیلے پن اور تنہائی کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اکیلا پن ایک خلا ہوتا ہے۔ کوئی شے کم ہے، کسی شے کو ضرورت ہوتی ہے بھرے جانے کی، اور اسے کبھی کوئی شے بھر نہیں سکتی کیونکہ اسے غلط سمجھا گیا ہے۔ تم عمر میں جتنے بڑے ہوتے جاتے ہو، یہ خلا بھی بڑا ہوتا جاتا ہے۔ لوگ اپنے ساتھ ہونے سے اتنے خوفزدہ ہیں کہ وہ ہر قسم کی احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو اکیلے تاش کھیلتے دیکھا ہے، دوسرا فریق وہاں ہوتا ہی نہیں ہے۔ انہوں نے ایسے کھیل

ایجاد کر لیے ہیں، جن میں ایک ہی شخص دونوں فریقوں کی طرف سے کھیلتا ہے۔

بہرحال انسان مصروف رہنا چاہتا ہے۔ یہ مصروفیت لوگوں کے ساتھ ہوسکتی ہے، کام میں ہوسکتی ہے...... یہاں کام کے نشئی بھی موجود ہیں، جب ویک اینڈ قریب آتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوجاتے ہیں — وہ سوچتے ہیں کہ ہم کیا کریں گے؟ اگر وہ کچھ نہیں کرتے تو اکیلے ہوجاتے ہیں اور یہ انتہائی اذیت ناک کیفیت ہے۔

تم یہ جان کر حیران ہوگے کہ دنیا میں سب سے زیادہ حادثے ویک اینڈز پر ہوتے ہیں۔ لوگ اپنی کاروں میں تفریحی مقامات کی طرف، سمندر کے ساحلوں کی طرف، پہاڑی مقامات کی طرف ہجوم کرتے ہیں، بمپر سے بمپر ملا ہوتا ہے۔

پہنچنے میں آٹھ یا دس گھنٹے لگتے ہیں اور وہاں کچھ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہجوم تو وہاں آ گیا ہوتا ہے۔ اب ان کے گھر، ان کا پاس پڑوس، ان کا شہر ساحلی تفریح گاہ سے زیادہ پُرسکون ہوتا ہے۔ ہر شخص آ چکا ہے۔ لیکن کوئی مصروفیت......!

لوگ تاش کھیل رہے ہیں، شطرنج کھیل رہے ہیں۔ لوگ گھنٹوں ٹیلی ویژن دیکھ رہے ہیں۔ اوسطاً امریکی دن میں 5 گھنٹے ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں۔ لوگ ریڈیو سن رہے ہیں ......صرف خود سے فرار ہونے کے لیے۔ ان سب سرگرمیوں کا سبب ایک ہی ہے— تنہا نہ ہونا، یہ بہت خوف انگیز ہوتا ہے۔ یہ تصور دوسروں سے لیا گیا ہے۔ کس نے تمہیں بتایا ہے کہ تنہائی ایک خوفناک حالت ہوتی ہے؟

جو لوگ تنہائی کو جان چکے ہیں وہ بالکل مختلف بات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تنہا ہونے سے زیادہ خوبصورت، زیادہ سکون آمیز، زیادہ مسرت انگیز کوئی اور شے نہیں ہے۔

لیکن تم تو ہجوم کی سنتے ہو۔ غلط فہمی میں رہنے والے لوگ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ زرتشت یا گوتم بدھ کی پروا کون کرتا ہے؟ یہ فرد غلط ہوسکتے ہیں، دیوانے ہوسکتے ہیں، خود کو یا تم کو دھوکا دینے والے ہوسکتے ہیں، مگر لاکھوں لوگ غلط نہیں ہوسکتے۔ جبکہ لاکھوں لوگ متفق ہیں کہ کسی فرد کا اپنے ساتھ ہونا زندگی کی بدترین کیفیت ہوتی ہے، یہ جہنم کے مثل ہے۔

تاہم ہر وہ تعلق جو خوف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہو، تنہا ہوجانے کے داخلی جہنم کی وجہ سے قائم ہوگیا ہو، اطمینان بخش نہیں ہوسکتا۔ اس کی تو جڑ ہی مسموم ہے۔ تم اپنی عورت سے محبت نہیں کرتے ہو، تم تو بس اکیلے پن سے بچنے کے لیے اسے استعمال کررہے ہو۔ نہ ہی وہ تم سے محبت کرتی ہے، وہ بھی اسی خوف کی شکار ہے۔ وہ بھی تمہیں اکیلا نہ رہنے کے لیے

استعمال کررہی ہے۔

فطری بات ہے محبت کے نام پر کچھ بھی ہوسکتا ہے — سوائے محبت کے۔ لڑائی جھگڑے ہوسکتے ہیں، بحث وتکرار ہوسکتی ہے، تاہم اکیلا ہونے کو ترجیح دے کر کوئی نہ کوئی شخص موجود ہوتا ہے اور تم اس کے ساتھ مصروف ہوتے ہو، تم اپنے اکیلے پن کو فراموش کرسکتے ہو۔ تاہم محبت ممکن نہیں ہے، کیونکہ محبت کی بنیاد موجود نہیں ہے۔

محبت کبھی خوف سے پیدا نہیں ہوتی۔

تم نے دوسروں سے تعلق قائم کرنے کی جستجو کا کہا ہے — یہ جستجو کچھ نہیں سوائے فرار کے۔ حد تو یہ ہے کہ ننھا سا بچہ بھی کرنے کو کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے، اگر اور کچھ نہیں تو وہ اپنے پیروں کے انگوٹھے چوسنے لگے گا۔ یہ ایک سراسر لایعنی حرکت ہے، یہ بے ثمر حرکت ہے، تاہم یہ ایک مصروفیت ہے۔ وہ کچھ نہ کچھ تو کررہا ہے۔ تم سٹیشنوں، ایئرپورٹوں پر چھوٹے چھوٹے لڑکوں لڑکیوں کو اپنے کھلونا ریچھ (Teddy Bears) اٹھائے ہوئے دیکھتے ہو، وہ ان کے بغیر سو نہیں سکتے۔ تاریکی ان کے اکیلے پن کو مزید خطرناک بنا دیتی ہے۔ ٹیڈی بیئر ایک عظیم ڈھال ہے، کوئی نہ کوئی تو ان کے ساتھ ہے نا! تمہارا بھگوان کچھ نہیں ہے سوائے بالغوں کے ٹیڈی بیئر کے۔

تم جیسے ہو ویسے نہیں جی سکتے۔ تمہارے تعلقات تعلقات نہیں ہوتے ہیں۔ وہ تو غلیظ ہیں۔ تم دوسرے شخص کو استعمال کررہے ہو اور تم مکمل طور پر جانتے ہو کہ دوسرا شخص تمہیں استعمال کررہا ہے۔ کسی شخص کو استعمال کرنا اسے پست کرکے ایک شے بنا دینا ہے۔ تم اس شخص کے لیے احترام کے حامل نہیں ہوتے ہو۔

تم کہہ رہی ہو: ''مزید برآں ہم کسی ایک شخص کے ساتھ خصوصاً قریبی تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

اس کی ایک نفسیاتی وجہ ہے۔ تمہیں ایک ماں، ایک باپ نے پروان چڑھایا ہے۔ اگر تم لڑکے ہو تو تم اپنی ماں سے محبت کرنے لگتے ہو اور تم اپنے باپ سے حسد کرنے لگتے ہو کیونکہ وہ ایک مدمقابل ہوتا ہے۔ اگر تم لڑکی ہو تو تم اپنے باپ سے محبت کرنے لگتی ہو اور تم اپنی ماں سے نفرت کرنے لگتی ہو کیونکہ وہ ایک مدمقابل ہوتی ہے۔ یہ مفروضے نہیں ہیں، اب یہ حقیقتیں بن چکی ہیں، اور ان کا نتیجہ تمہاری ساری زندگی کو المناک بنا دیتا ہے۔ لڑکا عورت کے نمونے کے طور پر اپنی ماں کی شبیہہ لیے پھرتا ہے۔ وہ مسلسل اسی شبیہہ کو ذہن میں نقش

کرتا رہتا ہے۔ وہ صرف ایک عورت کو اتنے قریب سے جانتا ہے۔ اس کا چہرہ، اس کے بال، اس کی حرارت ـــ ہر شے ایک نقش بن جاتی ہے۔ سائنس بھی ٹھیک یہی لفظ استعمال کرتی ہے: وہ تمہاری نفسیات میں ایک نقش بن جاتی ہے۔ ادھر لڑکی کے ساتھ بھی باپ کے حوالے سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

جب تم بالغ ہو جاتے ہو تو تمہیں کسی عورت سے یا کسی مرد سے محبت ہو جاتی ہے اور تم سوچتے ہو "شاید ہم ایک دوسرے کے لیے بنائے گئے ہیں۔" کوئی شخص کسی کے لیے نہیں بنایا گیا ہے۔ تاہم سوال یہ ہے کہ تم ایک خاص شخص کی طرف کیوں مائل ہوتے ہو؟ ایسا تمہارے "نقش" کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ مرد ضرور کسی نہ کسی اعتبار سے تمہارے باپ سے مشابہہ ہوتا ہے۔ وہ عورت ضرور کسی نہ کسی اعتبار سے تمہاری ماں سے مشابہہ ہوتی ہے۔

بے شک کوئی عورت تمہاری ماں کی ہو بہو ہم شکل نہیں ہو سکتی، اور بہر حال تمہیں ماں کی تلاش تو ہے نہیں، تم تو بیوی ڈھونڈ رہے ہو۔ تاہم تمہارے اندر موجود نقش فیصلہ کرتا ہے کہ تمہارے لیے موزوں عورت کون ہے۔ جس لمحے تم اس عورت کو دیکھتے ہو، عقل اور منطق کا سوال ہی نہیں رہتا۔ تمہیں فوراً کشش محسوس ہوتی ہے۔ تمہارا نقش فوری طور پر کام کرنے لگتا ہے ـــ یہ عورت تمہارے لیے ہے، یا یہ مرد تمہارے لیے ہے۔

جہاں تک سمندر کے ساحل پر، مووی ہال میں، باغ میں کبھی کبھی ملاقات کا تعلق ہے تو یہ ٹھیک ہے، کیونکہ تم ایک دوسرے سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہوتے ہو۔ تاہم تم دونوں تو اکٹھے زندگی بسر کرنے کے شدید آرزو مند ہو، تم شادی کرنا چاہتے ہو، اور یہ انتہائی خطرناک قدم ہیں جو محبت کرنے والے اٹھا سکتے ہیں۔

جس لمحے تم شادی کرتے ہو، تم دوسرے شخص کی کلیت سے آگاہ ہونے لگتے ہو، اور تمہیں ہر پہلو پر حیرت ہوتی ہے ـــ "کوئی غلطی ہوگئی ہے، یہ تو وہ عورت نہیں ہے، یہ تو وہ مرد نہیں ہے ـــ" اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس آئیڈیل پر پورا نہیں اترتے جو تم اپنے اندر چھپائے ہوئے ہو۔ مسئلہ اس لیے زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ عورت بھی اپنے باپ کا آئیڈیل اپنے اندر چھپائے ہوئے ہوتی ہے ـــ تم اس پر پورا نہیں اترتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام شادیاں ناکامی سے دوچار ہوتی ہیں۔

چند ایک شادیاں ہی ناکامی سے دوچار نہیں ہوتیں ـــ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہیں ایسی شادیوں سے بچائے جو ناکام ہوتی ہیں، کیونکہ وہ نفسیاتی بیماری ہوتی ہیں۔ دنیا

میں ایسے لوگ موجود ہیں جو سادیت پسند ہیں، یعنی ایسے لوگ جو دوسروں کو اذیت دے کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مساکیت پسند ہیں، یعنی ایسے لوگ جو خود کو اذیت دے کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شوہر اور بیوی ان دو قسموں کے افراد ہوں تو پھر شادی کامیاب ہوگی۔ ایک مساکیت پسند ہے اور دوسرا سادیت پسند ـــ یہ ایک مکمل جوڑا ہے، کیونکہ ایک اذیت سہہ کر لطف اندوز ہوتا ہے اور دوسرا اذیت دے کر۔

تاہم عمومی طور پر یہ دشوار ہوتا ہے کہ پہلے تم اپنے بارے میں جانو کہ تم مساکیت پسند ہو یا سادیت پسند اور پھر دوسرے فرد کو تلاش کرو...... اگر تم عقل مند ہو تو تمہیں کسی نفسیات دان کے پاس جانا اور یہ معلوم کروانا چاہیے کہ تم کون ہو، مساکیت پسند یا سادیت پسند؟ اور اس سے دریافت کرو شاید وہ تمہارے لیے موزوں کسی فرد کا نام پتا بتا سکتا ہو۔

بعض اوقات، محض اتفاقی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک سادیت پسند اور ایک مساکیت پسند کی شادی ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا کے سب سے زیادہ خوش لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی ضرورتوں کو جو پورا کرتے ہیں! تاہم یہ ضرورتیں کس قسم کی ہوتی ہیں؟ وہ دونوں نفسیاتی مریض ہیں اور وہ اذیت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ تاہم اگر ایسا نہ ہو تو ہر شادی ناکام ہو جاتی ہے۔ صرف ایک سادہ سی وجہ: "نقش" مسئلہ ہوتا ہے۔

تم جس بنیادی مقصد کے تحت تعلق قائم کرتے ہو وہ حد تو یہ ہے کہ شادی میں بھی پورا نہیں ہوتا۔ تم تنہا ہونے کی نسبت اپنی بیوی کی معیت میں زیادہ اکیلے ہوتے ہو۔ شوہر اور بیوی کو ایک کمرے میں اکیلا چھوڑ دینا دونوں کے لیے نہایت الم انگیز بات ہے۔

یہ ساری کوشش ـــ خواہ تعلقات قائم کرنا ہو یا بے شمار مصروفیتوں میں رہنا ہو ـــ محض اس تصور سے فرار ہے کہ تم اکیلے ہو۔ میں تم پر بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اسی نقطے پر مراقبہ کرنے والے اور عام انسان جدا ہوتے ہیں۔

عام آدمی اپنے اکیلے پن کو فراموش کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اور مراقبہ کرنے والا اپنی تنہائی سے زیادہ سے زیادہ شناسا ہونے سے شروعات کرتا ہے۔ گزشتہ زمانوں میں وہ دنیا چھوڑ دیا کرتا تھا۔ وہ غاروں کو چلا جاتا، پہاڑوں کو چلا جاتا، جنگلوں میں نکل جاتا ـــ فقط تنہا ہونے کی غرض سے۔ انسان جاننا چاہتا ہے کہ وہ کون ہے۔ ہجوم میں یہ جاننا دشوار ہے۔ ہجوم میں بہت مسائل ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنی تنہائی سے آگاہ ہو جاتے ہیں وہ انسان کے لیے ممکن عظیم ترین نعمت سے آگاہ ہو جاتے ہیں ـــ اس کی وجہ یہ ہے کہ عین تمہاری ہستی ہی مسعود ہے۔

اپنی تنہائی سے ہم آہنگ ہونے کے بعد تم تعلقات قائم کر سکتے ہو۔ تب تمہارے تعلقات تمہارے لیے عظیم ترین مسرتیں مہیا کریں گے' کیونکہ انہوں نے خوف سے جنم نہیں لیا ہوگا۔ اپنی تنہائی کو پا کر تم تخلیق کے اہل ہو جاتے ہو' تم جتنے کاموں میں چاہو حصہ لے سکتے ہو' کیونکہ اس سے تم اپنے آپ سے دور نہیں ہو گے۔ اب یہ مصروفیت تمہارا اظہار ہوگی' اب یہ تمہارے تمام امکانات کا ظہور ہوگی۔

صرف ایک ایسا انسان ہی ___ خواہ وہ تنہا زندگی بسر کرتا ہو یا معاشرے میں رہتا ہو' خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ___ ہمیشہ مسرور' پرسکون' شانت ہوتا ہے۔ اس کی زندگی ایک نغمہ ہوتی ہے' پھولوں کی شگفتگی ہوتی ہے' خوشبو ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے' اسے اپنی خوشبو سے مہکا دیتا ہے۔ تاہم پہلی بنیاد بات اپنی تنہائی سے مکمل طور پر آگاہ ہونا ہے۔

اپنے آپ سے فرار ہونا تم نے ہجوم سے سیکھا ہے۔ چونکہ ہر شخص فرار ہو رہا ہے' لہٰذا تم بھی فرار ہونا شروع ہو جاتے ہو۔ ہر بچہ ہجوم میں پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی نقل کرنے لگتا ہے' جو کچھ دوسرے کر رہے ہوں وہ وہی کچھ کرنے لگتا ہے۔ وہ بھی اسی المناک صورتحال میں پہنچ جاتا ہے' جس میں دوسرے ہوتے ہیں اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ زندگی یہی کچھ ہے۔ یوں زندگی مکمل طور پر رائیگاں چلی جاتی ہے۔ پس میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تنہائی کو غلطی سے اکیلا پن مت سمجھو۔ اکیلا پن یقیناً بیماری ہوتی ہے۔ تنہائی کاملاً تندرستی ہوتی ہے۔

ہم مسلسل ایسی ہی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ زندگی کی معنویت اور اہمیت کو پانے کے لیے تمہارا پہلا اور انتہائی بنیادی قدم یہ ہے کہ اپنی تنہائی میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تمہارا معبد ہے۔ تمہارا خدا یہی رہتا ہے۔ تم اس معبد کو کہیں اور نہیں پا سکتے۔ ڈھونڈنے کو تو تم چاند پر جا سکتے ہو' مریخ پر جا سکتے ہو......

جب تم اپنی ہستی کے انتہائی داخلی مرکز میں داخل ہو جاؤ گے تو تمہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے گا: تم اس قدر مسرت اٹھائے ہوئے ہو' اس قدر نعمتیں' اتنی محبت ...... اور تم اپنے ہی خزانوں سے فرار ہو رہے تھے۔

اپنے خزانوں اور ان کی لامحدودیت سے آگاہ ہو کر تم تعلقات قائم کر سکتے ہو' تخلیق کر سکتے ہو۔ تم لوگوں کو استعمال کرنے کی بجائے انہیں اپنی محبت دے کر لوگوں کی مدد

کر سکتے ہو۔ تم اپنی محبت کے ذریعے لوگوں کو وقار عطا کر سکتے ہو۔ تم ان کے وقار کو برباد نہیں کرو گے۔ تم بغیر کسی کوشش کے انہیں ان کے خزانوں کو پانے میں مدد دے سکتے ہو۔ تم جو کچھ کرو گے' جو کچھ بناؤ گے' اپنی شانتی' اپنا سکون' اپنی رحمتیں ہر ممکن شے تک پھیلا دو گے۔

تاہم اس بنیادی بات کو کوئی خاندان' کوئی معاشرہ' کوئی یونیورسٹی نہیں سکھا سکتا۔ لوگ المناک زندگی گزار رہے ہیں اور اسے یقینی سمجھ لیا گیا ہے۔ ہر شخص الم زدہ ہے' پس اگر تم بھی الم زدہ ہو تو کوئی بڑی بات نہیں ہے' تم ایک استثنا نہیں بن سکتے۔

تاہم میں تمہیں کہتا ہوں: تم ایک استثنا بن سکتے ہو۔ تم نے درست کوشش ہی نہیں کی۔

☆☆☆

عیسائیت کا قول ہے: اپنے ہمسائے سے یوں محبت کرو
جیسے تم خود سے کرتے ہو۔ لیکن اگر میں خود سے ہی محبت نہیں
کرتا تو دوسروں سے کس طرح محبت کر سکتا ہوں؟

پہلی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ تم اپنے آپ سے محبت کرو۔ سخت کرخت مت بنو' نرم ہو جاؤ' گداز ہو جاؤ۔ اپنی پروا کرو' اپنے آپ سے درگزر کرنا سیکھو ___ بار بار ___ سات مرتبہ' ستر مرتبہ' ستر سو ستتر مرتبہ۔

اپنے آپ سے درگزر کرنا سیکھو۔ سخت کرخت مت بنو' اپنے لیے ستم کار مت بنو۔ یوں تم پھولوں کی طرح کھلو گے اور پھولوں کی طرح کھل کر تم کسی دوسرے پھول کو اپنی طرف مائل کرو گے۔ یہ فطری عمل ہے۔ پتھر پتھروں کے لیے کشش رکھتے ہیں' پھول پھولوں کے لیے۔ تب ایک ایسا تعلق قائم ہوگا' جو اپنی شان رکھتا ہوگا' اپنا حسن رکھتا ہوگا' جس میں ایک اپنی رحمت ہوگی۔ اگر تم ایسا تعلق قائم کر لو گے تو تمہارا تعلق ارتقا پا کر عبادت میں ڈھل جائے گا۔ تمہاری محبت وجد و کیف میں ڈھل جائے گی اور محبت کے ذریعے تم جان لو گے کہ خدا کیا ہے۔

❀❀❀

ساتواں باب

تعلق داری

تعلقات قائم کرنا دشوار کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہنوز تم ہو ہی نہیں۔ تمہارے اندر کھوکھلا پن موجود ہے اور یہ خوف کہ اگر تم نے کسی شخص کے ساتھ تعلق قائم کیا تو جلد یا بدیر تم کھوکھلے انسان کے طور پر افشا ہو جاؤ گے۔ لہٰذا لوگوں سے ایک فاصلے پر رہنا ہی محفوظ دکھائی دیتا ہے۔ یوں کم از کم تم دکھاوا تو کر سکتے ہو کہ تم ہو۔

تم ہو نہیں۔ تم نے تو ابھی جنم ہی نہیں لیا ہے، تم تو صرف ایک موقع ہو۔ تم ہنوز ایک آسودگی نہیں ہو — اور صرف دو آسودہ شخص ہی تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ تعلق قائم کرنا زندگی کا عظیم ترین کام ہے: تعلق قائم کرنے کا مطلب محبت کرنا ہے، تعلق قائم کرنے کا مطلب بانٹنا ہے۔ تاہم بانٹنے سے پہلے تمہارے پاس کچھ ہونا ضروری ہے۔ محبت کر سکنے سے پہلے تمہیں لازماً محبت سے معمور ہونا ہوگا، محبت سے چھلکتا ہوا ہونا ہوگا۔

دو بیج تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ وہ بند جو ہوتے ہیں !! دو پھول تعلق قائم کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ کشادہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو اپنی خوشبو بھیج سکتے ہیں۔ وہ ایک ہی دھوپ میں اور ایک ہی ہوا میں رقص کر سکتے ہیں۔ وہ مکالمہ کر سکتے ہیں۔ وہ سرگوشی کر سکتے ہیں۔ تاہم دو بیجوں کے لیے ایسا ممکن نہیں ہے۔ بیج مکمل طور پر بند ہوتے ہیں — روزنوں سے محروم — تعلق کیسے قائم ہو سکتا ہے؟

اور یہ ہے صورتحال۔ انسان بیج کی حیثیت سے جنم لیتا ہے۔ وہ پھول بن سکتا ہے، وہ پھول نہیں بن سکتا۔ اس سب کا انحصار تم پر ہے کہ تم اپنے ساتھ کیا کرتے ہو۔ اس سب کا انحصار تم پر ہے کہ تم نشوونما پاتے ہو یا نہیں۔ یہ تمہارا اپنا انتخاب ہوتا ہے — اور ہر لمحے

انتخاب درپیش ہوتا ہے، تم ہر لمحے صدراہوں (Crossroads) پر ہوتے ہو۔

لاکھوں لوگ نشوونما نہ پانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ بیج ہی رہتے ہیں۔ وہ امکانات ہی رہتے ہیں۔ وہ کبھی حقیقت نہیں بنتے۔ وہ نہیں جانتے کہ اپنی پہچان، اپنے آپ کو جاننا کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنی حقیقت سے آگاہ ہونا نہیں جانتے۔ وہ ہستی کے حوالے سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ بالکل کھوکھلی زندگی جیتے ہیں، وہ بالکل کھوکھلے مر جاتے ہیں۔ وہ کیونکر تعلق قائم کر سکتے ہیں؟

یہ تو اپنے آپ کو عیاں کرنا ہوگا — اپنی عریانیت کو، اپنے بھدے پن کو، اپنے کھوکھلے پن کو۔ ایک فاصلہ رکھنا محفوظ دکھائی پڑتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ محبت کرنے والے بھی فاصلے برقرار رکھتے ہیں، وہ محتاط فاصلے تک قریب آتے ہیں اور چوکس رہتے ہیں کہ کب پلٹ جانا ہے۔ وہ حدیں قائم رکھتے ہیں۔ وہ حدود کو کبھی پار نہیں کرتے۔ وہ اپنی حدوں ہی میں رہتے ہیں۔ ہاں، ایک قسم کا تعلق تو ہوتا ہے، تاہم یہ تعلق قائم کرنا نہیں بلکہ ملکیت قائم کرنا ہوتا ہے۔

خاوند بیوی کا مالک ہوتا ہے، بیوی خاوند کی مالک ہوتی ہے۔ والدین بچوں کے مالک ہوتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تاہم مالک ہونا تعلق قائم کرنا نہیں ہوتا۔ حقیقت میں تو مالک ہونا تعلق قائم کرنے کے تمام امکانات کو برباد کرنا ہوتا ہے۔

اگر تم تعلقات قائم کرو گے تو تم عزت و احترام کرو گے، تم ملکیت نہیں جتا سکو گے۔ اگر تم تعلق قائم کرو گے تو عظیم احترام ہوگا۔ اگر تم تعلق قائم کرو گے تو تم بیحد نزدیک آ جاؤ گے — بہت، بہت، بہت نزدیک، گہری قربت، ایک دوسرے پر محیط ہو جانا! اس کے باوجود دوسرے کی آزادی میں کوئی خلل نہیں پڑے گا۔ دوسرا ہنوز ایک آزاد و خودمختار فرد رہے گا۔ تعلق دو زندہ ہستیوں میں قائم ہوتا ہے، ایک زندہ ہستی اور دوسری بے جان شے میں نہیں۔ ایک دوسرے پر چھانے کا مطلب، آزادی خودمختاری برقرار رہتے ہوئے ایک دوسرے میں سمانا ہے۔

خلیل جبران کہتا ہے:

''دو ستونوں جیسے بنو، جو ایک چھت کو سہارے ہوتے ہیں، لیکن ایک دوسرے پر ملکیت نہیں جتاتے۔ دوسرے کو آزادی و خودمختاری دو۔
ایک ہی چھت کو سہارو — چھت محبت ہے۔''

دو محبت کرنے والے کسی دکھائی نہ دینے والی شے کو، کسی بے انتہا قیمتی شے کو سہارا

دیتے ہیں: ہستی کی کچھ شاعری' اپنی ہستیوں کی گہرائیوں میں سنی ہوئی کچھ موسیقی۔ وہ دونوں اسے سہارا دیتے ہیں' وہ یکساں آہنگ کو سہارا دیتے ہیں' تاہم وہ رہتے آزاد و خودمختار ہی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دوسرے پر کھول سکتے ہیں کیونکہ خوف نہیں ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ ''ہیں''۔ وہ اپنے اندرونی حسن سے آگاہ ہوتے ہیں' وہ اپنی داخلی خوشبو سے آگاہ ہوتے ہیں۔ کوئی خوف نہیں ہوتا۔

تاہم عمومی طور پر خوف موجود ہوتا ہے' کیونکہ تم کسی خوشبو کے حامل نہیں ہو۔ اگر تم اپنے آپ کو کھولو گے تو تم تعفن ہی بکھیرو گے۔ تم حسد' نفرت' غصے' شہوت کا تعفن بکھیرو گے۔ تم محبت' دعا' ہمدردی کی خوشبو کے حامل نہیں ہو۔

لاکھوں لوگ بیج ہی رہنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ کیوں؟ اگر وہ پھول بن سکتے ہیں ہوا میں' دھوپ میں اور چاندنی میں رقص کر سکتے ہیں تو پھر انہوں نے بیج ہی رہنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے؟ ان کے فیصلے میں کچھ نہاں ہے' اور وہ یہ کہ بیج پھول کی نسبت زیادہ محفوظ ہوتا ہے۔ پھول نازک ہوتا ہے' بیج نازک نہیں ہوتا' بیج مضبوط دکھائی دیتا ہے۔ پھول کو بہت آسانی سے برباد کیا جا سکتا ہے۔ بس ایک ذرا زور کی ہوا چلے گی اور پھول کی پتیوں کو اڑا لے جائے گی۔ ہوا بیج کو اتنی آسانی سے برباد نہیں کر سکتی۔ بیج بہت محفوظ ہے۔ پھول کھلا ہوتا ہے — اتنی نازک چیز اور اتنی بہت سی آفتوں کے لیے کھلی! تیز ہوا چل سکتی ہے' موسلا دھار بارش برس سکتی ہے' دھوپ بہت زیادہ تیز ہو سکتی ہے' کوئی احمق انسان پھول کو شاخ سے توڑ سکتا ہے۔ پھول کے ساتھ سب کچھ ہو سکتا ہے' پھول کے ساتھ کچھ بھی کیا جا سکتا ہے' پھول مستقل طور پر خطرے میں ہوتا ہے۔ بیج محفوظ ہوتا ہے' لہٰذا لاکھوں لوگ بیج ہی رہنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ تاہم بیج ہی رہنے کا مطلب ہے مردہ ہی رہنا۔ بیج ہی رہنے کا مطلب ہے زندہ نہ رہنا۔ یقیناً وہ محفوظ ہے' تاہم زندگی سے عاری ہے۔ موت محفوظ ہونے کا نام ہے۔ زندگی غیر محفوظ ہونا ہے۔ جو شخص حقیقتاً زندہ رہنا چاہتا ہے' اسے خطرے میں زندہ رہنا ہوگا' مستقل خطرے میں۔ جو شخص بلند ترین چوٹیوں پر پہنچنا چاہتا ہو اسے کھو جانے کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔ جو شخص دنیا کی بلند ترین چوٹی کو سر کرنا چاہتا ہو' اسے کسی بھی جگہ پھسل جانے' نیچے گر جانے کا خطرہ مول لینا ہی پڑتا ہے۔

آرزو جتنا زیادہ بڑھتی ہے' اتنا ہی زیادہ خطرہ قبول کرنا پڑتا ہے۔ حقیقی انسان خطرے کو اپنے طرزِ زیست کے طور پر قبول کرتا ہے' اپنی نشو و نما کی آب و ہوا کے طور پر قبول

کرتا ہے۔

تم مجھ سے پوچھتے ہو: ''تعلق قائم کرنا اس قدر دشوار کیوں ہے؟'' یہ اس لیے مشکل ہے کیونکہ ہنوز تم ہو ہی نہیں۔ پہلے وجود میں آؤ۔ ہر شے اس کے بعد ممکن ہوتی ہے: پہلے وجود میں آؤ۔

یسوع اس بات کو اپنے انداز میں کہتے ہیں: ''پہلے تم خود کو' خداوند کی بادشاہت کو تلاشو' پھر سب کچھ تمہیں مل جائے گا۔'' یہ اسی بات کا ایک پرانا اظہار ہے جو کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں: پہلے وجود میں آؤ' پھر سب کچھ تمہیں مل جائے گا۔

''ہونا'' بنیادی تقاضا ہے۔ اگر تم ہو' تو نتیجے میں جرأت پیدا ہو گی۔ اگر تم ہو تو ایڈونچر کی عظیم خواہش' دریافت کی خواہش' ابھرے گی — اور جب تم دریافت کرنے پر تیار ہوتے ہو تب تم تعلق قائم کرنے پر قادر ہوتے ہو۔ تعلق قائم کرنا دریافت کرنا ہے — دوسرے کے شعور کو دریافت کرنا' دوسرے کے علاقے کو دریافت کرنا۔ تاہم جب تم دوسرے کے علاقے کو دریافت کرتے ہو تو تمہیں دوسرے کو اجازت دینا ہو گی اور اس کا خیر مقدم کرنا ہو گا کہ وہ بھی تمہیں دریافت کرے۔ یہ یکطرفہ ٹریفک نہیں ہو سکتی۔ تم دوسرے کو صرف تبھی دریافت کرنے کی اجازت دے سکتے ہو جب تم اپنے اندر کوئی شے' کوئی خزانہ رکھتے ہو۔ تب کوئی خوف نہیں ہوتا ہے۔ حقیقت میں تم مہمان کو مدعو کرتے ہو' مہمان کو گلے لگاتے ہو' تم اسے اندر بلاتے ہو' تم اس کا اندر آنا چاہتے ہو۔ تم اسے وہ کچھ دکھانا چاہتے ہو جو تم نے اپنے اندر دریافت کیا ہے' تم اسے بانٹنا چاہتے ہو۔

پہلے وجود میں آؤ' تب تم تعلق قائم کر سکتے ہو — اور یاد رکھو' تعلق قائم کرنا خوبصورت عمل ہوتا ہے۔ رشتہ ایک مکمل طور پر مختلف مظہر ہے' رشتہ ایک مردہ شے ہے' جامد۔ ایک نقطہ اختتام آ چکا ہے۔ تم نے ایک عورت سے شادی کر لی ہے' ایک نقطۂ اختتام آ چکا ہے۔ اب صرف چیزیں زوال کی طرف جائیں گی۔ تم حد کو پہنچ چکے ہو' اب مزید ارتقا نہیں ہونا۔ دریا کی روانی تھم چکی ہے اور اب وہ ایک جھیل بن رہا ہے۔ رشتہ پہلے سے موجود ایک شے ہے' مکمل۔

تعلق قائم کرنا ایک جاری عمل ہوتا ہے۔ رشتوں سے گریز کرو اور تعلق قائم کرنے کے جاری عمل میں زیادہ سے زیادہ جذب ہو جاؤ۔

میرا زور افعال (Verbs) پر ہے' اسما (Nouns) پر نہیں۔ جتنا ممکن ہو اسما سے گریز

کرو۔ میں جانتا ہوں کہ زبان میں تم ان سے گریز نہیں کر سکتے' تاہم زندگی میں گریز کرو۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی ایک فعل (Verb) ہے۔ زندگی اسم (Noun) نہیں ہے' درحقیقت یہ ''زندگی'' نہیں ''زندہ رہنا'' ہے۔ یہ ''محبت'' نہیں ''محبت کرنا'' ہے۔ یہ ''رشتہ'' نہیں ''تعلق قائم کرنا'' ہے۔ یہ گانا نہیں ہے' گانا گانا ہے۔ یہ رقص نہیں ہے' رقص کرنا ہے۔

فرق کو دیکھو' فرق کو سمجھو۔ رقص ایک مکمل شے ہے' نوک پلک سنواری جا چکی ہے اور اب کرنے کو کچھ نہیں ہے۔ مکمل شے مردہ ہوتی ہے۔ زندگی کسی فل سٹاپ سے آشنا نہیں ہوتی۔ کامے (Commas) تو چل جاتے ہیں لیکن فل سٹاپ ۔۔۔ بالکل نہیں۔ آرام گاہیں تو ٹھیک ہے مگر منزلیں نہیں۔

یہ سوچنے کی بجائے کہ تعلق کیسے قائم کیا جائے' اولین تقاضے کو پورا کرو: مراقبہ کرو' ہوؤ اور پھر تعلق خودبخود قائم ہونے لگیں گے۔ جو شخص شانت ہو جاتا ہے' جس کی توانائیاں چھلکنے لگتی ہیں' وہ ایک پھول بن جاتا ہے' اسے تعلق قائم کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ کوئی ایسی شے نہیں جسے سیکھنا پڑے' یہ تو وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے تعلق قائم کرتا ہے' وہ جانوروں سے تعلق قائم کرتا ہے' وہ درختوں سے تعلق قائم کرتا ہے' حد تو یہ ہے کہ وہ چٹانوں سے تعلق قائم کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ دن کے چوبیس گھنٹے تعلق قائم کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ زمین پر چل رہا ہے تو وہ زمین سے تعلق قائم کر رہا ہے...... اس کے پاؤں زمین کو چھو رہے ہیں' وہ تعلق قائم کر رہا ہے۔ اگر وہ دریا میں تیر رہا ہے تو وہ دریا سے تعلق قائم کر رہا ہے۔ اور اگر وہ ستاروں کو دیکھ رہا ہے تو وہ ستاروں سے تعلق قائم کر رہا ہے۔

یہ کسی شخص سے خاص طور پر تعلق قائم کرنے کا سوال نہیں ہے۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اگر تم ہو تو تمہاری ساری زندگی تعلق قائم کرنے کے عمل میں ڈھل جاتی ہے۔ یہ مستقل نغمہ ہوتی ہے' ایک مستقل رقص' دریا جیسا بہاؤ۔

مراقبہ کرو' پہلے اپنے مرکز کو پاؤ کسی دوسرے شخص سے تعلق قائم کرنے سے پہلے اپنے ساتھ تعلق قائم کرو۔ یہ بنیادی تقاضا ہے' جسے پورا کرنا ہوگا۔ اس کو پورا کیے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کو پورا کر دو تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔

☆☆☆

کیا آپ ہماری موجودہ بیویوں' شوہروں اور محبوبوں کے بارے میں بات کرنا پسند کریں گے۔ ہمیں کب تک انہیں برقرار رکھنا چاہیے اور کب انہیں مایوس کن یا۔۔۔ تباہ کن سمجھ کر ترک کر دینا چاہیے؟

تعلق ایک اسرار ہوتا ہے' اور چونکہ یہ دو اشخاص کے درمیان وجود رکھتا ہے اس لیے اس کا انحصار دونوں پر ہوتا ہے۔

جب کبھی دو اشخاص ملتے ہیں' ایک نئی دنیا تخلیق ہو جاتی ہے۔ صرف ان کے ملنے سے ایک نیا مظہر وجود میں آ جاتا ہے۔۔۔ جو کہ پہلے نہیں تھا' جو کہ پہلے کبھی موجود نہیں تھا۔ اس نئے مظہر کے وسیلے سے دونوں اشخاص تبدیل ہو جاتے ہیں' ان کی قلب ماہیئت ہو جاتی ہے۔

تعلق نہیں تھا تو تم ایک شے تھے' تعلق قائم ہوا تو تم فی الفور چیزے دیگر بن گئے۔ ایک نئی شے وجود پذیر ہوگئی ہے۔ جو عورت محبت کرنے لگتی ہے وہ پہلے والی عورت نہیں رہتی۔ جو مرد محبت کرنے لگتا ہے وہ پہلے والا مرد نہیں رہتا۔ ایک بچہ ہوتا ہے' مگر ہم ایک نکتہ مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جس لمحے بچہ پیدا ہوتا ہے' ماں بھی جنم لیتی ہے۔ وہ پہلے کبھی وجود نہیں رکھتی تھی۔ عورت موجود تھی' مگر ماں موجود نہیں۔ ماں ایک بالکل نئی شے ہوتی ہے۔

تم تعلق کو تخلیق کرتے ہو' مگر پھر' اپنی باری پر تعلق تمہیں تخلیق کرتا ہے۔ دو اشخاص ملتے ہیں' اس کا مطلب ہے دو دنیائیں ملتی ہیں۔ یہ کوئی سادہ سی بات نہیں' یہ بڑی پیچیدہ بات ہے' سب سے پیچیدہ۔ ہر شخص' مرد یا عورت' اپنی ذات میں ایک دنیا ہے' طویل ماضی اور ابدی مستقبل کا حامل ایک پیچیدہ اسرار۔

ابتدا میں صرف محیط ملتے ہیں۔ تاہم اگر تعلق قریبی ہو جائے' زیادہ گہرا ہو جائے تو پھر دھیرے دھیرے مراکز ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جب مراکز ملتے ہیں تو اسے محبت کہتے ہیں۔

جب محیط ملتے ہیں تو وہ شناسائی ہوتی ہے۔ تم اس شخص کو باہر سے چھوتے ہو' صرف حد پر سے چھوتے ہو' یہ شناسائی ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم اپنی شناسائی کو اپنی محبت کہنا شروع کر دیتے ہو۔ تب تم مغالطے میں ہوتے ہو۔ شناسائی محبت نہیں ہوتی ہے۔

محبت بڑی کمیاب ہے۔ کسی شے سے اس کے مرکز میں ملنا خود ایک انقلاب سے گزرنا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم کسی شخص سے اس کے مرکز میں ملنا چاہتے ہو تو تمہیں

بھی اس شخص کو اپنے مرکز تک رسائی پانے کی اجازت دینا ہوگی۔ تمہیں بھی کشادہ ہونا پڑے گا، مکمل طور پر کشادہ۔

یہ خطرانگیز ہوتا ہے۔ کسی شخص کو اپنے مرکز تک رسائی کی اجازت دینا خطرانگیز ہوتا ہے، کیونکہ تمہیں بالکل پتا نہیں ہوتا کہ وہ شخص تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ جب ایک مرتبہ تمہارے سارے رازوں سے کوئی واقف ہو جاتا ہے، جب ایک مرتبہ تمہاری پوشیدگی کو عیاں کر دیا جاتا ہے، جب ایک مرتبہ تمہیں مکمل طور پر افشا کر دیا جاتا ہے تو دوسرا شخص تمہارے ساتھ کیا کرے گا، تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔ خوف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم کبھی نہیں کھلتے ہیں۔

محض شناسائی، اور ہم سوچتے ہیں کہ محبت ہوگئی ہے۔ محیط ملتے ہیں، اور ہم سوچتے ہیں کہ ہم ملے ہیں۔ تم اپنا محیط نہیں ہو۔ حقیقت میں محیط تو وہ حد ہے جہاں تم ختم ہوتے ہو اور دنیا شروع ہوتی ہے۔

پس سمجھنے کی پہلی بات یہ ہے: شناسائی کو محبت مت تصور کرو۔ ہوسکتا ہے تم جنسی عمل کر رہے ہو، ہوسکتا ہے تم جنسی تعلق قائم کر رہے ہو، تاہم جنس ہمیشہ محیط پر ہوتی ہے۔ جب تک مراکز نہیں ملتے، جنس صرف دو جسموں کا ملاپ رہتی ہے۔ جنس بھی شناسائی ہی رہتی ہے — جسمانی، طبعی ملاپ، تاہم ہنوز شناسائی۔

تم کسی شخص کو اپنے مرکز میں داخل ہونے کی اجازت صرف تبھی دے سکتے جب تم خوفزدہ نہیں ہوتے ہو، جب تم خوف سے بھرے ہوئے ہوتے ہو۔

پس میں تمہیں کہتا ہوں کہ زندگی کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک خوف اساس ہوتی ہے، دوسری محبت اساس۔ خوف اساس زندگی تمہیں کبھی گہرے تعلق تک نہیں لے جاتی۔ تم خوفزدہ رہتے ہو، اور دوسرے کو اجازت نہیں دے سکتے، اپنے عین مرکز تک رسائی پانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ تم ایک حد تک تو دوسرے کو اجازت دیتے ہو، اور پھر دیوار سامنے آجاتی ہے اور ہر شے رک جاتی ہے۔

محبت اساس شخص مذہبی شخص ہوتا ہے۔ محبت اساس شخص کا مطلب ایسا شخص ہوتا ہے جو مستقبل سے خوفزدہ نہں ہوتا، ایسا شخص جو نتیجے سے خوفزدہ نہیں ہوتا جو حال میں لمحۂ موجود میں جیتا ہے۔

نتیجے کی فکر مت کرو۔ یہ تو خوف اساس ذہن ہوتا ہے، جو نتیجے کی فکر کرتا ہے۔ یہ

مت سوچو کہ کیا ہوگا۔ بس حال میں جیو اور مکمل طور پر عمل کرو۔ حساب کتاب مت کرو۔ خوف اساس ذہن ہمیشہ حساب کرتا، منصوبہ سازی، انتظامات، تحفظات کرتا رہتا ہے۔ اس کی ساری زندگی یونہی اکارت چلی جاتی ہے۔

میں نے ایک قدیم زین درویش کے بارے میں سنا ہے۔ وہ قریب المرگ تھا۔ آخری دن آچکا تھا اور اس نے اعلان کر دیا تھا کہ اس شام وہ مزید نہیں ہوگا۔ پس پیروکار، چیلے اور دوست آنے لگے۔ اس کے بہت سے چاہنے والے تھے۔ وہ سب آنا شروع ہو گئے۔ لوگ دور و قریب سے آکر جمع ہونے لگے۔

جب اس کے ایک پرانے چیلے نے سنا کہ گرو قریب المرگ ہے تو وہ بازار کی طرف دوڑا۔ کسی نے پوچھا: ''گرو تو اپنے جھونپڑے میں مر رہا ہے، تم بازار کیوں جا رہے ہو؟'' اس پرانے چیلے نے جواب دیا: ''میں جانتا ہوں کہ میرے گرو کو ایک خاص قسم کا کیک بہت پسند ہے پس میں وہ کیک خریدنے جا رہا ہوں۔''

کیک ملنا دشوار تھا، کیونکہ اس کا رواج نہیں رہا تھا، تاہم شام تک اس نے کسی نہ کسی طور بندوبست کر ہی لیا۔ وہ کیک لیے دوڑتا ہوا آیا۔

ادھر ہر شخص فکرمند تھا — ایسا لگتا تھا جیسے گرو کو کسی کا انتظار ہو۔ وہ اپنی آنکھیں کھولتا اور دیکھتا اور دوبارہ آنکھیں میچ لیتا۔ جب وہ چیلا آیا تو وہ بولا: ''خوب، تم آ ہی گئے۔ کیک کہاں ہے؟'' چیلے نے کیک پیش کیا — اور وہ بہت خوش تھا کہ گرو نے کیک کا پوچھا تھا۔

مرتے ہوئے گرو نے کیک تھاما مگر اس کا ہاتھ کانپ نہیں رہا تھا وہ بہت ہی بوڑھا تھا، مگر اس کا ہاتھ کانپ نہیں رہا تھا۔ پس کسی نے پوچھا: ''آپ دہلیز پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آخری سانس بھی نکلنے ہی والا ہے مگر آپ کا ہاتھ کانپ نہیں رہا؟''

گرو نے کہا: ''میں کبھی نہیں کانپتا، کیونکہ کوئی خوف نہیں ہے۔ میرا جسم تو بوڑھا ہو گیا ہے، مگر میں ہنوز جوان ہوں اور میں جوان رہوں گا، تب بھی جب یہ جسم چلا گیا ہوگا۔''

پھراس نے کیک کا ٹکڑا دانتوں سے کاٹا اور مزے لے لے کر کھانے لگا۔ تب کسی نے پوچھا: ''گرو دیو! آپ کا آخری پیغام کیا ہے؟ آپ جلد ہی ہمیں چھوڑنے والے ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں کہ ہم کیا یاد رکھیں؟''

گرو مسکرایا اور بولا: ''آہا' یہ کیک بہت مزیدار ہے!''

یہ ہے ایک ایسا آدمی جو لمحۂ موجود میں زندہ رہتا ہے: ''یہ کیک بہت مزیدار ہے!'' حتیٰ کہ موت تک غیر متعلق ہو جاتی ہے۔ اگلا لمحہ بے معنی ہوتا ہے۔ اس لمحے یہ کیک مزیدار ہے۔ اگر تم اس لمحے میں' لمحۂ موجود میں' اس حالتِ حال میں' اس فراوانی میں ہو سکتے ہو تو صرف تبھی تم محبت کر سکتے ہو۔

محبت ایک نایاب پھول کا کھلنا ہے۔ یہ شاذ ہی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ لاکھوں لوگ اس جھوٹے رجحان میں جیئے چلے جارہے ہیں کہ وہ محبت کرنے والے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ وہ محبت کرتے ہیں' لیکن یہ صرف انہیں کا یقین ہے۔ محبت کا پھول تو شاذ ہی کھلتا ہے۔ یہ شاذ ہی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کمیاب ہے کیونکہ یہ اسی وقت وقوع پذیر ہو سکتی ہے جب کوئی خوف نہیں ہو' اس سے پہلے کبھی نہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ محبت صرف ایک گہرائی تک روحانی' مذہبی شخص پر رونما ہو سکتی ہے۔ جنس سب کے لیے ممکن ہے' شناسائی ہر کسی کے لیے ممکن ہے' محبت نہیں۔

جب تم خوفزدہ نہیں ہوتے تو چھپانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا' تب تم کشادہ ہو سکتے ہو' تب تم سب حدیں ختم کر سکتے ہو۔ تب تم دوسرے کو اپنے مرکز تک رسائی کی اجازت دے سکتے ہو یاد رکھو' اگر تم کسی شخص کو اپنے اندر گہرائی تک اترنے کی اجازت دو گے تو دوسرا شخص — مرد یا عورت — بھی تمہیں اپنے اندر اترنے کی اجازت دے دے گا کیونکہ جب تم کسی شخص کو اپنے اندر اترنے کی اجازت دیتے ہو تو بھروسہ جنم لیتا ہے۔ جب تم خوفزدہ نہیں ہوتے' تو دوسرا بھی خوف سے نجات پا جاتا ہے۔

تمہاری محبت میں خوف ہی خوف بھرا ہوا ہے۔ شوہر بیوی سے خوفزدہ ہے' بیوی شوہر سے خوفزدہ ہے۔ محبت کرنے والے ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ یوں یہ محبت نہیں ہوتی ہے۔ یوں یہ محض دو ایک دوسرے پر انحصار کرنے والے خوفزدہ اشخاص کا ایک بندوبست ہوتا ہے' لڑتے ہوئے' استحصال کرتے ہوئے' غصب کرتے ہوئے' قبضہ جماتے ہوئے' غلبہ

پاتے ہوئے' ملکیت جتاتے ہوئے — تاہم یہ محبت نہیں ہوتی۔

اگر تم محبت کو وقوع پذیر ہونے کی اجازت دے سکتے ہو تو پرارتھنا کی ضرورت نہیں رہتی' مراقبے کی ضرورت نہیں رہتی' کسی چرچ کی' کسی مندر کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر تم محبت کر سکتے ہو تو تم بھگوان کو مکمل طور پر فراموش کر سکتے ہو — اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت کے وسیلے سے تم پر ہر شے وارد ہو گی: مراقبہ' پرارتھنا' بھگوان' جب یسوع کہتے ہیں ''محبت خداوند ہے'' تو ان کا مطلب یہی ہوتا ہے۔

تاہم محبت دشوار ہے۔ خوف کو ترک کرنا ہوتا ہے۔ یہ چیز عجیب ہے کہ تم اتنے خوفزدہ ہو' حالانکہ کھونے کو کچھ بھی تو نہیں ہے۔

کبیر نے کہا تھا:

''میں لوگوں میں جھانکتا ہوں۔ وہ بہت خوفزدہ ہیں' تاہم میں نہیں دیکھ سکتا کہ وہ کیوں خوفزدہ ہیں' کیونکہ ان کے پاس کھونے کو کچھ بھی تو نہیں ہے۔''

کبیر کہتا ہے:

''وہ اس شخص کے جیسے ہیں جو عریاں ہے' لیکن نہانے کے لیے دریا میں کبھی نہیں اترتا' کیونکہ وہ خوفزدہ ہوتا ہے — کہ وہ اپنے کپڑے کہاں سکھائے گا؟''

تمہاری حالت بھی ایسی ہی ہے — عریاں' بے لباس' مگر لباس کے بارے میں ہمیشہ خوفزدہ۔

تمہارے پاس کھونے کو ہے ہی کیا؟ کچھ بھی تو نہیں۔ اس جسم کو موت لے جائے گی۔ اس سے پہلے کہ موت اسے لے جائے' اسے محبت کے حوالے کر دو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے' لے لیا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ اسے لے لیا جائے' کیوں نہ اسے بانٹ لیا جائے؟ اسے ملکیت میں رکھنے کا یہی واحد طریقہ ہے۔ اگر تم بانٹ اور دے سکتے ہو تو تم آقا ہو۔ اسے تو لے لیا جانا ہے۔ کچھ بھی ایسا نہیں ہے جسے تم ہمیشہ ہمیشہ رکھ سکو۔ موت ہر شے کو فنا کر دے گی۔

پس اگر تم درست طور پر مجھے سمجھتے ہو تو کشمکش موت اور زندگی کے درمیان ہے۔ اگر تم دے سکتے ہو تو موت نہیں ہو گی۔ اس سے پہلے کہ تم سے ہر شے لے لی جائے' تم اسے

پہلے ہی دے چکے ہو گے' تم اسے تحفہ بنا چکے ہو گے۔ یوں موت وارد نہیں ہو سکتی۔

ایک محبت کرنے والے کے لیے کوئی موت نہیں ہوتی۔ محبت نہ کرنے والے کے لیے ہر لمحہ ایک موت ہوتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر لمحہ اس سے کوئی شے چھینی جا رہی ہوتی ہے۔ جسم معدوم ہو رہا ہے' وہ ہر لمحہ کھو رہا ہے' اور یوں موت وارد ہو گی اور ہر شے مٹ جائے گی۔

خوف کیا ہے؟ تم اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟ اگر تمہارے حوالے سے ہر شے معلوم ہو جائے اور تم کھلی کتاب بن جاؤ' تو خوف کیوں؟ اس سے تمہیں نقصان کیونکر ہو سکتا ہے؟ محض جھوٹے تصورات' محض معاشرے کی تھوپی ہوئی سوچیں' کہ تمہیں پوشیدہ رہنا ہو گا' کہ تمہیں اپنا تحفظ کرنا ہو گا' کہ تمہیں ہمیشہ جنگجویانہ موڈ میں رہنا ہو گا' کہ ہر شخص دشمن ہے' کہ ہر شے تمہارے خلاف ہے۔

کوئی شخص نہیں ہے تمہارے خلاف! حتیٰ کہ اگر تم یہ محسوس کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے خلاف ہے تو وہ بھی تمہارے خلاف نہیں ہے — اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کو بس اپنے ساتھ دلچسپی ہے' تمہارے ساتھ نہیں۔ خوفزدہ ہونے کو کچھ نہیں ہے۔ ایک حقیقی تعلق کے وجود پذیر ہو سکنے سے پہلے تمہیں اس حقیقت کا ادراک کرنا ہو گا۔ خوفزدہ ہونے کو کچھ نہیں ہے۔

اس پر مراقبہ کرو۔ تب دوسرے کو اپنے اندر داخل ہونے کی اجازت دو' دوسرے کو اپنے اندر داخل ہونے کی دعوت دو۔ کہیں کوئی حد مت قائم کرو۔ ایک ہمیشہ کھلا ہوا راستہ بن جاؤ' تم پر کوئی قفل نہیں' کوئی دروازہ نہیں' تم میں کوئی بند دروازہ نہیں ہو۔ محبت تب ممکن ہے۔

جب دو مراکز ملتے ہیں' محبت ہوتی ہے۔ محبت ایک کیمیا ہے — بالکل ایسے جیسے ہائیڈروجن اور آکسیجن ملتے ہیں تو ایک نئی چیز پانی بن جاتی ہے۔ تم ہائیڈروجن کے حامل ہو سکتے ہو' تم آکسیجن کے حامل ہو سکتے ہو' لیکن اگر تم پیاسے ہو تو یہ بیکار ہوں گے۔ تم جتنا چاہو آکسیجن کے حامل ہو سکتے ہو' جتنا چاہو ہائیڈروجن کے حامل ہو سکتے ہو' لیکن پیاس نہیں مٹے گی۔

جب دو مراکز ملتے ہیں تو ایک نئی چیز تخلیق ہو جاتی ہے۔ وہ نئی چیز محبت ہوتی ہے یہ پانی کے مماثل ہے' جنم جنم کی پیاس مٹ جاتی ہے۔ دفعتاً تم آسودہ ہو جاتے ہو۔ یہ ہے محبت کی دکھائی دینے والی علامت۔ تم یوں آسودہ ہو جاتے ہو گویا تم نے ہر شے حاصل کر لی ہے۔ اب پانے کو کچھ نہیں رہا۔ تم منزل پر پہنچ چکے ہو۔ اب مزید کوئی منزل نہیں ہے۔ تقدیر

کا لکھا پورا ہو گیا ہے۔ بیج پھول بن گیا ہے' مکمل طور پر کھل چکا ہے۔

گہری آسودگی محبت کی دکھائی دینے والی علامت ہے۔ جب کبھی کوئی شخص محبت میں ہوتا ہے' وہ گہری آسودگی میں ہوتا ہے۔ محبت کو دیکھا نہیں جا سکتا ہے' تاہم آسودگی' گہرا اطمینان محبت کرنے والے کے ہر طرف دیکھا جا سکتا ہے...... اس کا ہر سانس' ہر حرکت' اس کی ہستی — آسودہ ہوتی ہے۔

ہو سکتا ہے تمہیں حیرت ہوتی ہو' جب میں کہتا ہوں کہ محبت تمہیں خواہشوں سے خالی کر دیتی ہے۔ خواہش بے اطمینانی' ناآسودگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ تم اس لیے خواہش کرتے ہو کیونکہ تمہارے پاس کچھ ہوتا نہیں ہے۔ تم اس لیے خواہش کرتے ہو کیونکہ تم سوچتے ہو کہ اگر تمہارے پاس کچھ ہو گا تو وہ تمہیں آسودگی عطا کرے گا۔ خواہش ناآسودگی سے جنم لیتی ہے۔

جب محبت ہوتی ہے اور دو مراکز مل چکے ہوتے ہیں اور گھل چکے ہوتے ہیں اور جذب ہو چکے ہوتے ہیں اور ایک نئی کیمیائی صفت جنم لے چکی ہوتی ہے تو آسودگی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ یہ ایسے ہے گویا پوری ہستی تھم چکی ہو — کوئی حرکت نہیں۔ تب لمحۂ موجود واحد لمحہ ہوتا ہے۔ تب تم کہہ سکتے ہو "آہا' یہ کیک بہت مزیدار ہے!" حد تو یہ ہے کہ محبت کرنے والے شخص کے لیے موت بھی بے معنی ہو جاتی ہے۔

پس میں تمہیں کہتا ہوں' محبت تمہیں خواہشوں سے خالی کر دیتی ہے۔ بے خوف ہو جاؤ' خوف پرے پھینک دو' کشادہ ہو جاؤ۔ کسی مرکز کو اپنے اندر مرکز میں ملنے دو۔ اس کے وسیلے سے تم دوبارہ جنم لو گے' ہستی کی ایک نئی صفت وجود میں آئے گی۔ ہستی کی وہ صفت کہتی ہے "یہ بھگوان ہے۔" بھگوان تکرار نہیں ہے' وہ تو ایک آسودگی ہے' آسودگی کا احساس ہے۔

شاید تم نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ جب کبھی تم ناآسودہ ہوتے ہو' تم بھگوان کا انکار کرنا چاہتے ہو۔ جب کبھی تم بے اطمینان ہوتے تو تمہارا سارا وجود کہنا چاہتا ہے: "کوئی بھگوان نہیں ہے۔" دہریت نے منطق سے جنم لیا ہے' اس نے ناآسودگی سے جنم لیا ہے۔ تم اپنے آپ کو منطقی بنا سکتے ہو — یہ ایک دوسری بات ہے۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم اس لیے دہریئے ہو کیونکہ تم ناآسودہ ہو۔ تم یہ کہہ سکتے ہو: "کوئی بھگوان نہیں ہے اور میں اس کے ثبوت رکھتا ہوں۔" تاہم یہ سچ نہیں ہے۔

اگر تم آسودہ ہو تو دفعتاً تمہاری ہستی کہتی ہے: "بھگوان ہے۔" دفعتاً تم اسے محسوس

کرتے ہو! ساری کائنات الوہی بن جاتی ہے۔ اگر محبت ہو تو تم پہلی مرتبہ محسوس کرتے ہو کہ کائنات الوہی ہے اور ہر شے ایک نعمت ہے۔ تاہم ایسا ہونے سے پہلے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے بہت کچھ تباہ کرنا پڑتا ہے۔ تمہیں اپنے اردگرد کھڑی کی ہوئیں ساری حدوں کو توڑنا پڑتا ہے۔

محبت کو سادھنا بنا لو' ایک اندرونی نظم۔ اسے محض ایک بے قدر شے مت سمجھو۔ اسے محض ذہن پر ایک تسلط مت بننے دو۔ اسے صرف ایک جسمانی آسودگی مت بننے دو۔ اسے ایک داخلی تلاش بنا لو اور دوسرے شخص کو ایک مددگار' ایک دوست سمجھو۔

اگر تم نے تانترا کے بارے میں کبھی کچھ سنا ہے تو تم جانتے ہو گے کہ تانترا کہتی ہے: اگر تم کوئی دوست' کوئی ساتھی' کوئی مرد یا عورت ایسا پا لیتے ہو جو داخلی مرکز تک جانے میں تمہاری رفاقت پر راضی ہو' جو تمہارے ساتھ تعلق کی انتہائی بلندیوں تک جانے پر آمادہ ہو تو یہ تعلق مراقباتی بن جائے گا۔ تب اس تعلق کے وسیلے سے تم مطلق تعلق کو پا لو گے۔ تب دوسرا محض ایک دروازہ بن جاتا ہے۔

ذرا مجھے اس کی وضاحت کرنے دو: اگر تم کسی شخص سے محبت کرتے ہو تو دھیرے دھیرے پہلے اس شخص کا محیط معدوم ہوتا ہے' اس شخص کی صورت معدوم ہو جاتی ہے۔ تم بے صورت سے' داخلی سے زیادہ سے زیادہ مربوط ہوتے جاتے ہو۔ دھیرے دھیرے صورت بیکار ہوتی ہے اور پھر معدوم ہو جاتی ہے۔ اگر تم گہرائی میں جاتے ہو تو یہ بے صورت فرد بھی معدوم ہونا اور کھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ تب ماورا کشادہ ہو جاتا ہے۔ یوں وہ خاص فرد محض ایک دروازہ ہوتا ہے۔ تم اپنے محبوب کے وسیلے سے الوہی ہستی کو پا لیتے ہو۔

چونکہ ہم محبت نہیں کر سکتے' اس لیے ہمیں دھرم کی بہت زیادہ رسومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ متبادل ہیں اور بہت ناقص متبادل......

تاہم پہلی جھلک کسی فرد کے وسیلے سے آتی ہے۔ آفاقی ہستی سے رابطے میں ہونا دشوار ہے۔ وہ بہت بڑی ہے' بہت وسیع ہے' بے آغاز' بے انجام ہے۔ کہاں سے آغاز کیا جائے؟ کہاں سے اس میں داخل ہوا جائے؟ فرد دروازہ ہے۔ محبت کرو۔

اسے کشمکش مت بناؤ۔ اسے دوسرے کے لیے ایک عمیق اجازت بنا دو' فقط اک بلاوا۔ دوسرے کو بغیر کسی شرط کے اپنے اندر داخل ہونے کی اجازت دو۔ دفعتاً دوسرا معدوم ہو جاتا ہے اور بھگوان سامنے ہوتا ہے۔ اگر تمہارا محبوب یا محبّ الوہی نہیں بنتا تو اس دنیا میں کوئی

شے الوہی نہیں بن سکتی۔ تب تمہاری ساری دھرم کی باتیں بیکار ہیں۔

محبت ایک بچے کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کسی جانور کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے' تمہارے کتے کے ساتھ۔ اگر تم کسی کتے کے ساتھ گہرا تعلق قائم کر سکتے ہو تو یہ وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔ پس صرف مرد یا عورت کا سوال نہیں ہے۔ یہ ہے الوہیت کا عمیق ترین سرچشمہ' اور یہ تم تک فطری طور پر پہنچتا ہے' تاہم یہ ہر کہیں سے وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ بنیادی رمز یہ ہے کہ تمہیں دوسرے کو اپنے عمیق ترین مرکز تک رسائی پانے کی اجازت دینی چاہیے' اپنی ہستی کی عین بنیاد تک۔

تاہم ہم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ ہم محبت کر رہے ہیں۔ اگر تم سوچتے ہو کہ تم محبت کر رہے ہو تو محبت کے رونما ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے — کیونکہ اگر یہ محبت ہے تو ہر شے بند ہے۔ نئی کوششیں کرو۔ دوسرے کے اندر پوشیدہ حقیقی ہستی کو پانے کی کوشش کرو۔ کسی کو یونہی مت لو۔ ہر فرد ایک ایسا اسرار ہے کہ اگر تم اس کے اندر ہی اندر اترتے ہو تو وہ لامحدود ہوتا ہے۔

لیکن ہم دوسرے سے اکتا جاتے ہیں — کیونکہ وہ محض محیط' اور ہمیشہ محیط ہوتا ہے۔

میں نے ایک شخص کی کہانی پڑھی ہے۔ وہ بہت بیمار تھا اور اس نے ہر طرح کا علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ تب وہ ایک ہپناٹسٹ کے پاس گیا۔ ہپناٹسٹ نے اسے ایک منتر بتایا اور کہا کہ اسے مسلسل دہراتا رہے۔ منتر تھا: ''میں بیمار نہیں ہوں۔'' وہ صبح شام' دن کے ہر لمحے یہی منتر دہراتا رہتا: ''میں بیمار نہیں ہوں۔ میں بیمار نہیں ہوں۔'' چند ہی دنوں میں اس کی صحت بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ چند ہفتوں میں وہ بالکل بھلا چنگا ہو گیا۔

وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا: ''یہ تو معجزہ ہی ہو گیا ہے! کیا مجھے ایک دوسرے معجزے کے لیے اس ہپناٹسٹ کے پاس جانا چاہیے؟ میں جنسی طلب محسوس نہیں کر رہا ہوں' خواہش ہی نہیں رہی۔''

بیوی بہت خوش ہوئی اور بولی: ''ضرور جاؤ۔'' وہ شخص ہپناٹسٹ سے ملنے چلا گیا۔ واپس آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا: ''اس نے اب کی مرتبہ کیا منتر بتایا ہے؟''

اس آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا اور بیوی کو ٹال دیا۔ تاہم چند ہفتوں کے اندر اندر اس کی جنسی طلب بحال ہو گئی۔ اس کی بیوی اس سے مسلسل پوچھتی رہتی تھی کہ ہپناٹسٹ نے اسے کون سا منتر بتایا ہے، مگر وہ اسے ٹال جاتا۔ آخر ایک دن جب اس کا شوہر باتھ روم میں اپنا پندرہ منٹ کا مراقبہ کر رہا تھا تو اس نے کوشش کر کے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا ''یہ میری بیوی نہیں ہے، یہ میری بیوی نہیں ہے۔''

ہم لوگوں کو یونہی لیتے ہیں۔ کوئی عورت تمہاری بیوی ہے — رشتہ ختم ہو گیا ہے۔ کوئی شخص تمہارا شوہر ہے — رشتہ ختم ہو گیا ہے۔ اب کوئی ایڈونچر نہیں رہا ہے، دوسرا محض ایک شے بن گیا ہے۔ اب دوسرا ایک اسرار نہیں رہا کہ جسے کھوجا جائے، دوسرا اب نیا نہیں رہا۔

یاد رکھو ہر شے وقت گزرنے پر مر جاتی ہے۔ محیط ہمیشہ پرانا ہوتا ہے جبکہ مرکز ہمیشہ نیا ہوتا ہے۔ محیط نیا نہیں رہ سکتا، کیونکہ وہ ہر لمحہ پرانا ہو رہا ہے، باسی ہو رہا ہے۔ مرکز ہمیشہ تازہ اور نوجوان ہوتا ہے۔ تمہاری روح نہ تو بچہ ہے، نہ ہی نوجوان، اور نہ ہی بوڑھی۔

تمہاری روح تو ازلی ابدی طور پر تازہ ہے۔ یہ انا کی حامل نہیں ہوتی۔ تم اس کے ساتھ تجربہ کر سکتے ہو — تم نوجوان ہو سکتے ہو، تم بوڑھے ہو سکتے ہو: ذرا اپنی آنکھیں بند کرو اور اس پر غور کرو۔ محسوس کرنے کی کوشش کرو کہ تمہارا مرکز کیسا ہے — بوڑھا؟ جوان؟ تم محسوس کرو گے کہ مرکز بوڑھا ہے نہ جوان۔ وہ ہمیشہ تازہ ہوتا ہے، وہ پرانا نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرکز کا وقت سے تعلق نہیں ہوتا ہے۔

وقت کی گزران کے ساتھ ہر شے پرانی ہو جاتی ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے — جسم فوراً بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے! جب ہم کہتے ہیں کہ بچہ ایک ہفتے کا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے پرانے پن کا ایک ہفتہ بچے میں سرایت کر گیا ہے۔ بچہ موت کی طرف سات دن بڑھ چکا ہے، اس نے مرنے کے سات دن پورے کر لیے ہیں۔ وہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے — جلد یا بدیر وہ مر جائے گا۔

وقت میں جو کچھ بھی آتا ہے پرانا ہو جاتا ہے۔ جس لمحے وہ وقت میں داخل ہوتا ہے، وہ پرانا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تمہارا جسم پرانا' ہے، تمہارا محیط پرانا ہے۔ تم اس کے ساتھ کبھی ابدی طور پر محبت نہیں کر سکتے۔ تاہم تمہارا مرکز ہمیشہ نیا رہتا ہے، وہ ابدی طور پر جوان ہے۔ جب ایک مرتبہ تمہارا اس کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے تو محبت ہر لمحہ دریافت ہوتی

ہے۔ تب ہنی مون کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اگر یہ ختم ہو تو یہ بہرکیف ہنی مون نہیں ہوتا — وہ صرف ایک شناسائی ہوتی ہے۔

یاد رکھنے کی آخری بات: محبت کے تعلق میں اگر کچھ غلط ہو جائے تو تم ہمیشہ دوسرے کو الزام دیتے ہو۔ اگر کچھ ویسا نہیں ہو رہا جیسے ہونا چاہیے تو دوسرا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ چیز مستقبل میں ہونے والے ارتقا کے امکان کو مکمل طور پر تباہ کر دیتی ہے۔

یاد رکھو تم ہمیشہ ذمہ دار ہوتے ہو، اور اپنے آپ کو تبدیل کرو۔ ان صفات کو ترک کر دو جو مشکل پیدا کرتی ہیں۔ محبت کو اپنی قلبِ ماہیئت بنا لو۔

جیسا کہ سیلز مین کہا کرتے ہیں: گاہک ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ میں تمہیں یہ کہنا پسند کروں گا: تعلق اور محبت کی دنیا میں، تم ہمیشہ غلط ہوتے ہو، دوسرا ہمیشہ درست ہوتا ہے۔

محبت کرنے والے ہمیشہ اسی طرح محسوس کرتے ہیں۔ اگر محبت ہے اور چیزیں ویسی رونما نہیں ہو رہی ہیں جیسی ہونی چاہئیں تو وہ ہمیشہ یہی محسوس کرتے ہیں ''مجھ میں کوئی کمی ہے، غلطی میری ہے۔'' اور دونوں اسی طرح محسوس کرتے ہیں! تب چیزیں ارتقا پاتی ہیں، تب مرکز کھل جاتے ہیں، تب حدیں مٹ جاتی ہیں۔

تاہم اگر تم سوچتے ہو کہ دوسرا غلط ہے تو تم اپنے آپ کو اور دوسرے کو بند کر رہے ہوتے ہو۔ دوسرا بھی یہی سوچتا ہے کہ تم غلط ہو۔ خیالات وبائی ہوتے ہیں۔ اگر تم سوچتے ہو کہ دوسرا غلط ہے تو خواہ تم زبان سے ایسا نہیں بھی کہو، خواہ تم مسکراتے رہو اور یہ ظاہر کرتے رہو کہ تم نہیں سوچتے کہ دوسرا غلط ہے...... دوسرے کو پتا چل جائے گا — تمہاری آنکھوں سے، تمہارے اشاروں سے، تمہارے چہرے سے۔ خواہ تم ایک اداکار ہو، ایک عظیم اداکار، اور تم اپنے چہرے کو، اپنے اشارات کو اپنی پسند کے مطابق ڈھال سکتے ہو تو بھی لاشعور مستقل طور پر پیغام بھیجتا رہے گا: ''تم غلط ہو۔'' جب تم کہتے ہو کہ دوسرا غلط ہے تو دوسرا محسوس کرنے لگتا ہے کہ تم غلط ہو۔

تعلق تباہ ہو جاتا ہے اور یوں لوگ بند ہو جاتے ہیں۔ اگر تم کسی شخص کو غلط کہتے ہو تو وہ شخص تحفظ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تب حصار بندی شروع ہو جاتی ہے۔

ہمیشہ یاد رکھو: محبت میں تم ہمیشہ غلط ہوتے ہو۔ تب امکان کشادہ ہو گا اور دوسرا بھی ایسا ہی کرے گا۔ دوسروں میں احساس ہم پیدا کرتے ہیں۔ جب محبت کرنے والے بند ہوتے ہیں، تو فوری طور پر خیالات ایک سے دوسرے کی طرف جست لگاتے ہیں۔ خواہ وہ

کچھ بھی نہیں کہہ رہے ہوں' تب بھی بات ایک سے دوسرے تک پہنچ رہی ہوتی ہے۔

زبان تو محبت نہ کرنے والوں کے لیے ہوتی ہے۔ محبت کرنے والوں کے لیے تو خاموشی ہی کافی ہے۔ کچھ بھی کہے بغیر' وہ بولتے رہتے ہیں۔

اگر تم محبت سادھنا کی حیثیت سے لیتے ہو تو دوسرے کو غلط مت کہو۔ بس یہی پانے کی کوشش کرو: تمہارے اندر کہیں کوئی شے ضرور غلط ہے اور اس غلطی کو ترک کر دو۔

ایسا کرنا مشکل ہو گا کیونکہ یہ انا کے خلاف ہو گا۔ ایسا کرنا دشوار ہو گا کیونکہ یہ تمہارے تکبر کو ٹھیس لگائے گا۔ ایسا کرنا دشوار ہو گا کہ یہ تسلط قائم کرنا' ملکیت جتانا نہیں ہو گا۔ تم دوسرے پر غلبہ پاتے ہوئے مزید طاقتور نہیں ہو گے۔ یہ تمہاری انا کو برباد کر دے گا — یہی وجہ ہے کہ یہ دشوار ہو گا۔

تاہم انا کی بربادی ہی مقصد ہے' منزل ہے۔ تم داخلی دنیا تک کہیں سے بھی رسائی پانا پسند کرو — محبت سے' مراقبے سے' یوگا سے' پوجا سے — تم جو بھی راستہ چنتے ہو' منزل ایک ہی ہے: انا کی بربادی' انا کو دھتکارنا۔

یہ محبت کے وسیلے سے بہت آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ بہت فطری ہوتا ہے! محبت فطری دھرم ہے!

☆☆☆

میں اپنے تعلق میں اکثر اوقات خود کو کھو دیتی ہوں اور بند محسوس کرنا شروع کر دیتی ہوں۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟

یہ محبت کا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ ہر محبت کرنے والے کو اسے جاننا ہو گا' کوئی بھی اسے پیدائشی طور پر نہیں جانتا یہ آگاہی دھیرے دھیرے آتی ہے' دھیرے دھیرے اور بہت درد کے وسیلے سے' تاہم جتنی جلد یہ آئے اتنا ہی بہتر ہے — کہ ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے' کہ ہمیں اس جگہ میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ محبت کرنے والوں کے لیے مداخلت کرنا بہت فطری ہوتا ہے' کیونکہ وہ دوسرے کو یقینی تصور کرنے لگتے ہیں۔ وہ ''میں'' اور ''تو'' نہیں سوچتے بلکہ وہ ''ہم'' میں سوچنے لگتے ہیں۔ تم بھی ہو' مگر محض کبھی کبھار۔

''ہم'' ایک شاذ مظہر ہے۔ محبت کرنے والے بہت کم کم ایسے مقام پر آتے ہیں جب یہ لفظ بامعنی معلوم ہوتا ہے' جہاں تم ''ہم'' کہہ سکتے ہو' جب ''میں'' اور ''تو'' ایک

دوسرے میں گم ہو جاتے ہیں' جہاں حدیں مٹ جاتی ہیں۔ تاہم یہ لمحات کمیاب ہوتے ہیں۔ انہیں مستقل نہیں سمجھنا چاہیے۔ تم چوبیس گھنٹے ''ہم'' نہیں رہ سکتے' تاہم ہر محبت کرنے والا یہی چاہتا ہے — اور اسی سے غیر ضروری تکلیف جنم لیتی ہے۔

جب تم کبھی کبھار قریب ترین آتے ہو تو تم ایک ہو جاتے ہو' تاہم ایسے لمحات کمیاب ہوتے ہیں' بیش قیمت ہوتے ہیں۔ ان سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔ تم انہیں چوبیس گھنٹے والی چیز نہیں بنا سکتے۔ اگر تم کوشش کرو گے تو تم انہیں برباد کر دو گے۔ تب سارا حسن غارت ہو جائے گا۔ جب ایسا لمحہ چلا جاتا ہے' تو چلا جاتا ہے۔ تم دوبارہ ''تم'' اور ''میں'' بن جاتے ہو۔

تم اپنے مقام کے حامل ہو' تمہارا محبوب اپنے مقام کا۔ اب تمہیں احترام کرنا پڑے گا' دوسرے کے مقام میں مداخلت نہیں کرنی ہو گی' اس میں بلا اجازت گھسنا نہیں ہو گا۔ اگر تم مداخلت کرو گے تو تم دوسرے کو دکھ پہنچاؤں گے۔ تم دوسرے کی انفرادیت کو برباد کرنے لگتے ہو اور چونکہ دوسرا تم سے محبت کرتا ہے اس لیے وہ اسے برداشت کرے گا۔ تاہم برداشت کرنا ایک الگ چیز ہے' یہ کوئی بہت خوبصورت چیز نہیں ہے۔ اگر دوسرا صرف برداشت کر رہا ہے تو جلد یا بدیر وہ انتقام لے گا۔ دوسرا تمہیں معاف نہیں کر سکتا' اور یہ سلسلہ تو بڑھتا چلا جاتا ہے — ایک دن' دو دن' تین دن — تم بے شمار معاملات میں مداخلت کر چکے ہو' یوں انبار لگ جاتا ہے اور پھر ایک دن دھماکہ ہو جاتا ہے۔

محبت کرنے والے اسی وجہ سے لڑ رہے ہیں۔ لڑائی کی وجہ یہ مستقل مداخلت ہے۔ جب تم اس کی ہستی میں مداخلت کرتے ہو تو وہ تمہاری ہستی میں مداخلت کرنے کی کوشش کرتا ہے' اور کوئی شخص اس حوالے سے اچھا محسوس نہیں کرتا۔

مثال کے طور پر وہ خوشی محسوس کر رہا ہے جبکہ تم خود کو متروک محسوس کر رہے ہو' کیونکہ تم خوشی محسوس نہیں کر رہے۔ تم یوں محسوس کرو گے گویا تمہیں دھوکا دیا گیا ہے۔ ''وہ کیوں خوشی محسوس کر رہا ہے۔'' تم دونوں کو خوشی محسوس کرنی چاہیے — یہ ہوتا ہے تمہارا خیال۔ ایسا تو کبھی کبھی ہوتا ہے۔ تاہم بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ خوش ہوتا ہے' تم خوش نہیں ہوتے' یا تم خوش ہوتے ہو اور وہ خوش نہیں ہوتا۔ ہمیں اسے سمجھنا ہو گا کہ دوسرے کو ہمارے بغیر خوش ہونے کا پورا پورا حق ہے...... خواہ اس سے دکھ ہی کیوں نہ پہنچتا ہو۔ تم اس کی خوشی میں شامل ہونا پسند کرتے مگر تمہارا موڈ نہیں ہے۔ اگر تم اصرار کرتے ہو' تو تم زیادہ

سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ اس کی خوشی کو غارت کر دو ...... اور یوں تم دونوں کا نقصان ہوتا ہے، کیونکہ اگر تم اس کی خوشی غارت کرتے ہو، تو جب تم اکیلے خوش ہو گے، وہ تمہاری خوشی کو غارت کر دے گا۔ ہم دوست بننے کی بجائے دھیرے دھیرے دشمن بننے لگتے ہیں......

بنیادی تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کو مکمل آزادی اور خودمختاری دینا ہو گی۔

اگر وہ خوش ہے تو اچھا محسوس کرو — کہ وہ خوش ہے۔ اگر تم خوش ہو سکتے ہو اور اس کی خوشی میں شامل ہو سکتے ہو تو اچھا ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو اسے اکیلا چھوڑ دو۔ اگر وہ اداس ہے اور تم اس کی اداسی میں شامل ہو سکتے ہو تو اچھا ہے۔ اگر تم ایسا کرنے سے قاصر ہو تو اسے تنہا چھوڑ دو۔ اسے اپنی پسند ناپسند کے تحت مت گھسیٹو، اسے اس پر چھوڑ دو۔ یوں دھیرے دھیرے ایک، دوسرے کے لیے بیکراں احترام وجود پذیر ہوتا ہے۔ یہ احترام محبت کے معبد کی بنیاد بن جاتا ہے۔

❀ ❀ ❀

آٹھواں باب

مامتا اور خاندان

براہِ مہربانی عورت کے ماں بننے اور مامتا کے حوالے سے ہمیں کچھ بتائیے؟

ماں بننا دنیا کی عظیم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری کا حامل ہونا ہے۔

نفسیات کے ماہروں کے کاؤچوں پر بے شمار لوگ لیٹے معائنہ کروا رہے ہیں اور بے شمار لوگ پاگل خانوں میں ہیں — اور بے شمار لوگ پاگل خانوں سے باہر ہیں۔ اگر تم نوعِ انسان کے نیوراسس کی گہرائی میں جاؤ تو تم ہمیشہ ماں کو پاؤ گے، اس کی وجہ سے یہ ہے کہ بے شمار عورتیں ماں بننے کی خواہش مند ہیں مگر وہ نہیں جانتیں کہ ماں کیسے بننا ہے۔ جب ایک مرتبہ ماں اور بچے کا رشتہ غلط ہو جاتا ہے تو بچے کی ساری زندگی غلط ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے ساتھ یہ اس کا پہلا رابطہ ہوتا ہے، اس کا پہلا تعلق ہوتا ہے۔ ہر شے اس کا تسلسل ہو گی۔ اگر پہلا قدم غلط ہو تو ساری زندگی غلط ہو جاتی ہے......

تمہیں آگہی کے ساتھ ماں بننا چاہیے۔ تم کسی انسان کے لیے ممکن عظیم ترین ذمہ داری قبول کر رہی ہو۔

مرد اس حوالے سے قدرے آزاد ہوتے ہیں کیونکہ وہ ماں بننے کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ عورتیں زیادہ ذمہ داری رکھتی ہیں۔ پس ماں بننا، لیکن اسے یونہی مت لے لینا کہ محض عورت ہونے کی وجہ سے تم نے ضرور ہی ماں بننا ہے — یہ ایک مغالطہ ہے۔

ماں ہونا ایک عظیم آرٹ ہے۔ تمہیں اس کو سیکھنا ہو گا۔ پس اس کے بارے میں جاننا شروع کر دو! میں تمہیں چند باتیں بتانا چاہتا ہوں:

اول بچے کو اپنا مت سمجھو، بچے پر کبھی ملکیت مت جتاؤ۔ وہ تم سے جنم تو لیتا ہے مگر وہ تمہارا نہیں ہے۔ بھگوان نے تمہیں ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا ہے، بچہ تمہاری ملکیت نہیں ہے۔ بچے سے محبت تو کرو مگر اسے اپنی ملکیت مت بناؤ۔ اگر ماں بچے کو اپنی ملکیت بنانے لگے تو زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ بچہ ایک قیدی بننے لگتا ہے۔ تم اس کی شخصیت کو تباہ کر رہی ہو اور اسے ایک شے بنا رہی ہو۔ صرف ایک شے پر ملکیت جمائی جا سکتی ہے: کسی مکان پر تو ملکیت جمائی جا سکتی ہے، کسی کار پر تو ملکیت جمائی جا سکتی ہے — کبھی کسی شخص پر نہیں۔ پس یہ ہے پہلا سبق — اس کے لیے تیار ہو جاؤ، بچے کی آمد سے پہلے تمہیں اسے ایک آزاد ہستی کے طور پر خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے: بچے سے ایسا سلوک کرو جیسے تم کسی بالغ سے کرتی ہو۔ بچے سے کبھی بچے والا سلوک مت کرو۔ بچے کے ساتھ نہایت احترام آمیز سلوک کرو۔ بھگوان نے تمہیں ایک میزبان کی حیثیت سے منتخب کیا ہے۔ بھگوان تمہارے اندر ایک مہمان کی حیثیت سے داخل ہو گیا ہے۔ بچہ بہت نازک ہے، بے بس ہے۔ بچے کا احترام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بچے کی تذلیل کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ تذلیل بہت آسانی سے کی جا سکتی ہے کیونکہ بچہ بے بس ہے اور کچھ نہیں کرتا، جواب نہیں دے سکتا، ردعمل نہیں کر سکتا۔

بچے سے بالغ کی حیثیت سے سلوک کرو اور بڑے احترام والا سلوک۔ جب تم بچے کا احترام کرتی ہو تو تم اس پر اپنے تصورات تھوپنے کی کوشش نہیں کرتی ہو۔ تم بچے پر کچھ بھی تھوپنے کی کوشش نہیں کرتی۔ تم اسے آزادی دیتی ہو — دنیا کو دریافت کرنے کی، جاننے کی آزادی۔ تم دنیا کی دریافت میں اسے زیادہ سے زیادہ طاقتور بننے میں مدد دیتی ہو، تاہم تم اسے کبھی ہدایات نہیں دیتی ہو۔ تم اسے توانائی دیتی ہو، تم اسے تحفظ دیتی ہو، تم اس کی تمام ضروریات پوری کرتی ہو، لیکن تم اسے خود سے دور ہو کر دنیا کو جاننے میں مدد دیتی ہو۔

اور آزادی میں بلاشبہ غلطیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ کسی ماں کے لیے یہ سیکھنا بہت دشوار ہے کہ جب تم بچے کو آزادی دیتی ہو تو یہ صرف اچھے کاموں کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔ یہ غلط کاموں کی، غلطیاں کرنے کی بھی آزادی ہوتی ہے۔ پس بچے کو ہوشیار بناؤ، ذہین بناؤ، لیکن اسے کبھی حکم مت دو — کوئی شخص حکم تسلیم نہیں کرتا ہے، اور لوگ منافق بن جاتے ہیں۔ پس اگر تم بچے سے حقیقتاً محبت کرتی ہو تو ایک بات یاد رکھنی ہو گی: اس کو کسی صورت منافق بننے پر مجبور نہیں کرو گی۔

تیسری بات: اخلاقیات پر توجہ مت دو، کلچر پر توجہ مت دو — فطرت پر توجہ دو۔ جو کچھ بھی فطری ہے ٹھیک ہے — خواہ بعض اوقات وہ تمہارے لیے بہت دشوار، بہت تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہو۔ تمہارے والدین نے حقیقی آرٹ، محبت کے ساتھ تمہاری پرورش نہیں کی ہے۔ یہ فقط ایک اتفاقی معاملہ ہے۔ اس غلطی کو دہراؤ مت۔ بہت مرتبہ تمہیں پریشانی محسوس ہو گی ......

مثال کے طور پر ایک چھوٹا بچہ اپنے جنسی اعضا کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتا ہے۔ ماں کا قدرتی رویہ یہ ہو گا کہ وہ بچے کو منع کرے گی کیونکہ اسے بتایا گیا ہے یہ غلط ہے۔ خواہ وہ یہ محسوس کرتی ہو کہ یہ غلط نہیں ہے لیکن اگر وہاں کوئی شخص موجود ہو تو اسے شرمندگی ضرور محسوس ہو گی۔ شرمندگی محسوس ہونا! یہ تمہارا مسئلہ ہے، اس کا بچے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شرمندگی محسوس ہونا! خواہ معاشرے میں تمہارا وقار نہیں رہتا — نہ رہے، لیکن بچے کے کھیل میں مداخلت کبھی مت کرو۔

فطرت کو اپنے راستے پر چلنے دو۔ تم اس لیے ہو کہ فطرت جو کچھ عیاں کر رہی ہے، اس کے لیے سہولیات مہیا کرو۔ تم فطرت کو ہدایت دینے کے لیے موجود نہیں ہو۔ تم وہاں صرف مددگار کے طور پر موجود ہو۔

پس ان تین چیزوں کو یاد کر لو...... اور مراقبہ کرو۔ بچے کے ہونے سے پہلے جتنا گہرا ممکن ہو مراقبہ کرو۔

جب بچہ تمہاری کوکھ میں ہوتا ہے تو تم جو کچھ کرتی ہو وہ ارتعاش کی صورت میں بچے تک پہنچتا ہے۔ اگر تم غصے میں ہو تو تمہارے پیٹ میں غصے سے تناؤ پیدا ہوتا ہے، بچے کو فوراً اس کا احساس ہو جاتا ہے۔ جب تم اداس ہوتی ہو تو تمہارے پیٹ میں اداسی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ فوری طور پر اداسی محسوس کرنے لگتا ہے۔

بچہ تم پر مکمل انحصار کرتا ہے۔ تمہارا جیسا بھی موڈ ہو گا، بچے کا بھی وہی موڈ ہو گا۔ بچہ فی الحال کوئی آزادی نہیں رکھتا ہے۔ تمہاری آب و ہوا اس کی آب و ہوا ہے۔ پس لڑائی جھگڑے بند، غصہ بند۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ماں ہونا ایک عظیم ذمہ داری ہے۔ تمہیں بہت زیادہ قربانی دینی ہو گی۔

اب آئندہ سات مہینوں میں تمہیں بہت، بہت، بہت محتاط رہنا ہو گا۔ بچہ ہر شے سے زیادہ اہم ہے۔ اگر کوئی تمہاری بے عزتی کرتا ہے تو کرنے دو، غصے میں مت آؤ، کہو:

''میں حمل سے ہوں' اور بچہ تم پر غصے ہونے سے زیادہ اہم ہے۔ یہ وقت گزر جائے گا اور چند دنوں بعد مجھے یاد بھی نہیں ہو گا کہ کس نے میری بے عزتی کی تھی اور میں نے کیا کیا تھا۔ تاہم بچہ دنیا میں 80'70 برس رہے گا یہ زیادہ اہم ہے۔''

اگر تم چاہو تو اسے اپنی ڈائری میں لکھ لو۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تب تم غصے ہو سکتی ہو' تاہم فی الحال غصے نہیں ہونا ہے۔ بس اتنا کہو:

''میں ایک حاملہ ماں ہوں۔ میں غصے نہیں ہو سکتی — اس کی اجازت نہیں ہے۔'' میں اسے حساس آگہی کہتا ہوں۔

مزید اداسی نہیں' مزید غصہ نہیں' مزید نفرت نہیں' اپنے ساتھی کے ساتھ مزید لڑائی جھگڑا نہیں۔ دونوں کو بچے کی طرف دیکھنا ہو گا۔ جب بچہ ادھر ہوتا ہے تو تم دونوں کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے' بچے کو فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نئی زندگی جنم لے رہی ہے ......اور وہ تمہارا ثمر ہو گی۔

اگر عین ابتدا ہی سے غصہ' نفرت' کشمکش بچے کے ذہن میں داخل ہو جائے تو تم اسے جہنم میں دھکیل رہے ہو۔ وہ اذیتوں کا شکار رہے گا۔ اگر تم اپنے غصے' نفرت اور لڑائی جھگڑے پر قابو نہیں پا سکتے تو پھر بہتر یہی ہے کہ بچے کو جنم ہی نہیں دو' اس دنیا میں لاؤ ہی نہیں۔ بچے کو مصیبتوں میں کیوں لایا جائے؟ دنیا تو بے پناہ مصیبتوں کی آماجگاہ ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ بچے کو دنیا میں لانا ایک بہت خطرناک معاملہ ہے۔ تاہم اگر تم چاہتے ہو تو کم از کم ایک ایسا بچہ پیدا کرو جو اس دنیا سے مکمل طور پر مختلف ہو — جو مصیبت زدہ نہ ہو' جو دنیا کو زیادہ مسرور ہونے میں اِک ذرا مدد دے۔ وہ دنیا میں اِک ذرا مزید رونق لے کر آئے گا— تھوڑی مزید ہنسی' محبت' زندگی۔

پس ان دنوں میں خوش رہو۔ رقص کرو' گاؤ' موسیقی سنو' مراقبہ کرو' محبت کرو۔ نہایت نرم ہو جاؤ۔ کوئی پریشانی والا کام مت کرو' کوئی کام جلدی میں مت کرو۔ کوئی کام تناؤ میں مت کرو۔ بس دھیرے دھیرے حرکت کرو۔ بالکل دھیمی ہو جاؤ۔ ایک عظیم مہمان نے آنا ہے— تمہیں اس کا خیر مقدم کرنا ہو گا۔

☆☆☆

ایک ماں کی حیثیت سے میں اپنی ذمہ داریاں بہترین انداز میں کیونکر ادا کر سکتی ہوں؟

اسے ذمہ داری مت سمجھو۔ انسان میں یہ میلان ہوتا ہے کہ وہ جلد یا بدیر اسے ذمہ داری تصور کرنے لگے' اور جس دن تم اسے ذمہ داری تصور کرتی ہو' کوئی شے مر جاتی ہے' کوئی بے پناہ اہمیت والی شے گم ہو جاتی ہے۔ تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اسے تو ایک خوشی سمجھو۔ بچہ بھگوان کا تحفہ ہے۔ بچے کا احترام کرو— صرف محبت ہی نہیں کرو' بلکہ اس کا احترام بھی کرو۔ اگر احترام نہیں ہو تو محبت ملکیت پسند بن جاتی ہے۔ اگر احترام ہو تو تم کیسے ملکیت جما سکتی ہو؟ تم جس شخص کا احترام کرتی ہو اس پر ملکیت نہیں جما سکتیں۔ یہ تصور ہی گندا ہے' غیر محترم ہے۔ کسی شخص کو ملکیت بنانا اسے پست کر کے ایک شے میں بدلنا ہے۔ جب ایک مرتبہ بچہ تمہاری ملکیت بن جاتا ہے تو تم پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔ تب وہ ذمہ داری ہوتی ہے' جسے پورا کرنا پڑتا ہے' اور تب مائیں ساری زندگی کہتی ہیں کہ انہوں نے کتنا اچھا کیا تھا۔

ایک حقیقی ماں اپنے کیے کے بارے میں کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہتی' اور نہ صرف یہ کہ وہ کچھ نہیں کہے گی بلکہ وہ تو کبھی محسوس بھی نہیں کرتی کہ اس نے کچھ کیا ہے۔ وہ لطف اندوز ہو چکی ہے۔ وہ بچے سے فخر حاصل کرتی ہے۔ یہ صرف بچے کی پیدائش نہیں ہوتی: تم بھی اس کے ساتھ ایک نئے انداز سے جنم لیتی ہو' ماں پیدا ہوتی ہے۔ بچے کی پیدائش ایک پہلو ہے' تمہاری مامتا کی پیدائش دوسرا پہلو ہے۔ بچے نے حیران کن انداز میں تمہیں تبدیل کر دیا ہے۔ وہ تمہیں کوئی شے دے چکا ہے۔ تم اب وہی نہیں رہی ہو۔ ایک عورت اور ماں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

پس فقط محبت کرنے والی' احترام کرنے والی بنو اور اس کی اس انداز سے نشوونما پانے میں مدد دو کہ اس کے لیے رکاوٹ مت بنو۔ ابتدائی لمحے سے ہی' آغاز سے ہی ماں کو اس حوالے سے محتاط ہونا پڑتا ہے۔ یاد رکھو تم نے وہ انداز نہیں اپنانا ہے جو تم نے اپنی ماں سے سیکھا ہے۔ ایسا کرنا عین فطری ہے کیونکہ تم ماں کے عمل کے حوالے سے یہی کچھ جانتی ہو' اور تم اس کے ساتھ اپنی ماں والا رویہ دہراؤ گی' جبکہ ایسا کرنا غلط ہو گا— تم نے اپنی ماں سے جو کچھ بھی سیکھا ہے' اسے فراموش کر دو۔ بالکل نئی بن جاؤ۔ اپنی ماں کے رویوں پر عمل مت کرو۔ نیا طریقہ اپناؤ۔ اس کی ضرورت کو سمجھو اور چند مخصوص طریقوں کے تحت عمل کرو:

پہلی بات یہ ہے کہ محبت دو مگر ایک سانچہ مت دو۔ محبت دو مگر کردار مت دو۔ محبت دو مگر آزادی بھی لازماً دو۔ محبت کو بچے کی آزادی میں خلل انداز نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی شخص بچے کی آزادی کے حوالے سے نہیں سوچتا' لیکن تم کب اس کا سوچو گی؟ آنے والی کل کو' وہ تو تب بھی چھوٹا سا ہو گا' آنے والی پرسوں کو......؟ درحقیقت ماں اپنے بچے کے بارے میں کبھی بالغ شخص کے طور پر نہیں سوچتی' جو کہ آزادی کا اہل ہوتا ہے۔ کبھی نہیں۔ کیونکہ تمہارے اور بچے کے مابین فاصلہ اتنا ہی رہے گا۔ اگر یہ بیس برس کا فاصلہ ہے تو یہ بیس برس ہی کا فاصلہ رہے گا۔ پس عین اسی لمحے سے' شروعات ہی سے' احترام کرو اور اسے آزادی دو۔

اور اگر کبھی وہ روتا ہے چیختا ہے تو بہت زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ذرا رونے چیخنے دو۔ ہمیشہ دوڑے جانے کی اور ہمیشہ آمادۂ خدمت رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا کرنا محبت دکھائی دیتا ہے' لیکن درحقیقت تم اس کی آزادی میں خلل انداز ہوتی ہو۔ ہوسکتا ہے اسے دودھ کی ضرورت نہیں ہو۔ بعض اوقات بچہ یونہی رویا کرتا ہے۔ بچہ تو بس رونے سے لطف اندوز ہوتا ہے — یہ اس کا اپنے اظہار کا واحد طریقہ ہوتا ہے۔ وہ بولنا نہیں جانتا — یہی اس کی زبان ہے' وہ غوں غوں کرتا ہے' روتا ہے۔ اسے رونے دو — اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ وہ دنیا سے جڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسے دلاسا دینے کی کوشش مت کرو' اسے فوری طور پر دودھ مت پلانا شروع کر دو۔ اگر وہ بھوکا نہیں ہے تو چھاتیاں اس کے منہ میں دینے کا مطلب نشہ دینا ہے۔

مائیں اپنی چھاتیوں کو ایک نشے کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ مم؟ بچہ پینا شروع کر دیتا ہے' رونا بھول جاتا ہے اور سو جاتا ہے۔ یہ سکون بخش ہے تاہم تم نے مداخلت شروع کر دی ہے۔ اگر وہ دودھ پینا نہیں چاہتا۔ اگر وہ مشتاق نہیں ہے تو اسے چھوڑ دو۔ تب اسے کسی ابتدائی تھیراپی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ جو لوگ ابتدائی تھیراپی میں چیخیں مار رہے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں' جن کے بچپن میں مداخلت کی گئی تھی اور چیخنے نہیں دیا گیا تھا۔

بچے کو ہر شے کی اجازت دو' اور اسے خود کو محسوس کرنے دو۔ اسے زیادہ سے زیادہ اپنا آپ محسوس کرنے دو' اس کی راہ میں کم سے کم آؤ۔ مددگار بنو' اسے تقویت دو' مگر اسے اپنے آپ پروان چڑھنے دو۔ حتیٰ کہ بعض اوقات جب تم یہ بھی محسوس کر رہی ہو کہ وہ غلطی کر رہا ہے تو جج مت بنو۔ اگر وہ غلطی کر رہا ہے' تو یہ تمہارے حساب سے غلطی ہے۔ یہ تمہاری رائے ہے۔ ہوسکتا ہے وہ غلطی نہیں کر رہا ہو۔

وہ یہاں اس دنیا میں تمہاری رائے ماننے نہیں آیا ہے۔ اس پر اپنی رائے تھوپنا تمہارے لیے بہت آسان ہے کیونکہ وہ بے بس ہے۔ اس کی بقا کا انحصار تم پر ہے' اسے تمہیں سننا پڑتا ہے۔ اگر تم کہتی ہو ''ایسا مت کرو'' تو خواہ وہ اس کام کو کرنا بھی چاہتا ہو اور اسے کر کے بہت بھلا محسوس کرتا ہو' تو بھی وہ رک جائے گا کیونکہ تمہاری بات نہ ماننا خطرناک ہو گا۔

حقیقی ماں بچے کو اتنی زیادہ آزادی دے دیتی ہے کہ اگر وہ اس کی مرضی کے خلاف بھی کچھ کرنا چاہتا ہو تو وہ اسے کرنے دیتی ہے۔ صرف اس پر اتنا واضح کر دو: ''میری رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے' تاہم تم اسے کرنے میں آزاد ہو۔'' اسے اپنے تجربے سے سیکھنے دو۔ اس طرح سے بچہ صحیح معنوں میں بالغ بنتا ہے' اگر ایسا نہیں ہو تو لوگ ساری زندگی بچے ہی رہتے ہیں۔ وہ عمر کے حساب سے تو بڑے ہوتے ہیں لیکن شعور کے اعتبار سے بڑے نہیں ہوتے ہیں۔ پس ان کی جسمانی عمر تو ہوسکتا ہے پچاس سال ہو لیکن ان کا ذہن ممکن ہے محض گیارہ یا بارہ سال ہی کا ہو۔ لوگوں کی اوسط ذہنی عمر تیرہ برس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس عمر میں ہی رک گئے تھے — اور یاد رہے یہ اوسط ذہنی عمر ہے۔ اس اوسط میں البرٹ آئن سٹائن اور گوتم بدھ اور یسوع سب شامل ہیں۔ اگر تم حقیقتاً لوگوں کو لو تو ذہنی عمر اس سے بہت کم ہے۔ یہ تقریباً سات یا آٹھ سال ہے۔ گویا سات سال کی عمر میں بچہ رک جاتا ہے' پھر وہ کبھی نشوونما نہیں پاتا' فقط پیروی کرتا ہے۔

بچے کو محبت دو' اپنے تجربات سے آگاہ کرو' لیکن اس پر کبھی کچھ مت تھوپو۔ یوں وہ نشوونما پا کر ایک خوبصورت شخص بن جائے گا۔

☆☆☆

جب میں نے اپنے پہلے بچے کو جنم دیا تو میں نے محسوس کیا کہ ایک اعتبار سے میں نے بھی جنم لیا ہے۔ کیا آپ ماں کی پیدائش کے حوالے سے بات کر سکتے ہیں؟

جب کبھی کوئی بچہ جنم لیتا ہے تو صرف بچہ جنم نہیں لیتا' ماں بھی جنم لیتی ہے۔ اس سے پہلے وہ ایک عام سی عورت تھی۔ پیدائش کے ذریعے وہ ماں بن جاتی ہے۔ ایک طرف بچہ پیدا ہوتا ہے' دوسری طرف ماں جنم لیتی ہے۔ ماں عورت سے مکمل طور پر مختلف ہوتی ہے۔

ایک خلا وجود میں آتا ہے۔ اس کی ساری ہستی کیفیتی اعتبار سے مختلف ہوجاتی ہے۔ اس سے پہلے ہوسکتا ہے وہ ایک بیوی رہی ہو' ایک محبوبہ رہی ہو' تاہم دفعتاً یہ سب اہم نہیں رہتا۔ بچہ پیدا ہوگیا ہے۔ اب ایک نیا طرزِ زندگی جنم لیتا ہے: وہ ایک ماں بن جاتی ہے۔

شوہر اسی وجہ سے ہمیشہ بچوں سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ بچوں کو بالکل پسند نہیں کرتے کیونکہ ان کے تعلق میں ایک تیسرا فریق در آتا ہے — نہ صرف در آتا ہے بلکہ مرکز بن جاتا ہے' اور اس کے بعد عورت کبھی پہلے جیسی بیوی نہیں رہتی' وہ مختلف ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد اگر خاوند حقیقتاً محبت کا خواہاں ہوتو اُسے بالکل بیٹے جیسا بننا ہوتا ہے' کیونکہ یہ عورت جو ایک ماں بن چکی ہے دوبارہ کبھی ایک عام سی بیوی نہیں بن سکتی۔ وہ ماں بن چکی ہے' اب تم اس حوالے سے کچھ نہیں کرسکتے۔ جو واحد راستہ بچا ہے' وہ یہ ہے کہ تم اس کے بیٹے بن جاؤ۔ اس کی محبت دوبارہ حاصل کرپانے کا یہ واحد طریقہ ہے' اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی محبت کا رُخ اپنے بیٹے کی طرف ہوجائے گا۔

جب کوئی عورت ماں بنتی ہے تو اس کے ساتھ کوئی حیران کن حد تک معنی آفریں بات ہوجاتی ہے۔ عورت کے لیے یہ تقریباً نیا جنم ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا مرد کے لیے سمجھنا اس وقت تک دشوار ہے جب تک وہ تخلیقی نہیں بن جاتا۔ اگر وہ کسی پینٹنگ یا شاعری یا کسی اور شے کو جنم دے چکا ہے تو اسے محض ایک ہلکی سی جھلک دکھائی دے سکتی ہے۔ کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا کہ نظم کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تاہم وہ محض ایک نظم نہیں ہوتی ہے۔ اس کے اندر بہت ہلچل تھی اور نظم نے بہت سی چیزوں کو ترتیب دے دی ہے۔

تاہم اس کا ایسی عورت سے کوئی موازنہ ہی نہیں ہوسکتا' جو کہ ماں بن جاتی ہے — بالکل کوئی موازنہ نہیں ہوسکتا۔ ایک نظم بس نظم ہوتی ہے: جس لمحے یہ جنم لیتی ہے' یہ مردہ ہوتی ہے۔ جب یہ شاعر کے اندر تھی تو یہ زندگی کی حامل تھی' جس لمحے اس کا اظہار کیا جاتا ہے یہ مردہ فرنیچر ہوتی ہے۔ تم اسے دیوار پر آویزاں کرسکتے ہو۔ تم اسے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک سکتے ہو۔ یا تم اس کے ساتھ جو چاہتے ہو' کرسکتے ہو' تاہم یہ اب زندہ نہیں رہی۔

جب کوئی عورت بچے کو جنم دیتی ہے تو وہ زندگی کو جنم دیتی ہے۔ وہ بچے کی آنکھوں میں جھانکتی ہے تو وہ خود اپنی ہستی کے اندر جھانکتی ہے۔ جب بچہ نشوونما پانے لگتا ہے تو وہ بھی نشوونما پاتی ہے۔

☆☆☆

جب سے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے' دن رات کا سکون غارت ہوگیا ہے۔ مجھے تو اس کے پیدا ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا' میں تو اکثر تناؤ کا شکار رہتی ہوں' اکتائی رہتی ہوں۔ ماں بننے کی مسرتیں کہاں ہیں؟ میری مدد کیجئے!

محض ایک بچے کو پیدا کردینا اور بات ہے — ماں بننا ایک بالکل مختلف بات ہے۔ کوئی بھی عورت بچے کو جنم دے سکتی ہے' یہ ایک بڑی سادہ سی بات ہے۔ تاہم ماں بننے کے لیے ایک عظیم فن مطلوب ہے' عظیم آگہی کی ضرورت ہے۔

تم ایک انسان کو تخلیق کررہی ہو — یہ عظیم ترین تخلیق ہے!......

عورت اذیت اور کیف کے ان نو مہینوں سے گزرتی ہے' اور پھر بھی کام مکمل نہیں ہوا ہے! حقیقت میں تو تب کام' حقیقی کام شروع ہوتا ہے — جب بچہ جنم لے لیتا ہے۔ بچہ زندگی کے لیے ایک نئی کیفیت لاتا ہے۔ ہر بچہ ابتدائی انسان (Primitive) ہوتا ہے' ایک وحشی۔ اب ماں کو اسے مہذب بنانا ہے۔ یاد رکھو ہر بچہ وحشی ہوتا ہے' وہ جانور ہوتا ہے' جنگلی جانور۔ ماں کو اسے کلچر دینا ہے' اسے زندگی کے طور اطوار سکھانے ہیں' انسانوں والے طور اطوار۔ یہ ایک عظیم کام ہے۔ تمہیں یہ بات یاد رکھنی ہوگی — کہ تمہارا کام ختم نہیں ہوگیا ہے' یہ تو شروع ہوا ہے۔ اس کام کو خوشی کے ساتھ قبول کرو! تم ایک نہایت قیمتی شے تخلیق کررہی ہو — تم ایک زندگی کو تخلیق کررہی ہو' تم ایک زندگی کی حفاظت کررہی ہو۔ کام ایسا ہے کہ اس کے لیے کوئی قربانی عظیم نہیں ہے — اس کے لیے کوئی بھی قربانی دی جاسکتی ہے اور دی جانی چاہیے۔ یہ پہلی بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے: اسے بہت سنجیدگی سے مت لو ورنہ تم بچے کو تباہ کردو گی۔ تمہاری سنجیدگی تباہ کن بن جائے گی۔ اسے کھیل سمجھو۔ ذمہ داری تو خطرہ ہوتی ہے! اسے کھیل کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔ بچے سے یوں برتاؤ کرو جیسے کوئی موسیقار ساز سے برتاؤ کرتا ہے۔ اب بچے کو اپنا ساز بننے دو۔ احتیاط سے برتاؤ کرو' تاہم خوش رہو' اسے کھیل سمجھو۔ اگر تم سنجیدہ ہوجاؤ گی تو بچہ تمہاری سنجیدگی کو محسوس کرنے لگے گا اور یہ احساس کچل دینے والا ہوگا۔ بچے پر بوجھ مت ڈالو۔ یہ مت سمجھنا شروع کردو کہ تم بچے کے ساتھ کوئی عظیم کام کررہی ہو۔ جب میں کہتا ہوں کہ تم عظیم کام کررہی ہو تو تم عظیم کام اپنے لیے کررہی ہو۔ اس بچے کو ایک

خوبصورت انسان بننے میں، بدھ بننے میں مدد دیتے ہوئے تم خود بدھ کی ماں بن جاؤ گی۔ تم بچے کو پروان نہیں چڑھا رہی ہو، تم تو بس اپنی زندگی سے لطف اندوز ہو رہی ہو، بچے کے وسیلے سے تمہاری اپنی زندگی ایک خوشبو بن جائے گی۔

یہ ایک موقع ہے، خدا کا عطا کردہ موقع۔

اور یہ ہیں دو پھندے: یا تو تم بچے کو نظرانداز کردو، تم اس سے اکتا گئی ہو — یا تم بچے کے حوالے سے بہت زیادہ سنجیدہ ہو جاؤ اور تم اس پر بوجھ ڈالنا شروع کردو۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ بچے کی مدد کرو — مگر صرف اس کام سے خوشی حاصل کرنے کے لیے۔ کبھی اسے اپنا احسان مت سمجھو۔ اس کے برعکس شکرگزاری اپناؤ کہ اس نے تمہیں اپنی ماں منتخب کیا ہے۔ اس کے وسیلے سے اپنی ماتا کو کھلنے دو۔

اگر تم اپنی ماتا میں کھلو گی تو تم ہمیشہ بچے کی شکرگزار رہو گی۔

اور فطری سی بات ہے کہ قربانیاں تو دینا ہوں گی، قربانیاں دینی ہی ہوتی ہیں ...... خوشی کے ساتھ۔ اگر خوشی کے ساتھ دیتی ہو تو صرف تبھی یہ قربانی ہوگی! اگر تم خوشی کے ساتھ نہیں دیتی ہو تو قربانی نہیں ہوگی۔ Sacrifice (قربانی) کا لفظ "Sacred" (مقدس) سے اخذ کیا گیا ہے۔ جب تم خوشی کے ساتھ قربانی دیتی ہو تو یہ مقدس ہوتی ہے۔ جب تم خوشی کے ساتھ قربانی نہیں دیتی ہو تو پھر تم محض فرض ادا کر رہی ہوتی ہو — اور سب فرائض بھدے ہوتے ہیں، وہ مقدس نہیں ہوتے ہیں۔

یہ تو ایک عظیم موقع ہے۔ اس پر مراقبہ کرو۔ اس کے اندر گہرا اترو۔ تم کبھی اتنی گہری وابستگی نہیں پاؤ گی — درحقیقت ماں اور بیٹے کے بیچ جو کچھ ہے، وہ کہیں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ خاوند اور بیوی، محبت کرنے والے اور محبوبہ کے بیچ بھی نہیں — وابستگی اتنی گہری نہیں ہوتی جتنی ماں اور بچے کے بیچ ہوتی ہے۔ یہ کسی کے بھی ساتھ اتنی گہری نہیں ہوسکتی — اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ تم میں تمہاری طرح نو ماہ رہا ہے، کوئی شخص تمہارے اندر تمہاری طرح نو ماہ نہیں رہ سکتا۔

بچہ جلد یا بدیر ایک الگ فرد بن جائے گا، لیکن لاشعور میں کہیں گہرائی میں ماں اور بچہ جڑے ہوئے رہیں گے۔

اگر تمہارا بچہ بدھ بن سکتا ہے تو تم کو اس سے فائدہ ہوگا۔ اگر تمہارا بچہ نشوونما پاتا ہے اور ایک خوبصورت انسان بن جاتا ہے تو تمہیں اس سے فائدہ ہوگا — اس کی وجہ یہ ہے

کہ بچہ ہمیشہ تم سے جڑا ہوا رہے گا۔ صرف جسمانی رابطہ ٹوٹتا ہے، روحانی رابطہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔ خدا کا شکر ادا کرو! ماں ہونا ایک رحمت ہے۔

☆☆☆

کیا آپ عورت کی ماں والی صفات کے حوالے سے بتا سکتے ہیں؟

بدھ کہتا ہے: ''ماں ہونا بہت اچھا ہے۔'' کیوں؟ یاد رکھو صرف بچے کو جنم دے دینا ہی ماں ہونا نہیں ہے۔ وگرنہ دنیا میں لاکھوں مائیں ہیں جبکہ اچھائی کہیں نظر نہیں آتی۔ درحقیقت اگر تم نفسیات دانوں سے پوچھو تو وہ تمہیں اس کے بالکل الٹ بتائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ واحد مسئلہ ہی ماں ہے۔

لاکھوں لوگ جس مرض کا شکار ہیں، وہ ماں ہے۔ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، پچاس ساٹھ سال تک ہزاروں لوگوں کا تجزیہ کرنے کے بعد کہہ رہے ہیں۔ ہر شخص کی بیماری بنیادی طور پر ایک ہی مقام سے پیدا ہوتی ہے: اسے تمہاری ماں نے تم میں پیدا کیا ہے، اس نے اسے تم میں منتقل کیا ہے۔

دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو عورت سے خوفزدہ ہیں، اور اگر تم عورت سے خوفزدہ ہو تو تم محبت کرنے سے قاصر ہوتے ہو۔ خوف سے محبت کیسے جنم لے سکتی ہے؟ تم عورت سے کیوں خوفزدہ ہو؟ — اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا بچپن اپنی ماں کے خوف میں گزرا ہے۔ وہ مستقل طور پر، تمہارے پیچھے پیچھے ہوتی تھی، وہ مستقل طور پر تمہیں ''ہتھوڑے'' مار رہی تھی۔ وہ مستقل طور پر تمہیں کہہ رہی تھی کہ یہ کام کرو اور وہ کام نہ کرو — بلاشبہ تمہاری بہتری کے لیے۔ اس نے تمہیں اپاہج بنا دیا ہے، اس نے تمہارے اندر کی بہت سی چیزوں کو برباد کر دیا ہے۔ اس نے تمہیں مصنوعی بنا دیا ہے کیونکہ اس نے تمہیں بتایا ہے کہ کون سا کام کرنا اچھا ہے۔ خواہ تم پسند کرو یا نہیں، خواہ وہ تم میں بیساختگی سے ابھرے یا نہیں، تمہیں اس کے حکم کو ماننا ہے۔ تم بہت بے بس تھے ...... تمہاری بقا کا دارومدار تمہاری ماں پر تھا، اس لیے تمہیں اس کو سننا پڑا۔ اس نے تمہیں ایک خاص سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ ایسا تمہاری ماں کے خوف کی وجہ سے ہے کہ تم عورت سے خوفزدہ ہو۔

لاکھوں شوہر صرف اس وجہ سے زن مرید بنے ہوئے ہیں کہ ان کی مائیں بہت مضبوط تھیں۔ زن مریدی کا تعلق بیوی سے نہیں ہے، وہ تو اپنی بیوی میں صرف اپنی ماں کا

عکس دیکھ رہے ہیں۔ بیوی ماں کا محض ایک نیا ایڈیشن ہے۔ وہ اپنی بیوی سے ہر اس شے کی توقع کررہے ہیں جس کی توقع انہیں اپنی ماں سے ہوا کرتی تھی۔ ایک طرف تو تم نے انہیں اپاہج بنا دیا ہے' دوسری طرف وہ بیوی سے ایسی توقعات وابستہ کررہے ہیں' جن کا پورا کرنا بیوی کے لیے ناممکن ہوتا ہے ـــ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہوتی ہے۔ پس تم اضطراب کا شکار ہوجاتے ہو۔ تم اپنی بیوی سے محبت کیسے کرسکتے ہو؟

ایسا لڑکا جو حقیقتاً ماں سے مغلوب رہا ہو' جو مکمل فرمانبرداری کرتا رہا ہو' وہ کسی عورت سے محبت کرنے کے قابل ہی نہیں ہو گا' کیونکہ جیسے ہی وہ عورت کے قریب آئے گا نفسیاتی اعتبار سے نامرد ہو جائے گا۔ تم اپنی ماں کے ساتھ جنسی عمل کیسے کر سکتے ہو؟ یہ تو ناممکن ہے۔

لہٰذا بہت سے لوگ اپنی بیویوں کے لیے نامرد ہو چکے ہیں' لیکن صرف اپنی بیویوں کے لیے۔ طوائفوں کے لیے وہ نامرد نہیں ہوتے۔ یہ بات حیرت ناک ہے: وہ طوائف کے لیے نامرد کیوں نہیں ہوتے؟ ـــ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ وہ طوائف کو اپنی ماں تصور نہیں کر سکتے' یہ تو ناممکن ہے ان کی ماں اور طوائف؟ طوائف تو ایک الگ دنیا ہے۔ تاہم وہ اپنی بیویوں کو ماں تصور کر سکتے ہیں' وہ ماں کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ بیوی محض ایک سکرین بن جاتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیوی ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ سمجھ کر برتاؤ کرے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو انہیں غصہ آتا ہے۔

دنیا میں ہزاروں پاگل افراد اپنی ماں کی وجہ سے نفسیاتی امراض کا شکار ہیں۔

اور بدھ کہتا ہے: ''ماں ہونا بہت اچھا ہے۔'' ضرور اس کا مطلب کچھ اور ہو گا۔ اس کی مراد کوئی یہودی ماں نہیں ہوسکتی! اس کی مراد صرف بچے کو جنم دے دینا ہی نہیں ہے' اس سے کوئی عورت ماں نہیں بن جاتی۔ ماں ہونا ایک مکمل طور پر مختلف بات ہے۔ یہ ایک مطلق طور پر انسانی معاملہ ہے۔ یہ حیوانیت سے ماورا معاملہ ہے۔ اس کا حیاتیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو محبت ہوتی ہے' خالص محبت' غیر مشروط محبت۔

جب ایک ماں غیر مشروط طور پر محبت کرتی ہے ـــ اور صرف ماں ہی غیر مشروط طور پر محبت کرسکتی ہے ـــ تو بچہ غیر مشروط محبت کی مسرت سے آگاہ ہوتا ہے۔ بچہ غیر مشروط محبت کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ غیر مشروط محبت کرنے کا اہل ہونے کا مطلب ہے مذہبی بن جانا۔

کسی عورت کے لیے ایسا کرنا سب سے آسان ہے۔ یہ اس لیے آسان ہے کہ وہ اس کے لیے فطری طور پر تیار ہے۔ وہ ماں بن کر حیاتیات سے ماورا ہونے کے لیے بالکل تیار ہوتی ہے۔ تم بچے کو جنم دیئے بغیر ماں جیسی ہوسکتی ہو۔ تم کسی بھی شخص کے لیے ماں جیسی ہوسکتی ہو۔ تم کسی جانور کے لیے ماں جیسی ہوسکتی ہو' کسی درخت کے لیے ہوسکتی ہو۔ تم ہر شے کے لیے ماں جیسی ہوسکتی ہو۔ ماں تو تمہارے اندر ہوتی ہے۔

ماں جیسی ہونے کا مطلب ہے غیر مشروط محبت کرنے کی اہل ہونا' کسی شخص سے محض محبت کی مسرت کے لیے محبت کرنا' کسی شخص کی نشوونما میں صرف یہ خوشی پانے کے لیے مدد دینا کہ وہ نشوونما پا رہا ہے۔

ایک حقیقی معالج ماں ہوتا ہے۔ اگر وہ ماں نہیں ہے تو وہ معالج نہیں ہے۔ پھر اس کا پیشہ لوگوں کو لوٹنا ہے' لوگوں کی پریشانیوں کی وجہ سے ان کا استحصال کرنا ہے۔ تاہم ایک حقیقی معالج ایک ماں ہوتا ہے۔ وہ مریض کے لیے کوکھ بن جاتا ہے۔ وہ مریض کو نیا جنم دیتا ہے۔ وہ مریض کی زندگی کو دوبارہ اے بی سی (ABC) سے آغاز کرتا ہے۔ وہ اسے اپنی زندگی دوبارہ لکھنے کے لیے ایک صاف کاغذ دیتا ہے۔

جب میں ''بدھوں کی نفسیات'' کہتا ہوں تو میری مراد یہی ہوتی ہے۔ یہی حقیقی علاج ہے۔ گرو ایک حقیقی معالج ہوتا ہے' اس کی موجودگی ہی علاج ہوتی ہے' درد کا درماں ہوتی ہے۔ وہ تمہیں ماں کی طرح گھیر لیتا ہے۔ وہ ایک بادل ہوتا ہے جو تمہیں ہر طرف سے گھیر لیتا ہے' ماں کی طرح۔

☆☆☆

خاندان ہزاروں برس سے بنیادی معاشرتی اکائی رہی ہے جبکہ آپ اپنی نئی دنیا میں اس کو موجود نہیں رکھنا چاہتے۔ آپ اس کا کون سا متبادل تجویز کرتے ہیں؟

انسان نے خاندان کو ختم کر دیا ہے۔ خاندان کی افادیت ختم ہو چکی ہے' یہ بہت طویل عرصہ برقرار رہ چکا ہے۔ یہ ایک انتہائی قدیم ادارہ ہے' پس صرف بہت صاحب بصیرت لوگ ہی دیکھ سکتے ہیں کہ یہ مردہ ہو چکا ہے۔ دوسرے لوگوں کو یہ جاننے میں وقت لگے گا کہ خاندان مر چکا ہے۔

یہ اپنا کام کر چکا ہے۔ اشیاء کے نئے تناظر میں یہ متعلق نہیں رہا۔ یہ وجود میں آرہی نئی انسانیت کے لیے متعلق نہیں رہا۔ خاندان اچھا اور برا رہا ہے۔ یہ ایک مدد گار رہا ہے — انسان اس کے وسیلے سے زندہ رہا ہے — اور یہ بہت نقصان دہ بھی رہا ہے کیونکہ اس نے انسانی ذہن کو خراب کیا ہے۔ تاہم ماضی میں اس کا کوئی متبادل نہیں تھا' انتخاب کرنے کو کچھ نہیں تھا۔ یہ ایک لازمی برائی تھی۔ مستقبل میں اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ مستقبل متبادل طرزوں (Styles) کا حامل ہوسکتا ہے۔

میرا تصور یہ ہے کہ مستقبل کا کوئی متعینہ تانا بانا نہیں ہوگا' وہ بہت سے متبادل طرزوں (Styles) کا حامل ہوگا۔ اگر کچھ لوگ اس وقت بھی خاندان رکھنا منتخب کریں گے تو انہیں اس کی آزادی ہوگی۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔

کرۂ ارض پر بہت کم ایسے خاندان ہیں — شاذ' ایک فیصد کے لگ بھگ — جو کہ حقیقتاً خوبصورت ہیں' جو کہ حقیقتاً فائدہ مند ہیں' جن میں نشوونما ممکن ہوتی ہے' جن میں کوئی مقتدرہ (اتھارٹی) نہیں ہے' کوئی جبر نہیں ہے' ملکیت پسندی نہیں ہے' جن میں بچوں کو برباد نہیں کیا جاتا' جن میں شوہر بیوی کو برباد کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور بیوی شوہر کو برباد کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ جہاں لوگ دوسرے مقاصد کے تحت نہیں بلکہ محض خوشی کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں' جہاں کوئی سیاست نہیں ہے۔ ہاں کرۂ ارض پر اس قسم کے خاندان بھی وجود رکھتے تھے' وہ آج بھی موجود ہیں۔ ان لوگوں کے لیے تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مستقبل میں وہ خاندانوں میں رہ سکتے ہیں۔

تاہم اکثریت کے لیے خاندان ایک عذاب ہے۔ تم نفسیات دانوں سے دریافت کر سکتے ہو' وہ تمہیں بتائیں گے: ''ہر طرح کی ذہنی بیماریاں خاندان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ خاندان بہت بیمار انسانوں کو جنم دیتا ہے۔''

خاندان ہماری تمام ذہنی بیماریوں کی اصل وجہ ہے۔ ہمیں خاندان کے نفسیاتی ڈھانچے کو سمجھنا ہوگا' ہمیں سمجھنا ہوگا کہ یہ انسانی شعور کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

پہلی بات یہ ہے: یہ بچے کے ذہن میں ایک خاص دھرم کی آئیڈیالوجی' جامد سیاسی تصورات' کچھ فلسفہ' کچھ الٰہیات ٹھونس دیتا ہے۔ جبکہ بچہ اتنا معصوم' اتنا کشادہ' اتنا بے بس ہوتا ہے کہ اس کا استحصال کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو ''نہیں'' تک کہنے سے قاصر ہوتا ہے' اسے تو نہیں کہنے کا خیال تک نہیں ہوتا اور اگر وہ نہیں کہنے پر قادر بھی ہوتا تو وہ نہیں نہیں کہتا کیونکہ وہ خاندان کا مکمل

طور پر محتاج ہوتا ہے' مکمل طور پر محتاج۔ وہ اس قدر بے بس ہوتا ہے کہ اسے خاندان سے متفق ہونا پڑتا ہے' خاندان اس سے خواہ کیسی ہی بکواسیات کا خواہاں ہو' وہ متفق ہوتا ہے۔

خاندان بچے کو کھوجنے میں مدد نہیں دیتا' وہ اسے عقائد دیتا ہے اور عقائد زہر ہوتے ہیں۔ جب بچے پر ان عقائد کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے تو اس کی کھوج اپاہج ہو جاتی ہے' مفلوج ہو جاتی ہے' اس کے پر کٹ جاتے ہیں۔ جس وقت تک وہ کھوجنے کا اہل ہوتا ہے تو اس کا ذہن ایک مخصوص سانچے میں یوں ڈھل چکا ہوتا ہے کہ وہ ہر کھوج ایک خاص تعصب کے ساتھ کرتا ہے — اور تعصب کے ساتھ تمہاری کھوج مصدقہ نہیں ہوتی ہے۔ تم تو پہلے ہی سے ایک متعینہ نتیجہ اٹھائے ہوئے ہو' تم تو صرف اپنے لاشعوری نتیجے کی تائید کے ثبوت ڈھونڈ رہے ہوتے ہو۔ تم سچ کو جاننے کے لیے نا اہل ہو جاتے ہو۔

دنیا میں بہت کم تعداد میں بدھ ہیں: اصل وجہ خاندان ہے' دوسری صورت میں ہر بچہ بدھ پیدا ہوتا ہے۔ وہ مطلق شعور تک رسائی پانے کے امکانات کے ساتھ آتا ہے۔ وہ سچ کو جاننے کے لیے' رحمتوں والی زندگی بسر کرنے کے پیدا ہوتا ہے۔ تاہم خاندان ساری جہتوں کو برباد کر دیتا ہے' وہ اسے چپٹا بنا دیتا ہے۔

ہر بچہ ایک حیرتناک ذہانت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے' تاہم خاندان اسے میڈیاکر بنا دیتا ہے' اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ذہین بچے کے ساتھ جینا پریشان کن ہوتا ہے۔ وہ شک کرتا ہے' وہ تشکیک پسند ہوتا ہے' وہ کھوج کرنے والا ہوتا ہے' وہ نافرمان ہوتا ہے۔ وہ باغی ہوتا ہے۔ جبکہ خاندان فرمانبردار' پیروی کرنے کو آمادہ' نقل کرنے کو تیار بچے کو چاہتا ہے۔ لہٰذا عین ابتدا ہی سے ذہانت کے بیج کو برباد کر دیا جاتا ہے' تقریباً مکمل طور پر جلا دیا جاتا ہے' پس اس سے کچھ پھوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔

یہ ایک حیران کن امر ہے کہ زرتشت' یسوع' لاؤزے' اور بدھ جیسے افراد معاشرتی ڈھانچے سے' اپنے خاندان کی ذہن سازی سے بچ نکلے۔ وہ شعور کی رفعتوں پر دکھائی دیتے ہیں لیکن درحقیقت ہر بچہ اسی صفت کے ساتھ جنم لیتا ہے' اسی امکان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

ننانوے اعشاریہ نو فیصد لوگ بدھ بن سکتے ہیں — فقط خاندان کو معدوم ہونا ہوگا۔ دوسری صورت میں ہندو ہوں گے' جین ہوں گے' بدھ مت کے ماننے والے ہوں گے مگر کوئی بدھ' کوئی مہاویر نہیں ہوگا۔ بدھ نے اپنے خاندان سے بغاوت کی تھی' یسوع نے اپنے گردوپیش کے لوگوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ یہ سب باغی ہیں — اور خاندان باغی

روح کا مطلق مخالف ہوتا ہے۔

نوعِ انسان ایک بہت اہم دور سے گزر رہی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم ماضی کے مطابق جینا چاہتے ہیں یا ایک نئے طرز سے جینا چاہتے ہیں۔ بس بہت ہو چکی! ہم نے ماضی کو اور اس کے طریقوں کو آزمایا ہے اور وہ سب ناکام رہے ہیں۔ یہ وقت ہے' موزوں ترین وقت ہے' ماضی کے شکنجے سے نکلنے کا اور دھرتی پر ایک نئے طرزِ زیست کو تخلیق کرنے کا۔

میرے نزدیک ایک متبادل کمیون ہے — یہ بہترین متبادل ہے۔

کمیون کا مطلب ہے لوگوں ایک سیال خاندان میں جی رہے ہیں۔ بچے کمیون سے تعلق رکھتے ہیں' وہ سب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی ذاتی جائیداد نہیں ہوتی' کوئی انا نہیں ہوتی۔ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اس لیے رہتا ہے کیونکہ وہ دونوں اکٹھے رہنا پسند کرتے ہیں' کیونکہ وہ اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں' وہ اس سے خوشی حاصل کرتے ہیں۔ جس لمحے وہ سمجھتے ہیں کہ محبت مزید رونما نہیں رہی ہے' وہ ایک دوسرے سے چمٹے رہنا جاری نہیں رکھتے ہیں۔ وہ کامل تشکر کے ساتھ خداحافظ کہتے ہیں' دوستی کے کامل احساس کے ساتھ۔ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہنے لگتے ہیں۔ ماضی میں واحد مسئلہ بچے ہوتے تھے۔

کیمون میں بچوں کا تعلق کیمون سے ہو سکتا ہے' اور یہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ انہیں بہت سی قسموں کے لوگوں کے ساتھ نشوونما پانے کے لیے زیادہ مواقع دستیاب ہوں گے۔ دوسری صورت میں بچہ ماں کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ برسوں سے ماں اور باپ اس کے لیے انسان کی دو شبیہیں رہی ہیں۔ فطری طور پر وہ ان کی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔

بچے اپنے والدین کے نقال ہوتے ہیں اور وہ اپنے والدین جیسی ہی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ محض ایضاً ہوتے ہیں' ہو بہو نقل۔ یہ بات بہت تباہ کن ہے۔ بچوں کے پاس کوئی اور راستہ بھی نہیں ہے' ان کے پاس معلومات کا کوئی اور سرچشمہ نہیں ہے۔

اگر کیمون میں ایک سو افراد رہتے ہوں تو وہاں بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں ہوں گی۔ بچہ کسی ایک طرز کی زندگی گزارنے کا پابند نہیں ہوگا۔ وہ اپنے باپ سے سیکھ سکتا ہے' وہ اپنے انکلوں سے سیکھ سکتا ہے' وہ کمیونٹی کے ہر فرد سے سیکھ سکتا ہے۔ وہ ایک زیادہ بڑی روح کا حامل ہوگا۔

خاندان لوگوں کو کچل دیتے ہیں اور انہیں بہت حقیر سی روحیں دیتے ہیں۔ کمیونٹی میں بچہ ایک زیادہ بڑی روح کا حامل ہوگا۔ اسے زیادہ مواقع حاصل ہوں گے۔ وہ اپنی ہستی

میں بہت زیادہ مالا مال ہوگا۔ وہ بہت سی عورتوں کو دیکھے گا' وہ صرف ایک عورت کا تاثر نہیں لے گا۔ واحد عورت کا تاثر خطرناک اور تباہ کن ہوتا ہے — کیونکہ تم ساری زندگی اپنی ماں ہی کو ڈھونڈتے رہتے ہو۔ جب کبھی تم کسی عورت سے محبت کرو تو غور سے دیکھنا! ہر امکان ہے کہ تم اس میں اپنی ماں کو پاتے ہو۔ تمہیں اسی چیز سے بچنا چاہیے۔

ہر بچہ اپنی ماں سے خفا ہوتا ہے۔ ماں کو بہت سی چیزوں سے روکنا پڑتا ہے' ماں کو نہیں کہنا پڑتا ہے — اس سے بچا نہیں جا سکتا۔ حتیٰ کہ ایک اچھی ماں کو بھی بعض اوقات نہیں کہنا پڑتا ہے' اور محدود کرنا اور رد کرنا پڑتا ہے۔ بچے کو غصہ آتا ہے۔ وہ ماں سے نفرت بھی کرتا ہے اور محبت بھی کیونکہ وہ اس کی بقا' اس کی زندگی اور توانائی کا سرچشمہ ہے۔ پس وہ ماں سے بیک وقت نفرت بھی کرتا ہے اور محبت بھی۔

اور یہی اسلوبِ زیست بن جاتا ہے۔

نواں باب

تخلیقیت

کیا آپ تخلیقی عورت کے حوالے سے بتا سکتے ہیں؟

تخلیقیت کا تعلق اس امر سے نہیں ہے کہ تم مرد ہو یا عورت۔ اگر تم تخلیقی بننا چاہتی ہوتو بن جاؤ۔ تاہم یہ مت سوچنا کہ تم تخلیقیت کو کوئی اعلیٰ تر شے دینے والی ہو' کوئی ایسی شے جسے دینے میں مرد ناکام ہو گئے ہیں۔

مرد اور عورت کے درمیان امتیاز کیے چلے جانا کیوں؟

سچ یہ ہے کہ ہر مرد کے اندر ایک عورت ہے اور ہر عورت کے اندر ایک مرد ہوتا ہے۔ ایسا لازمی ہوتا ہے کیونکہ خواہ تم عورت ہو' خواہ مرد' تمہیں ایک مرد اور ایک عورت نے تخلیق کیا ہے۔

وہ تم میں آدھے آدھے شامل ہیں۔ تمہارا باپ اور تمہاری ماں دونوں تمہارے اندر جی رہے ہیں۔ سوال صرف اتنا ہے کہ سکے کا کونسا رخ اوپر ہے اور کونسا نیچے۔

یقیناً وہ آرٹ بہتر ہوگا جسے مرد اور عورت دونوں اپنے الگ الگ زاویوں سے تخلیق کریں گے۔ تاہم جس طرح تم نے بات کی ہے تم تخلیقیت کو نہیں سمجھتی ہو۔ تم کہتی ہو تخلیقیت محبت سے ہوتی ہے۔ تاہم 99 فیصد امکان ہے کہ محبت اتنی آسودگی بخش ہو گی کہ تمہیں مصوری کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔ تمہیں مجسمہ بنانے میں اپنا وقت ضائع کرنے کا خیال ہی نہیں آئے گا۔

محبت اس قدر آسودگی بخش ہے تو شعر کہنے کی پروا کسے ہے؟ شاعری تو وہ لوگ کرتے ہیں جن کی ٹرین نکل گئی ہوتی ہے۔ اب وہ محبت کے بارے میں شاعری کر کے کچھ تسکین پا لیتے ہیں — محبت کیا ہوتی ہے' وہ جانتے ہی نہیں۔

محبت میں تخلیقی ہونا بہت دشوار ہے۔ ہاں ایک مختلف نوع کی تخلیقیت ہوگی۔ اگر تم کسی مرد سے محبت کرتی ہو تو ہو سکتا ہے تمہارا باورچی خانہ تمہاری تخلیقیت کا میدان بن جائے۔ تم اپنے محبوب کو بہترین کھانے کھلانا چاہو گی۔ تم اپنے محبوب کو بہترین لباس پہنانا چاہو گی۔ میرے کپڑے دیکھو! یہ تخلیقیت محبت سے پیدا ہوتی ہے۔

محبت کرنے والی کوئی عورت شاذ ہی مصوری' شاعری' رقص وغیرہ میں دلچسپی لیتی ہے۔ یہ حقیقتاً مرد کا احساس کمتری ہوتا ہے — کہ وہ اتنی گہری محبت نہیں کر سکتا' کہ وہ بچے کو جنم نہیں دے سکتا — یہ احساس کمتری اسے عورت کا مقابلہ کرنے کے لیے دیگر ذرائع استعمال کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ مصوری کرتا ہے' مجسمہ سازی کرتا ہے' وہ آرکیٹیکچر تک کرتا ہے' وہ باغ بناتا ہے۔ وہ یہ محسوس کرنا چاہتا ہے کہ وہ بھی تخلیق کر سکتا ہے۔ دراصل اس کا سرچشمہ احساس کمتری ہوتا ہے۔ وہ عورت کو اور اس کی زندگی کو تخلیق کرنے کی عظیم قوت کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ ایک بے جان مجسمہ تخلیق کرتا ہے — خواہ وہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو' بے جان ہوتا ہے۔

جس نے بھی یہ سوال پوچھا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ مردوں کی مخالف ہے اور جو عورت مردوں کی مخالف ہوتی ہے وہ غیر فطری ہو رہی ہوتی ہے۔ مردوں کی مخالف ہو کر وہ خود مرد بن رہی ہوتی ہے۔ نفسیاتی طور پر اب وہ کمتری محسوس کر رہی ہے کیونکہ مرد مصوری کر سکتا ہے اور موسیقی تخلیق کر سکتا ہے اور رقص تخلیق کر سکتا ہے۔ فطری طور پر اسے بچوں کو جنم دینا ترک کرنا پڑے گا تاکہ اس کی اپنی تخلیقیت ان کی طرف رخ کر سکے: مصوری شاعری' موسیقی کی طرف۔

تاہم میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یوں تم نقصان میں رہو گی۔ تم مرد سے مقابلہ کر رہی ہو جبکہ تمہیں مقابلہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' تم تو پہلے ہی برتر ہو۔ تمہیں شعر کہنے کی ضرورت نہیں ہے' شاعری تو تم ہو۔ تمہاری محبت تمہاری موسیقی ہے۔ تمہارا دل تال دے رہا جبکہ تمہارا محبوب رقص کر رہا ہے!

تاہم اگر تم شعر کہنا چاہتی ہو' موسیقی اور رقص تخلیق کرنا چاہتی ہو تو تمہیں اپنی محبت سے محروم ہونا پڑے گا۔ تمہیں اسی فضا میں ہونا پڑے گا جس میں مرد موجود ہے: کمتری محسوس کرتے ہوئے اور تخلیقیت کے متبادل تلاش کرتے ہوئے۔ یہ گندا عمل ہے۔ میں تو اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ عورت برتر صنف ہے۔ اسے اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے......

تاہم اگر تم محسوس کرتی ہو کہ تمہیں بچوں کی خواہش نہیں ہے اور تم مصوری کرنا چاہتی ہو اور تم موسیقی ترتیب دینا چاہتی ہو تو پھر ٹھیک ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بہت سے عورتوں کو ایسا ہی کرنا چاہیے' کیونکہ دنیا کی آبادی بہت ہی زیادہ ہو چکی ہے۔ تم بہت بھلا کرو گی اگر اپنی تخلیقیت کا رخ بچوں سے مصوری کی طرف کر دو گی' کیونکہ تصویروں کو خوراک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ رقص بہت ہی اچھا ہے۔ جتنا چاہو رقص کرو' یہ کسی ایتھوپیا کو جنم نہیں دیتا۔ شعر کہو۔ تمہاری شاعری کچھ لوگوں کو تو سننا پڑے گی' کچھ لوگوں کو تو اکتاہٹ کا شکار ہونا پڑے گا' تاہم یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ تم سے بچنے کا کوئی طریقہ سوچ سکتے ہیں۔

تاہم اگر بچے پیدا کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ یقیناً تم کچھ اور ہی تخلیق کرو گی۔ تخلیق کرو' تاہم یہ مت سوچو کہ تمہاری تخلیقیت مرد سے اعلیٰ تر ہو گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ تم برتر صنف ہو' تم اپنے اندر کمتری کا وہ احساس نہیں رکھ سکتیں جو مرد کے اپنی ساری زندگی کو مصوری میں کھپا دینے کا محرک بنتا ہے۔

وہ تمہارے بچے کا مقابلہ کر رہا ہے! اگر وہ پکاسو بھی ہو تو مایوسی ہی میں مرے گا۔ اس نے ساری زندگی مصوری کی مگر کوئی تصویر جاندار نہیں بنا سکا۔ کوئی شعر زندہ نہیں ہو سکتا' کوئی تصویر زندہ نہیں ہو سکتی۔ پس یاد رکھو کہ عورت تخلیق کر سکتی ہے' تاہم زیادہ امکان یہی ہے کہ اس کی تخلیقیت تیسرے درجے ہی کی رہے گی۔ تاہم یہ دنیا کے لیے اچھا ہے۔ ہم مزید آبادی نہیں چاہتے' ہم تو آج کی آبادی کو بھی ایک چوتھائی کم کر دینا چاہتے ہیں۔ پس تم ایک عظیم کام میں مددگار ہو گی۔ بچے کو جنم نہ دے کر تم ایک رحمت ثابت ہو گی۔

تاہم اس تصور کو چھوڑ دو کہ محبت سے کسی برتر شے کو تخلیق کرو گی۔ اگر تم حقیقتاً کچھ تخلیق کرنا چاہتی ہو تو محبت کے بارے میں مت سوچو' کیونکہ محبت بہت آسودگی بخش' بہت طمانیت بخش ہوتی ہے۔ یہ تو ایک معجزہ ہوتی ہے' شعر کہنا کون چاہتا ہے؟

میں کبھی کسی ایک بھی ایسے محبت کرنے والے مرد یا عورت سے نہیں ملا جو شاعری تخلیق کر چکا ہو' جو تصویریں تخلیق کر چکا ہو' جو مجسمے تخلیق کر چکا ہو۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ وہ بیحد آسودہ ہوتے ہیں۔ ان سب تخلیقی چیزوں کو ناآسودگی کی ضرورت ہوتی ہے' ایک زخم کی جسے تمہیں بھرنا ہوتا ہے۔

میں تمہارے خیال کو جان کر بہت خوش ہوا ہوں۔ تم جو تخلیقی کاوش کرنا چاہتی ہے'

کرو' تاہم یاد رکھو تم مرد والا احساس کمتری نہیں رکھتی ہو لہٰذا تم مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہو۔ تم پہلے ہی ایک بہتر حالت میں ہو۔ مرد تو بے چارہ ہوتا ہے' اس بے چارے سے ہمدردی کرو۔

☆☆☆

گزشتہ روز آپ نے کہا کہ عورتیں بچے تخلیق کرتی ہیں اور مرد فنون اور دوسری بے جان چیزیں تخلیق کرتے ہیں۔ کیا عورت کے لیے بچہ پیدا کرنے کی خواہش نہ کرنا اور آرٹسٹ بننے کو ترجیح دینا غیر فطری نہیں ہے۔ میں رقص' موسیقی' تھیئٹر اور مصوری کے خبط کا شکار رہی ہوں۔ کیا آپ تبصرہ کر سکتے ہیں؟

یہ غیر فطری نہیں ہے۔ اگر تم بچہ پیدا نہیں کرنا چاہتی ہو تو یہ تمہارا حق ہے۔ اگر تم اپنی تخلیقیت کو مصوری میں' آرٹ میں' موسیقی میں صرف کرنا چاہتی ہو تو بہت اچھا ہے — یہ زمین پر بوجھ بننے والا بچہ پیدا کرنے سے تو کہیں بہتر ہے۔ کسے خبر ہے تم کیسا بچہ پیدا کرو گی؟ ......

تصویر بے ضرر ہوتی ہے۔ موسیقی خوبصورت ہوتی ہے' رقص خوبصورت ہوتا ہے۔ ناں' اس میں کچھ غیر فطری نہیں ہے۔ مردوں نے بار بار کہا ہے کہ عورت کا فطری فرض بچے پیدا کرنا ہے۔ ایسا اس لیے ہے تاکہ وہ عورت کو غلامی میں رکھ سکے' کیونکہ اگر عورت بچوں کو جنم دیتی رہے تو مصوری کا وقت اس کے پاس کہاں؟ موسیقی' شاعری' ڈراما تخلیق کرنے کا وقت اس کے پاس کہاں؟

پس وہ عورت کو مسلسل حاملہ رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ صرف ایک سو سال پہلے تک دنیا کی ہر عورت مسلسل حاملہ رہتی تھی۔ ایک بچہ اس کی زندگی کے نو ماہ لے لیتا ہے' پھر اسے اس کو پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ ابھی بچہ چھ ماہ کا نہیں ہوتا کہ وہ دوبارہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ یہ تو چین سموکنگ کی طرح ہے۔

میں تم سے متفق ہوں۔ مجھ سے بہت مرتبہ پوچھا گیا ہے ''کیا آپ بچے کا حامل ہونا پسند نہیں کرتے؟'' میں نے کہا تھا ''میں؟ میں یا تو بچے قتل کر دوں گا یا خودکشی کر لوں گا۔ ہم دونوں ساتھ نہیں جی سکتے!

میرے کمرے میں بچہ؟ ناممکن!''

میں نے اسی لیے شادی نہیں کی' کیونکہ کون جانتا ہے؟— جس عورت سے میں شادی کروں' ہو سکتا ہے وہ بچہ چاہتی ہو۔ تب مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔

جب تک تم محسوس نہیں کرتے ہو' کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ لوگ جو کچھ بھی کہتے ہیں' اس پر توجہ مت دو— کہ یہ غیر فطری ہے۔ یہ ان کے لیے غیر فطری ہو سکتا ہے پس وہ جتنے چاہیں بچوں کو جنم دے سکتے ہیں۔ اگر تم مصوری کرنے میں اچھا محسوس کرتی ہو' شعر کہنے میں اچھا محسوس کرتی ہو' موسیقی ترتیب دینے میں اچھا محسوس کرتی ہو تو تم دنیا کو بہتر بچے دے رہی ہو— ایسے جو بے ضرر ہیں' یہ بہت سے لوگوں کو خوشی دیں گے۔

☆☆☆

کیا یہ درست ہے کہ آپ افزائش نسل کے لیے جنس کو گناہ سمجھتے ہیں؟ میں نے آپ کے یہ الفاظ بھی پڑھے ہیں کہ عورت کا عظیم ترین تخلیقی آرٹ بچے کو جنم دینا ہے اور یہ کہ عورت اور ایک ماں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بچے کو پیدا کرنے کی امید میں اور تخلیق کی مسرت چکھنے کے لیے اور کائناتی توانائی کے احیا کے لیے جنسی عمل میں حصہ لینا گناہ کیسے ہے؟

ہاں' آج تک عورت کا عظیم ترین تخلیقی عمل بچے کو جنم دینا رہا ہے' تاہم اب ایسا نہیں ہوگا۔ ماضی میں دنیا کی آبادی اتنی زیادہ نہیں تھی' بچے پیدا کرنے کی ضرورت تھی' بہت ضرورت' اور عورت نے اسے پورا کیا۔ تاہم اب اسے تخلیقیت کی نئی جہتوں کو ترقی دینا ہوگی اور صرف تبھی وہ مرد کے مساوی ہونے کی اہل ہوگی۔ ماضی میں وہ صرف ایک فیکٹری رہی ہے اور مرد نے اسے صرف مزید بچے پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ زیادہ بچوں کا حامل ہونا' معاشی اعتبار سے سودمند تھا' ماضی میں وہ بوجھ نہیں ہوتے تھے۔

غریب ملکوں میں آج بھی یہ قدیم نظریہ رائج ہے کہ جتنے زیادہ بچے ہوں گے تم معاشی اعتبار سے اتنے ہی خوشحال ہو گے۔ ماضی میں یہ درست تھا— آج یہ مطلق طور پر غلط

ہے۔ ماضی میں معاشی اور سیاسی اعتبار سے یہ بات اہم تھی کہ مرد کو زیادہ شادیاں کرنی چاہئیں اور لوگ ایک دوسرے کے قبیلوں کی عورتوں کو اغوا کر لیا کرتے تھے۔ مرد کی نسبت عورت کو اغوا کرنا زیادہ اہمیت رکھتا تھا کیونکہ مرد اتنا پیداواری نہیں ہوتا۔ ایک مرد بہت سی عورتوں کے لیے کافی ہے اور وہ بہت سے بچے پیدا کر سکتا ہے۔

تاہم اب ساری صورتحال تبدیل ہو چکی ہے— دنیا کی آبادی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ آج کے زمانے کا تقاضا ہے کہ عورت کی تخلیقیت کا رخ نئی جہتوں کو موڑ دیا جائے: شادی کی طرف' ادب کی طرف' مصوری کی طرف' موسیقی کی طرف' آرکیٹکچر کی طرف' مجسمہ سازی کی طرف' رقص کی طرف۔ اب اس تخلیقیت کے سارے شعبوں میں شرکت کی اجازت دی جانی چاہیے۔

اب بچہ پیدا کرنا خطرناک ہے۔ اب دنیا کی آبادی میں اضافہ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ ہم ضرورت سے زیادہ ہو چکے ہیں۔

اب بچوں کو جنم دینا تخلیقی عمل نہیں رہا۔ اب یہ تباہ کن عمل بن گیا ہے! سارا تناظر تبدیل ہو چکا ہے اور ہمیں نئے تناظر میں جینے کے نئے طریقے سیکھنا ہوں گے۔ عورت عظیم شاعری' عظیم موسیقی' عظیم آرٹ' عظیم ادب تخلیق نہیں کر سکتی تھی۔ وہ سائنس دان نہیں بن سکتی تھی' صوفی نہیں بن سکتی تھی— وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی' کیونکہ ماضی میں وہ مستقل طور پر حاملہ رہتی تھی۔ اس کو پوری خوراک نہیں ملتی تھی' بہت سے بچوں کی وجہ سے شدید اذیتوں کا شکار ہوتی تھی' ہمیشہ حاملہ رہتی تھی' بیمار رہتی تھی۔ وہ اب بھی مکمل نہیں جی رہی— اس کے پاس جینے کو وقت ہی نہیں ہے۔

حمل نہ ہونے دینے والی ادویات اور برتھ کنٹرول کے طریقوں کی وجہ سے پہلی بار ایسا ممکن ہوا کہ عورت مستقل طور پر حاملہ رہنے' بچوں کو جنم دینے کے لیے طویل عرصے تک ان کا بوجھ اٹھائے رکھنے اور پھر انہیں پروان چڑھانے سے آزاد ہو گئی ہے۔

اس کی توانائیوں کو آزادی دی جا سکتی ہے۔ اب وہ بھی بدھ' زرتشت' کرشن بن سکتی ہے۔ اب وہ بھی موزارٹ' ویگنر' لیونارڈو ڈاونچی' مائیکل اینجلو' شیکسپیئر' رابندرناتھ ٹیگور' ٹالسٹائی' چیخوف' گورکی' دستوفسکی کی طرح تخلیق کر سکتی ہے۔

اور میرا احساس یہ ہے کہ: جب ایک مرتبہ عورت کی توانائیاں بچوں کو پیدا کرنے سے مکمل طور پر آزاد ہو جائیں گی تو وہ عظیم تر بدھوں کو تخلیق کرنے پر قادر ہو گی۔ کیوں؟—

اس لیے کہ وہ مرد سے کہیں بڑی تخلیقی قوت ہے۔

تاہم اس کی تخلیقیت بچوں کو جنم دینے تک محدود رہی ہے' اور یہ کوئی بڑی تخلیقیت نہیں ہے — یہ تو محض حیاتیاتی تخلیقیت ہے۔ جانور بھی اسے خوب کر رہے ہیں' پس اس میں کیا عظمت ہے؟ بچے کو جنم دینا شعوری' ارادی' مراقباتی عمل نہیں ہے۔ تم تو فقط فطرت کی آلۂ کار ہوتی ہے' نسل افروزی کا ایک حیاتیاتی وسیلہ بنتی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اندر ہی اندر خطا کے احساس کا شکار ہے۔ مذہبی پیشواؤں نے اسے استعمال کیا ہے' اس کا استحصال کیا ہے' تاہم انہوں نے حقیقتاً اسے پیدا نہیں کیا ہے۔ جنس کے حوالے سے ایک داخلی احساس خطا موجود ہے' پنڈت پادری نے اسے بہت بڑھا چڑھا دیا ہے کیونکہ یہ اس کے لیے استحصال کا بہت بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ پنڈت پادری انسانوں کو احساس خطا میں مبتلا کر کے اس پر زیادہ مضبوطی سے غلبہ پا سکتے ہیں۔

تاہم خود انسان کے اندر ضرور کوئی وجہ ہے' وگرنہ داخلی وجہ کے بغیر کوئی احساس خطا اس پر تھوپا نہیں جا سکتا۔ انسان کہیں گہرائی میں' لاشعوری طور پر اسے محسوس کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جنس کوئی شعوری شے نہیں ہے' یہ غیر شعوری ہے۔ وہ جانتا ہے یہ مکینیکل ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم ایک وسیلے کے طور پر استعمال ہوئے ہو۔ وہ جانتا ہے کہ تم آقا نہیں ہو۔ وہ جانتا ہے کہ یہ ایک حیاتیاتی قوت ہے' اسے علم ہے کہ یہ تم نہیں ہو جسے مرد یا عورت کی ضرورت ہے — یہ تو محض ہارمونز کی ضرورت ہے۔

اور جب تم جانتے ہو کہ تمہیں استعمال کیا جا رہا ہے اور تم اپنے آپ کو اس طوق سے نجات دلانے میں ناکام پاتے ہو تو ایک احساسِ خطا ابھرتا ہے کہ تم انسان کی حیثیت سے کافی نہیں ہو' کہ تم حقیقتاً آقا نہیں ہو' تم تو ایک غلام ہو۔ جنس ایک حیوانی عمل ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ افزائش نسل کے لیے جنسی عمل گناہ ہے تو میں مذکورہ بالا تناظر ہی میں ایسا کہتا ہوں۔ میں لفظ ''گناہ'' کو کسی اخلاقیاتی مفہوم میں استعمال نہیں کرتا ہوں۔ میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ اس لیے گناہ ہے کیونکہ یہ غیر شعوری ہے' غیر مراقباتی ہے۔ اسے تم نہیں کر رہے ہو' غیر شعوری قوتوں نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ جب میں افزائش نسل کے لیے جنسی عمل کو گناہ کہتا ہوں تو میری یہی مراد ہوتی ہے۔

اب زمین کو مزید لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم زمین کو جہنم بنانا چاہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے — تب بچے پیدا کرتے چلے جاؤ۔ تب پوپ اور مدر ٹیریسا کی ہدایت پر عمل کرو......

تب تم ان سب احمق لوگوں کی ہدایات پر عمل کرو جو تمہیں حمل روکنے والی ادویات استعمال کرنے سے منع کر رہے ہیں' برتھ کنٹرول کے طریقے اپنانے سے منع کر رہے ہیں۔ ان احمق لوگوں کے بقول یہ غیر مذہبی اعمال ہیں' اسقاطِ حمل سے پرہیز کرو کیونکہ یہ بہت غیر اخلاقی عمل ہے۔

تاہم اگر تم اسقاطِ حمل سے پرہیز کرو گے' حمل روکنے والی ادویات سے پرہیز کرو گے تو پھر تم ہی عالمی خودکشی کے ذمہ دار ہو گے اور یہ حقیقی تشدد ہو گا — اور ہم ہر روز اس کے نزدیک تر ہو رہے ہیں۔ یہ ہے وہ اولین سبب کہ میں افزائشِ نسل کے لیے جنسی عمل کو گناہ کہتا ہوں۔

تاہم پوپ' مہاتما گاندھی اور دوسرے نام نہاد مذہبی رہنما کہتے ہیں کہ اگر تم افزائش نسل کے مقصد کے تحت جنسی عمل کرتے ہو تو یہ اخلاقی عمل ہوتا ہے۔ درحقیقت وہ تمہیں یہ بتا رہے ہیں کہ اگر جنس حیوانی ہو تو ٹھیک ہوتی ہے — اس کی وجہ یہ ہے کہ حیوان صرف افزائشِ نسل کے مقصد سے جنسی عمل کرتے ہیں۔

میرے خیال میں افزائش کے لیے جنسی عمل کرنا گناہ ہے کیونکہ یہ حیوانی عمل ہوتا ہے' غیر شعوری عمل ہوتا ہے۔ یہ حیاتیاتی عمل ہوتا ہے۔

اپنے قریب ترین فرد کے ساتھ توانائی بانٹنے کی بے پناہ مسرت کے حصول کے لیے جنسی عمل کرو...... یہ توانائی کو توانائی سے' دل سے دل کو ملانے کا عمل ہو گا۔ یہ ایک دوسرے میں گھلنا ملنا ہو گا...... بغیر دوسرے مقصد کے۔

اگر کوئی مقصد ہے — یعنی یہ کو تم بچہ پیدا کرنا چاہتے ہو — تو یہ ایک کاروبار ہوتا ہے۔ اگر کوئی مقصد نہیں ہے' اگر یہ بے مقصد تفریح ہے تو صرف تبھی یہ حسن کا حامل ہوتا ہے اور تب یہ غلامی کو جنم نہیں دیتا۔ تم حیاتیات سے آزاد ہوتے ہو' تم حیاتیات سے بالاتر ہو جاتے ہو' تم حیوانوں سے بلند ہو جاتے ہو' تم انسانیت کے عروج پر پہنچ جاتے ہو۔

پس میرے نزدیک جنسی عمل صرف تبھی خوبصورت ہوتا ہے جب یہ بے مقصد ہوتا ہے' جب یہ صرف کھیل ہوتا ہے' جب تم کسی مقصد کے ساتھ نہیں ہوتے ہو' جب کسی مرد یا عورت سے ملاپ صرف اس سے حاصل ہونے والی خوشی کے لیے ہوتا ہے۔

تب تم پست حیوانی زندگی سے ماورا ہو جاتے ہو اور تم ایک اعلیٰ ترجہت میں داخل ہو جاتے ہو۔ یاد رکھو افزائش نسل تخلیق نہیں ہے۔

جب عورت افزائشِ نسل کے غیر ضروری بوجھ سے آزاد ہو جائے گی تب وہ کسی

بھی مرد سے زیادہ طاقت کے ساتھ تخلیق کرنے پر قادر ہوگی، کیونکہ اگر وہ بچے کو جنم دے سکتی ہے تو وہ خوبصورت موسیقی کو کیوں نہیں تخلیق کر سکتی؟ تاہم اب تک تو ایسا ممکن نہیں ہوا اور مرد اس کو منطقی بنانے کی کوششیں کر رہا ہے......

جب عورت کی توانائیاں آزاد ہو جائیں گی تو وہ تخلیقی ہونے پر قادر ہوگی۔ تاہم میرا خیال ہے کہ مرد اس کی تخلیقیت سے سے خوفزدہ ہے۔ وہ یقیناً مرد کی تخلیقیت پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ فطری بات ہے اسے تخلیقیت سے زیادہ نوازا گیا ہے۔

میں تخلیقیت کا مکمل طور پر حامی ہوں لیکن یاد رکھنا افزائش نسل تخلیقیت نہیں ہوتی، یہ مترادف نہیں ہیں۔ تخلیقیت شعوری ہوتی ہے، افزائشِ نسل غیر شعوری ہوتی ہے۔ تخلیقیت مراقباتی ہوتی ہے، افزائش نسل کا بہرحال مراقبے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

مرد عورت کو تقریباً جانور کی طرح استعمال کرتا آیا ہے۔ وہ عورت کو اپنے بچے پالنے کے لیے استعمال کرتا آیا ہے۔ وہ عورت کو محض ایک فارم (Farm) کے طور پر استعمال کرتا آیا ہے۔ لفظ (Husband) (شوہر) کے ٹھیک یہی معنی ہیں: ''کاشتکار'' (Farmer)۔ زراعت کا مطلب ہے شوہری (Husbandry): بیوی کھیت ہے، اور شوہر کاشتکار، اور بیوی کا واحد مقصد ہر سال اچھی فصل دینا ہے۔

جب تک اس بات کو نہیں سمجھ لیا جاتا کہ عورت کو ماضی کے انداز سے استعمال کرنا ترک کرنا ہوگا اس وقت تک عورت بالکل آزاد نہیں ہو سکتی۔ مرد اسے یہی کہتا آیا ہے کہ ''چونکہ تم بچوں کو جنم دیتی ہو لہٰذا تم عظیم ہو!'' یہ جواز مہیا کرنا ہے، دلاسا دینا ہے۔ ایسے حربوں سے خبردار رہو۔ مرد نے ہر ممکن طریقے سے عورت کا استحصال کیا ہے اور اب اس استحصال کو روکنے کا وقت آ گیا ہے۔

☆☆☆

اپنی حیاتیات سے آزادی کا عورتوں پر کیا اثر ہوگا؟

عورت کو ایک عظیم موقع دستیاب ہو رہا ہے۔ وہ اب حیاتیاتی طوق سے آزاد ہیں۔ بلاشبہ مرد نے بچے جننے کے حوالے سے ان کی عظیم تخلیقیت کو ہمیشہ سراہا ہے۔ مگر تم نے کس قسم کے بچے پیدا کیے ہیں؟ ذرا دنیا پر نگاہ ڈالو: یہ ہیں تمہارے بچے — کیا تخلیقیت ہے! سب جانور ایسا ہی کر رہے ہیں، شاید تم سے بہتر۔

ہاں مرد نے اس حوالے سے عورت کو بانس پر بہت چڑھایا ہے: ''تم عظیم تخلیق کار ہو کیونکہ تم بچے کو جنم دیتی ہو'' درحقیقت یہ مرد کی چالاکی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ عورت بچے جنتی رہے۔ غریب ملکوں میں ایسا ہی ہو رہا ہے — درجن بھر بچوں کی ماں ہونا عام سی بات ہے۔ کچھ عورتوں کے تو درجن سے بھی زیادہ بچے ہوتے ہیں......

دنیا کے تمام دھرم برتھ کنٹرول کے طریقوں کے، گولی کے خلاف ہیں۔ وہ اسقاطِ حمل کے خلاف ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ عورت حیاتیاتی طور پر غلام ہی رہے، اور اس کی توانائیاں محض میڈیا کر لوگوں ہی کو جنم دیتی رہیں، مارنے اور مر جانے والے ہجوم کو، کلرکوں کو، نرسوں کو، قلیوں ہی کو جنم دیتی رہے۔ تخلیقیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟ تم نے ایک قلی کو تخلیق کیا ہے۔ کیا تمہیں فخر ہے؟ اس پر تمہیں کتنا فخر ہو سکتا ہے؟ تمام والدین کو تو شرمندہ ہونا چاہیے۔ تم تو جانوروں کی طرح تخلیق کر رہی ہو۔

آج سائنس نے تمہیں حیاتیات کی غلامی سے آزاد ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے — ایک عظیم آزادی، جنس کے محض افزائش نسل کا عمل نہ ہونے اور پہلی مرتبہ مسرت آمیز تفریح بن جانے کی۔

تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ اگر عورت کی توانائیوں کو بچوں کی تخلیق میں صرف نہیں کیا جائے گا تو ان توانائیوں کا کیا ہوگا؟

اس دنیا کو خوبصورت بنانے کے ہزاروں طریقے ہیں۔ جو عمل بھی دنیا کو خوبصورت بنا دے، تخلیقی عمل ہے۔ اپنے گھر کے اردگرد باغ لگاؤ۔ پودوں کی نسل افروزی کرو۔ ایسے نئے پھول تخلیق کرو جو پہلے کبھی موجود نہیں رہے ہوں۔ بلاشبہ وہ نئی خوشبو بکھیریں گے، جس کا دھرتی نے کبھی پہلے تجربہ نہیں کیا ہوگا۔

مرد کا ہر میدان میں مقابلہ کرو۔ اس پر ثابت کر دو کہ تم مساوی ہو — لیکن آزادیٔ نسواں کی تحریک کے ذریعے نہیں۔ اپنے اعمال و افعال سے ثابت کرو کہ تم مساوی ہو، بلکہ شاید برتر...... اس آزادیٔ نسواں کی تحریک نے مردوں کے لیے نفرت کو تو جنم دیا ہے، لیکن یہ تمہیں مساوات نہیں دے گی۔ مساوات کو جدوجہد کے ذریعے حاصل کرنا پڑتا ہے، کمانا پڑتا ہے، اس کا مستحق بننا پڑتا ہے۔

پس چونکہ گولی نے تمہیں حیاتیات کی غلامی سے نجات دلا دی ہے لہٰذا اب تم اپنی توانائی کو استعمال کرنے میں آزاد ہو۔ عورت زیادہ نازک، زیادہ لچکدار بدن کی مالک ہوتی

ہے۔ وہ کسی بھی مرد سے زیادہ بہتر رقاصہ بن سکتی ہے۔ مرد کتنا ہی تربیت یافتہ کیوں نہ ہو عورت کا مقابلہ نہیں کرسکتا' وہ سخت ہوتا ہے۔ یہ اس کا نقص نہیں ہے' اس کا جسم ہی سخت ہوتا ہے۔ عورتیں دنیا کی بہترین رقاصائیں بن سکتی ہیں۔

عورت عظیم قوتِ متخیلہ کی مالک ہوتی ہے' لیکن اس کی قوتِ متخیلہ گھر تک محدود رہی ہے۔ اس کی وجہ بچے تھے — بچوں نے اسے گھر تک محدود رکھا' اور لاکھوں برسوں تک' پس یہ اس کی تقریباً ثانوی فطرت بن چکی ہے۔ وگرنہ مجھے تو کوئی فطری ضرورت نظر نہیں آتی کہ عورت اپنی قوت متخیلہ کو اپنے گھر کی دیواروں کے اندر محدود رکھے۔

ستارے اس سے اتنا ہی تعلق رکھتے ہیں جتنا مرد سے۔ سورج کا طلوع وغروب اتنا ہی اس کا بھی ہے جتنا مرد کا۔ اسے اپنے پر پھیلانا ہوں گے' اپنے شعور کو وسعت دینا ہو گی۔ اسے اپنے وژن کو' تخیل کو' خواب دیکھنے کی صلاحیت کو بچوں سے ماورا لے جانا ہوگا۔ فی الوقت تو عورت بچے کے بارے میں سوچے جا رہی ہے: ''اسے ڈاکٹر بننا چاہیے' اسے انجینئر بننا چاہیے' اسے یہ بننا چاہیے' وہ بننا چاہیے۔''

اب عورت کو وہ بننا ہے' جو وہ بچوں میں دیکھتی رہی ہے۔ ڈاکٹر بنو' انجینئر بنو' پائلٹ بنو۔ تم بچے کے وسیلے سے دیکھتی رہی ہو...... حقیقت کا سامنا براہِ راست کیوں نہیں؟ تم اپنے بچے کو جو کچھ بنانا چاہتی ہو وہ خود کیوں نہیں بنتی ہو؟ مجھے تو اس میں کوئی مسئلہ نظر نہیں آتا۔

عورتیں کئی اعتبار سے مردوں سے برتر ہوتی ہیں اور ان کی برتری کو تخلیقیت کی نئی جہتوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے......

اگر عورت اپنے ارتکاز' اپنے گھیر' اپنی طمانیت' اپنی محبت کے ساتھ میدان میں آ جائے تو مرد نے تخلیق ہی کیا کیا ہے جو وہ تخلیق کر سکتی ہے۔ پس اس جہت میں آگے بڑھو جس میں تمہیں آسودگی محسوس ہوتی ہو۔

وہ وقت آ گیا ہے کہ عورتیں ہر وہ شے تخلیق کریں جو اب تک مرد تخلیق کرتے آئے ہیں ...... میں تمہیں کہتا ہوں کہ مساوات مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت برتر صنف ہے — فطری طور پر' کیونکہ فطرت نے عورت کو بچہ تخلیق کرنے کے لیے بنایا ہے۔

اور اب چونکہ حیاتیات عورت پر مزید کوئی اختیار نہیں رکھتی؟ اس لیے اپنی توانائی ہم جنس پرست (Lesbian) بننے میں ضائع مت کرو۔ اب تمہارے لیے وقت آ گیا ہے کہ تم ہر

میدان میں تخلیقی بنو اور تم پکاسو' موزارٹ' وان گوگ' شیکسپیئر بن سکتی ہو۔ کیوں نہیں کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ تمہارا بنایا ہوا مجسمہ تو شاید قدرے بہتر' قدرے گداز ہوگا' اور یقیناً وہ زیادہ زندہ ہوگا۔

صرف ایک معاملہ ایسا ہے جس میں تم خود کو مرد کے مساوی نہیں پاؤ گی — اور پلیز یاد رکھنا' اس میدان میں مرد کے مساوی ہونے کی کوشش مت کرنا — یہ ہیں پٹھے۔ جہاں تک پٹھوں کا تعلق ہے تو مرد کو برتر رہنے دو' کیونکہ اگر عورتوں نے جمنازیم جانا شروع کر دیا اور پٹھوں والا جسم بنانا شروع کر دیا تو یہ انسانیت کی تاریخ کا بدترین واقعہ ہوگا۔

اگر میں یہاں پٹھوں والی ہزاروں عورتوں کو بیٹھے دیکھتا ہوں تو میں دوبارہ نہیں آؤں گا......

> اگر عورتیں سیاست میں لیڈر ہوں گی' سائنس میں لیڈر ہوں گی' شاعری میں' مصوری میں لیڈر ہوں گی تو وہ ہر شے کو ایک نیا تناظر دے دیں گی۔ عورتوں کو پروفیسر ہونا چاہیے' ایجوکیشنسٹ ہونا چاہیے۔ انہیں ہر جگہ ہونا چاہیے۔
>
> وہ آدھی دنیا ہیں — وہ دنیا کی مالک ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ عورتیں حیران کن حد تک اہل اور قابل اعتماد ہوتی ہیں۔ تم ان پر زیادہ بھروسہ کر سکتے ہو کیونکہ وہ تم سے سر نہیں بلکہ دل سے رابطہ کرتی ہیں۔

شاید عورتوں کے کبھی تخلیقی نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ وہ مردوں کے بنائے ہوئے معاشرے میں تنہا زندگی بسر کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔ تنہا زندگی بسر کرنے والی عورت مستقل طور پر خطرے میں ہوتی ہے۔ چند عورتوں نے ابھی حال ہی میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا ہے — ناول نویس کی حیثیت سے' شاعر کی حیثیت سے۔ ایسا اس لیے ہوا ہے کہ پہلی مرتبہ صرف گزشتہ چند برسوں میں عورت مرد کی طرح آزادانہ طور پر رہنے کی قابل ہوئی ہے — اور وہ بھی چند ایک ترقی یافتہ' ترقی پسند ملکوں میں۔ یوں وہ مصوری شروع کر چکی ہیں' شاعری' موسیقی تخلیق کرنا شروع کر چکی ہیں......

عورت ہر صلاحیت کی حامل ہے تاہم لاکھوں برسوں سے ان کی جنس ہی ان کی واحد تخلیقیت رہی ہے' اور جب ساری جنسی توانائی بچے جننے ہی میں استعمال ہو رہی ہو......! ایسی عورت نہیں ہو سکتی جو درجن بھر بچوں کو بھی پال پوس رہی ہو اور موسیقی بھی ترتیب دے رہی ہو — کیا تم ایسا سوچ سکتی ہو؟ ہر طرف سب کچھ کرتے ہوئے یہ بارہ ساز تو کوئی

درست بات نہیں ہے ...... کیا عورت موسیقی یا مصوری یا شاعری تخلیق کر سکتی ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے وہ بارہ مصور چپکے بیٹھے رہیں گے؟ — اس کے مصوری کرنے سے پہلے وہ مصوری کریں گے؟

☆☆☆

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے عورتیں مردوں کے فخر کو ٹھیس لگنے سے بچانے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو چھپائے رکھتی ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟

یہ انسانی تاریخ کا عظیم ترین المیہ رہا ہے۔ کیونکہ عورتوں کی صلاحیتوں کو کبھی نہیں سراہا گیا ہے۔ دھیرے دھیرے ان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہوگئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسی عورت کو زیادہ سراہا جاتا تھا' ایک احمق عورت کو زیادہ سراہا جاتا تھا۔ اسے بس ایک خوبصورت' متناسب جسم کا مالک ہونا ہوتا تھا' ذہن کا یا کسی اور شے کا نہیں۔ اسے گائے ہونا چاہیے— ذہانت سے خالی' آگہی سے محروم۔ اس کی توقع کی جاتی تھی' بصورت دیگر مرد شرمندگی محسوس کرتا تھا' محسوس کرتا تھا کہ اس کے آبگینوں کو ٹھیس لگی ہے۔

پس عورت نے صدیوں میں ایک چال سیکھ لی— کھیل کا اصول یہ ہے کہ عورت کو اپنی صلاحیتیں عیاں نہیں کرنی چاہئیں۔ اگر وہ ذہین ہے تو اسے دکھاوا کرنا چاہیے کہ وہ احمق ہے۔ اگر وہ تخلیقی ہے تو اسے کچھ تخلیق نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اپنی تخلیقیت کو گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک محدود کر لینا چاہیے — ڈرائنگ روم' باورچی خانہ اور اس جیسی چیزوں تک۔ اسے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے مرد کی انا کو ٹھیس لگے یعنی اسے شاعری نہیں کرنی چاہیے' اسے مصور نہیں بننا چاہیے' اسے مجسمہ سازی نہیں کرنی چاہیے — دوسری صورت میں مرد کمتری محسوس کرے گا۔

یہی مردانہ انا عورت کو اپنا اثبات نہیں کرنے دیتی ...... جبکہ وہ چند ایسی صلاحیتوں کی مالک ہے جن کا مرد حامل نہیں ہے اور اس تناسب سے حامل نہیں ہو سکتا۔ وجدان عورت میں مرد کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ عورت ذہانت بھی مرد سے زیادہ رکھتی ہے۔ مرد فطری سی بات ہے ذہانت کی تعریف کرتا ہے۔ چونکہ وہ بھی ذہانت کا حامل ہے لہٰذا اس کی تعریف کرتا ہے۔ وجدان کی وہ مذمت کرتا ہے — وہ اسے اندھا اعتقاد' بکواس' حماقت' توہم پرستی قرار

دیتا ہے۔ وہ اس کی مذمت کرتا ہے کیونکہ وہ وجدان سے محروم ہے۔

ازمنۂ وسطیٰ میں جن عورتوں کو جادوگرنی کہا گیا اور زندہ جلا دیا گیا تھا وہ درحقیقت بہت وجدان کی حامل عورتیں تھیں۔ مرد انہیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ پادری انہیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چرچ مرداساس رہا ہے' ساری عیسائی کمیونٹی مردانہ ہے۔ کبھی کوئی ایک عورت بھی پوپ نہیں بنی' پوپ تو کیا عام پادری نہیں بنی۔ سارا نظام مردانہ ہے۔

وہ جادوگری کی نہیں بلکہ درحقیقت عورت کی مخالفت تھی۔ جب کبھی تاریخ کو درست طور پر لکھا جائے گا تو منکشف کیا جائے گا کہ وہ تحریک جادوگری کے خلاف نہیں تھی۔ جادوگری کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا' مرد عورت کے خلاف تھا۔ ذہانت وجدان کے خلاف تھی۔ عقل اس شے کے خلاف تھی جو عقلی نہیں ہے مگر بہت طاقتور ہے۔

ان جادوگرنیوں کو زندہ جلا دیا گیا' قتل کر دیا گیا' اذیتیں دی گئیں اور خوف کی وجہ سے عورت دنیا سے سمٹ کر اپنی ذات تک محدود ہوگئی۔ وہ خوفزدہ ہوگئی تھی! اگر وہ کسی قسم کی صلاحیت کا مظاہرہ کرتی تو اسے جادوگرنی قرار دے دیا جاتا۔ اگر کوئی مرد ایسی ہی صلاحیت کا مظاہرہ کرتا تو اسے سینٹ (Saint) قرار دے دیا جاتا تھا۔ اس کی پوجا کی جاتی تھی کہ وہ معجزے کر دکھانے والا انسان ہے جبکہ عورت کو جادوگرنی قرار دیا جاتا تھا۔

❀ ❀ ❀

دسواں باب

جسم

پہلی چیز ہے جسم۔ جسم تمہارا مرکز ہے' یہ تمہاری بنیاد ہے' یہ وہ ہے جہاں تم قائم ہو۔ تمہیں جسم سے متنفر کرنا تمہیں برباد کرنا ہے' تمہیں شیزوفرینیائی بنانا ہے' تمہیں الم زدہ بنانا ہے' جہنم تخلیق کرنا ہے۔ تم جسم ہو۔ بلاشبہ تم جسم سے سوا بھی ہو' تاہم جسم پہلے ہے۔ تم پہلے جسم ہو۔

جسم تمہاری بنیادی صداقت ہے' پس جسم کے خلاف کبھی مت ہونا۔ جب بھی تم اپنے جسم کے خلاف ہو گے' بھگوان کے خلاف ہو گے۔ جب بھی تم اپنے جسم کا احترام نہیں کرو گے' حقیقت سے تمہارا رابطہ ٹوٹ جائے گا' کیونکہ تمہارا جسم تمہارا رابطہ ہے۔ تمہارا جسم تمہارا معبد ہے۔

تانترا جسم کے احترام کی تعلیم دیتا ہے' جسم کا احترام اور اس سے محبت کرنے کی' جسم کا شکرگزار ہونے کی۔ جسم تو معجزہ ہے۔ یہ عظیم ترین رمز ہے۔

تاہم تمہیں تو جسم کے خلاف ہونے کا درس دیا گیا ہے۔ پس بعض اوقات تم سرسبز درخت سے مسحور ہو جاتے ہو' بعض اوقات چاند سے اور سورج سے مسحور ہو جاتے ہو' بعض اوقات کسی پھول سے مسحور ہو جاتے ہو مگر کبھی اپنے جسم سے مسحور نہیں ہوتے۔ تمہارا جسم کائنات کا سب سے پیچیدہ مظہر ہے۔ کوئی پھول' کوئی درخت اتنا خوبصورت جسم نہیں رکھتا جتنا خوبصورت جسم تم رکھتے ہو۔ کوئی چاند' کوئی سورج' کوئی ستارہ تمہارے جیسا ترقی یافتہ میکنزم نہیں رکھتا جتنا تم رکھتے ہو۔

تاہم تمہیں پھول کو سراہنے کا درس دیا گیا ہے' جو کہ ایک سادہ سی شے ہے۔ تمہیں

درخت کو سراہنے کا درس دیا گیا ہے' جو کہ ایک سادہ سی شے ہے۔ تمہیں پتھروں' پہاڑوں' دریاؤں تک کو سراہنے کا درس دیا گیا ہے لیکن تمہیں اپنے جسم کا درس نہیں دیا گیا۔ بے شک یہ بہت بند ہے' پس اس کو فراموش کر دینا بہت آسان ہے۔ یہ بہت واضح ہے' پس اسے نظرانداز کر دینا بہت آسان ہے تاہم یہ سب سے زیادہ خوبصورت مظہر ہے۔

اگر تم پھول کو دیکھو گے تو لوگ کہیں گے ''بڑا جمالیاتی بندہ ہے!'' اور اگر تم کسی عورت یا کسی مرد کے خوبصورت چہرے کو دیکھو گے تو لوگ کہیں گے ''یہ تو ہوس ہے۔'' اگر تم درخت کی طرف جاؤ گے اور پھول کو یوں تکو گے کہ تمہاری آنکھیں پوری کھلی ہوئی ہوں' تمہارے حواس پھول کے حسن کو تمہارے اندر سرایت کرنے کے لیے کشادہ ہوں تو لوگ سوچیں گے کہ تم شاعر ہو یا مصور ہو یا صوفی ہو۔ تاہم اگر کسی عورت یا مرد کی طرف جاؤ گے اور بے پناہ احترام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ گے اور عورت کو پوری آنکھیں کھول کر اور اپنے حواس کے ذریعے اس عورت کے حسن کو اپنے اندر سموتے ہوئے دیکھو گے تو پولیس تمہیں پکڑ لے جائے گی۔ کوئی نہیں کہے گا تم صوفی ہو' شاعر ہو۔ کوئی بھی تمہارے عمل کی تعریف نہیں کرے گا۔ کوئی غلطی ہو چکی ہے۔ اگر راہ چلتے کسی اجنبی سے کہو کہ ''تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں'' تو تمہیں بھی شرم محسوس ہو گی اور اسے بھی ندامت ہو گی۔ وہ یہ نہیں کہہ سکے گا: ''آپ کا شکریہ۔'' درحقیقت اسے غصہ آ جائے گا۔ وہ ایسا اس لیے محسوس کرے گا کہ تم نے اسے چھیڑا ہے۔ وہ ایسا اس لیے محسوس کرے گا کیونکہ تم ہو کون اس کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرنے والے؟ تمہیں اس کی جرأت کیونکر ہوئی؟ اگر تم درخت کو چھوؤ تو وہ خوش ہو گا۔ لیکن اگر تم کسی انسان کو چھوؤ گے تو وہ خفا ہو جائے گا۔ غلطی کیا ہوئی ہے؟ گڑبڑ بہت گہری ہے۔

تانترا تمہیں جسم کا احترام کرنا' جسم سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ تانترا تمہیں جسم کو بھگوان کی عظیم ترین تخلیق کے طور پر دیکھنا سکھاتا ہے۔ تانترا جسم کا دھرم ہے۔ بلاشبہ یہ مزید اوپر جاتا ہے تاہم یہ جسم کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس کی بنیاد جسم ہے۔ یہ واحد دھرم ہے جس کی بنیاد زمین میں ہے' یہ جڑیں رکھتا ہے۔ دوسرے دھرم رس بھرے نہیں ہیں' تانترا حقیقتاً رس بھرا اور زندہ ہے۔

تانترا تمہارے جسم پر بھروسہ کرتا ہے۔ تانترا تمہارے حواس پر بھروسہ کرتا ہے۔

تانترا تمہاری توانائی پر بھروسہ کرتا ہے۔ تانترا تم پر بھروسہ کرتا ہے۔ تانترا کسی شے کا انکار نہیں کرتا' بلکہ ہر شے کی قلبِ ماہیئت کرتا ہے۔

اس تانترا وژن کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ یہ تمہاری مکمل تبدیلی کا نقشہ ہے۔

پہلی بات اپنے جسم کا احترام کرنا سیکھنا ہے اور جسم کے حوالے سے تمہیں جو کچھ سکھایا گیا ہے اسے بھلانا ہے۔ دوسری صورت میں تمہاری قلبِ ماہیئت نہیں ہو گی۔ ابتدا سے چلو جسم تمہاری ابتدا ہے۔

جس کو بہت سے جبروں سے آزاد اور پاک کرنا ہو گا۔ جسم کے لیے عظیم کیتھارسس ضروری ہے۔ جسم مسموم ہو گیا ہے کیونکہ تم اس کے خلاف رہے ہو' تم نے اسے کئی حوالوں سے دبایا ہے۔ تمہارا جسم بہت قلیل وجود رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم الم زدہ ہو۔ تانترا کہتا ہے: خوشی اسی وقت ممکن ہے جب تم پوری طرح وجود رکھتے ہو — اس سے پہلے بالکل نہیں۔ جب تم شدت سے جیتے ہو تب سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اگر تم اپنے جسم کے خلاف ہو گئے تو شدت سے کیسے جی سکو گے؟

تم ہمیشہ گرم رہتے ہو۔ پہلے ٹھنڈے ہو جاؤ۔ آگ کو صدیوں سے برباد کیا جا رہا ہے۔ آگ کو دوبارہ روشن کرنا پڑے گا۔ تانترا کہتا ہے: پہلے جسم کو پاک کرو — اسے ہر جبر سے پاک کرو۔ جسم کی توانائی کو بہنے دو' رکاوٹیں ہٹا دو۔

ایسے کسی شخص کا ملنا بہت دشوار ہے جو رکاوٹیں نہیں رکھتا ہو' ایسے کسی شخص کا ملنا بہت دشوار ہے جس کا جسم کسا ہوا نہیں ہو۔ اس کساؤ کو ڈھیلا کرو — اسی نے تمہاری توانائی کو روکا ہوا ہے۔ اس کساؤ کے ساتھ بہاؤ ممکن نہیں ہے۔

ہر شخص تناؤ کا کیوں شکار ہے؟ تم ڈھیلے کیوں نہیں ہو سکتے؟ کیا تم نے کسی بلی کو سہ پہر کے وقت سوتے ہوئے' اونگھتے ہوئے دیکھا ہے' بلی کتنی سادگی سے اور کتنی خوبصورتی سے ڈھیلی ڈھالی ہو جاتی ہے۔ کیا تم اس طرح سے ڈھیلے ڈھالے نہیں ہو سکتے؟ تم اپنے بستر میں کروٹیں تو بدلتے ہو' اینٹھتے رہتے ہو لیکن ڈھیلے ڈھالے نہیں ہو سکتے۔ بلی کے ڈھیلے ڈھالے پن کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر ڈھیلی ڈھالی ہوتی ہے اور کاملاً چوکس بھی ہوتی ہے۔ کمرے میں سورج کی ایک کرن بھی در آئے تو وہ آنکھیں کھول دیتی ہے' وہ چھلانگ لگائے گی اور تیار ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوتا کہ وہ صرف سو رہی ہے۔ بلی کی نیند

سیکھے جانے کے قابل ہے — انسان تو بھول چکا ہے۔

تانترا کہتا ہے: بلیوں سے سیکھو — وہ کس طرح سوتی ہیں' کس طرح ڈھیلی ڈھالی ہوتی ہیں' وہ کس طرح بے تناؤ جیتی ہیں۔ ساری حیوانی دنیا ہی یوں بے تناؤ جیتی ہے۔ انسان کو اسے سیکھنا ہو گا' کیونکہ انسان کے ذہن کو غلط ڈھالا گیا ہے۔ انسان کی غلط انداز سے پروگرامنگ کی گئی ہے۔

تمہیں بچپن ہی سے تناؤ زدہ رہنا سکھایا جاتا ہے۔ خوف کی وجہ سے تم سانس بھی نہیں لیتے۔ جنس کے خوف کی وجہ سے لوگ سانس بھی نہیں لیتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تم گہرا سانس لیتے ہو تو وہ ٹھیک تمہارے جنسی مرکز تک جاتا ہے اور اسے ضرب لگاتا ہے' اسے اندر سے سہلاتا ہے' اسے تحریک دیتا ہے۔ چونکہ تمہیں درس دیا گیا ہے کہ جنس خطرناک ہے اس لیے ہر بچہ گہرا سانس نہیں لیتا — صرف سینے تک۔ وہ اس سے پرے نہیں جاتا' کیونکہ اگر وہ اس سے پرے جاتا ہے تو دفعتاً ابھار پیدا ہوتا: جنس ابھرتی ہے اور خوف ختم ہو جاتا ہے۔ جس لمحے تم گہرا سانس لیتے ہو' جنسی توانائی آزاد ہو جاتی ہے۔

جنسی توانائی کو آزاد ہونا ہو گا۔ اسے تمہاری ساری ہستی میں بہنا ہو گا۔ تب تمہارا سارا جسم جنسی عمل کی انتہائی مرحلے والی لذت انگیز کیفیت میں ہو گا۔ مگر تم تو سانس لینے سے خوفزدہ ہو' اس قدر خوفزدہ کہ تقریباً آدھے پھیپھڑے کاربن ڈائی آکسائیڈ سے بھرے رہتے ہیں ...... پھیپھڑوں میں 6000 سوراخ ہوتے ہیں اور عموماً 3000 سوراخ کبھی صاف نہیں ہوتے' وہ ہمیشہ کاربن ڈائی آکسائیڈ سے بھرے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم بے دم ہو' یہی وجہ ہے کہ تم چاق و چوبند دکھائی نہیں دیتے' یہی وجہ ہے کہ آگاہی دشوار ہے۔ یہ اتفاق نہیں ہے کہ یوگا اور تانترا دونوں گہرا سانس لینے کی تلقین کرتے ہیں — پران یاما' اپنے پھیپھڑوں کو کاربن ڈائی آکسائیڈ سے خالی کرنا۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ تمہارے لیے نہیں ہے — اسے مسلسل باہر پھینکنا ہو گا۔ تمہیں تازہ' نئی ہوا میں سانس لینا ہو گا' تمہیں مزید آکسیجن کو پھیپھڑوں میں لے جانا ہو گا۔ آکسیجن تمہارے اندر کی آگ کو بھڑکائے گی' آکسیجن تمہیں دہکا دے گی۔ تاہم آکسیجن تمہاری جنس کو بھی دہکا دے گی۔ پس صرف تانترا تمہیں حقیقی گہرا سانس لینے کی اجازت دے سکتی ہے — حتیٰ کہ یوگا بھی حقیقی گہرا سانس لینے کی اجازت نہیں دے سکتا ......

صرف تانترا تمہیں کامل ہونے اور کامل بننے کی اجازت دیتا ہے۔ تانترا تمہیں غیر مشروط آزادی دیتا ہے، تم خواہ کوئی بھی ہو، اور تم کوئی بھی ہو سکتے ہو۔ تانترا تم پر کوئی پابندی نہیں لگاتا، یہ تمہارا تعین نہیں کرتا، یہ تو بس تمہیں مکمل آزادی دیتا ہے۔ حکمت یہ ہے کہ جب تم مکمل آزاد ہوتے تو بہت کچھ ممکن ہوتا ہے۔

یہ میرا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ جنسی اعتبار سے گھٹے ہوئے ہوتے ہیں وہ ذہین نہیں رہتے۔ صرف جنسی اعتبار سے بہت، بہت، بہت زندہ لوگ ذہین ہوتے ہیں۔ جنس کے گناہ ہونے کے تصور نے ذہانت کو ضرور نقصان پہنچایا ہو گا ـــ اسے لازماً بری طرح نقصان پہنچایا ہو گا۔ جب تم حقیقتاً بہہ رہے ہو گے اور تمہاری جنس کا تمہارے ساتھ جھگڑا اور کشمکش نہیں ہو گی، جب تم اس سے تعاون کرو گے تو تمہارا ذہن اپنے عروج پر عمل کر رہا ہو گا۔ تم ذہین، چاق و چوبند، زندہ ہو گے۔

تانترا کہتا ہے: جسم کو لازماً دوست بنانا ہو گا۔

کیا تم کبھی اپنے جسم کو چھوتے ہو؟ کیا تم کبھی اپنے جسم کو محسوس کرتے ہو، یا تم ایسے رہتے ہو گویا ایک مردہ شے میں بند ہو؟ ہو یہی رہا ہے۔ لوگ تقریباً منجمد ہو گئے ہیں۔ وہ جسم کو کسی تابوت کی طرح اٹھائے پھرتے ہیں۔ یہ بھاری ہے، یہ رکاوٹ بنتا ہے، یہ تمہیں حقیقت سے ابلاغ میں کوئی مدد نہیں دیتا ہے۔ اگر تم جسم کی برق کو پاؤں کے نیچے سے سر تک بہنے کی آزادی دو گے، اگر تم اس کی توانائی کو ـــ بائیو انرجی کو ـــ کامل آزادی دو گے تو تم ایک دریا بن جاؤ گے اور تم جسم کو محسوس کرو گے۔ تم تقریباً بے جسم محسوس کرو گے۔ جسم کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں رہے گا، تم بے جسم ہو جاؤ گے۔ جسم کے ساتھ جھگڑنے میں جسم بوجھ بن جاتا ہے۔ جسم کو بوجھ کی طرح اٹھائے ہوئے تم کبھی بھگوان تک نہیں پہنچ سکتے۔

جسم کو بے وزن ہونا پڑے گا، تاکہ تم زمین سے تقریباً اوپر چلنا شروع کر دو ـــ یہ ہوتا ہے تانترا کا چلنے کا انداز۔ تم اتنے بے وزن ہوتے ہو کہ کشش ثقل نہیں رہتی۔ تم اڑ سکتے ہو۔ تاہم ایسا زبردست قبولیت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اپنے جسم کو قبول کرنا تمہارے لیے دشوار ہو گا۔ تم اس کی تذلیل کرتے ہو، تم اس میں ہمیشہ نقص ڈھونڈتے ہو۔ تم کبھی اسے سراہتے نہیں ہو، تم کبھی اس سے محبت نہیں کرتے ہو اور پھر معجزے کے خواہاں ہو: کوئی شخص آئے گا اور تمہارے جسم سے محبت کرے گا۔ اگر تم

خود اس سے محبت نہیں کر سکتے تو تمہیں ایسا کوئی شخص کیسے ملے گا جو تمہارے جسم سے محبت کرے گا؟ اگر تم خود محبت نہیں کر سکتے تو کوئی شخص تمہارے جسم سے محبت نہیں کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا ارتعاش لوگوں کو پرے دھکیل دے گا۔

تم اس شخص سے محبت کرتے ہو، جو اپنے آپ سے محبت کرتا ہے، اس کے برعکس کبھی نہیں ہوتا۔ پہلی محبت لازماً خود سے ہوتی ہے ـــ صرف اس مرکز سے دوسری قسم کی محبتیں ابھرتی ہیں۔ تم اپنے جسم سے محبت نہیں کرتے۔ تم اسے ایک ہزار ایک انداز سے چھپا لیتے ہو۔ تم اپنے جسم کی خوشبو کو چھپا لیتے ہو، تم اپنے جسم کو کپڑوں میں چھپا لیتے ہو، تم اپنے جسم کو زیورات سے چھپا لیتے ہو۔ تم اس حسن کو پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو، جس کی کمی تم مسلسل محسوس کرتے ہو، اور اس کی کوشش میں تم مصنوعی بن جاتے ہو۔

اپنے ہونٹوں پر لپ سٹک تھوپے ہوئے کسی عورت کا سوچو، ...... نہایت بے ہودہ ہے یہ۔ ہونٹوں کو زندگی کی وجہ سے سرخ ہونا چاہیے، ان پر سرخی تھوپنی نہیں چاہیے۔ انہیں محبت کی وجہ سے زندہ ہونا چاہیے، انہیں اس لیے زندہ ہونا چاہیے کیونکہ تم زندہ ہو۔ اب کیا ہے ـــ صرف ہونٹوں پر سرخی تھوپی جا رہی ہے ......اور تم سوچتی ہو کہ تم خود کو خوبصورت بنا رہی ہو۔ صرف وہی لوگ جنہیں اپنی بدصورتی کا بہت زیادہ احساس ہوتا ہے، بیوٹی پارلر جاتے ہیں، دوسری صورت میں انہیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیا تم نے کبھی کوئی ایسا پرندہ دیکھا ہے جو بدصورت ہو؟ کیا تم نے کبھی کسی ایسے ہرن کو دیکھا ہے جو بدصورت ہو؟ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ وہ کبھی کسی بیوٹی پارلر نہیں جاتے، اور کسی ماہر سے مشورہ نہیں کرتے۔ وہ فقط اپنے آپ کو قبول کر لیتے ہیں اور وہ اپنی قبولیت ہی میں خوبصورت ہیں۔ عین اس قبولیت میں، وہ اپنے اوپر خوبصورتی کی بارش برساتے ہیں۔

جس لمحے تم اپنے آپ کو قبول کر لیتے ہو، تم خوبصورت ہو جاتے ہو۔ جب تم اپنے جسم سے لذت اندوز ہو گے تو تم دوسروں سے بھی لذت اندوز ہو گے۔ بہت سے لوگ تمہیں محبت کرنے لگیں گے، کیونکہ تم خود جو اپنے آپ سے محبت کرتے ہو۔ اس وقت تو تم اپنے ساتھ غصے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم بدصورت ہو، تم جانتے ہو کہ تم گھناؤنے ہو، دہشت انگیز ہو۔ یہ تصور لوگوں کو دھکیل دیتا ہے، یہ تصور انہیں تم سے محبت کرنے میں مدد نہیں دے گا، یہ انہیں پرے رکھے گا۔ اگر وہ تم سے قریب بھی آ رہے ہوں گے تو جس لمحے وہ تمہارا ارتعاش محسوس

کریں گے اسی لمحے تم سے پرے ہو جائیں گے۔

کسی کے پیچھے پھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پیچھے پیچھے پھرنے کی ضرورت تب ہوتی ہے جب ہم اپنے آپ سے خود محبت نہیں کرتے۔ دوسری صورت میں لوگ خود آتے ہیں۔ اگر تم اپنے آپ سے خود محبت کرتے ہو تو ایسی صورت میں ان کے لیے تمہاری محبت میں مبتلا نہ ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اتنے بہت سے لوگ بدھ کے پاس کیوں آتے تھے اور اتنے بہت سے لوگ یسوع کے پاس کیوں آتے تھے؟ یہ لوگ اپنے آپ سے محبت کرتے تھے۔ وہ لوگ اپنے ساتھ اتنی محبت کرتے تھے اور اپنی ہستی سے اتنے مسرور تھے کہ جو بھی ان کے قریب سے گزرتا تھا ان کی طرف کھنچا چلا آتا تھا۔ وہ کسی مقناطیس کی طرح کھینچ لیتے تھے۔ وہ اپنی ہستی سے خود اتنے مسحور تھے تو تم کیسے ان کے سحر سے بچ سکتے تھے؟ فقط وہاں ہونا ہی عظیم سعادت ایسا تھا۔

تانترا کا پہلا سبق ہے: اپنے جسم سے محبت کرو' اپنے جسم کو دوست بناؤ' اپنے جسم کا احترام کرو' اپنے جسم کی تکریم کرو' اپنے جسم کا خیال رکھو — یہ خدا کا تحفہ ہے۔ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو یہ تم پر عظیم اسرار کا انکشاف کرے گا۔ ساری نشوونما کا انحصار اس پر ہے کہ تم اپنے جسم سے کتنا تعلق رکھتے ہو۔

تانترا کا دوسرا سبق حواس کے بارے میں ہے۔ دھرم حواس کے بھی خلاف ہیں۔ وہ حواس اور حسیت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ جبکہ حواس تمہارے ادراک کے دروازے ہیں' حواس حقیقت کی طرف کھلنے والی کھڑکیاں ہیں۔ تمہاری آنکھ کیا ہے؟ تمہارے کان کیا ہیں؟ تمہارا ناک کیا ہے؟ حقیقت کی طرف کھلنے والی کھڑکیاں' بھگوان کی طرف کھلنے والی کھڑکیاں۔ اگر تم ٹھیک طرح سے دیکھو گے تو تم بھگوان کو ہر جگہ دیکھو گے۔ پس آنکھوں کو بند نہیں رکھنا ہے' آنکھوں کو درست طور سے کھولنا ہوگا۔ آنکھوں کو برباد نہیں کرنا ہے۔ کانوں کو برباد نہیں کرنا ہے کیونکہ یہ تمام آوازیں الوہی ہیں۔

یہ پرندے منتر جاپ رہے ہیں۔ یہ درخت خاموشی سے وعظ دے رہے ہیں۔ سب آوازیں اس کی ہیں' اور سب صورتیں اس کی ہیں۔ پس اگر تمہارے اندر حساسیت نہیں ہوگی تو تم بھگوان کو کیسے جانو گے؟ تمہیں اسے پانے کے لیے چرچ جانا پڑتا ہے' مندر جانا پڑتا ہے...... جبکہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ انسان ساختہ مندر میں' انسان ساختہ چرچ میں تم

بھگوان کو' خداوند کو ڈھونڈنے جاتے ہو؟ انسان کتنا احمق ہے۔ خداوند تو ہر جگہ موجود ہے۔ تاہم اس کے لیے تمہیں صاف' خالص حواس کی ضرورت ہے۔

پس تانترا درس دیتا ہے کہ حواس ادراک کے دروازے ہیں۔ یہ کارگر نہیں رہے ہیں۔ تمہیں اس ناکارگی کو ختم کرنا ہوگا' تمہیں اپنے حواس کی صفائی لازماً کرنا ہوگی۔ تمہارے حواس اس آئینے کی طرح ہیں جو اس لیے دھندلا گیا ہے کیونکہ اس پر بہت زیادہ گرد جم گئی ہے۔ گرد کو جھاڑنا ہوگا۔

ہر شے کے حوالے سے تانترا کے فلسفے پر غور کرو۔ دوسرے کہتے ہیں: اپنے حواس کو نظرانداز کرو' اپنے ذائقے کو ختم کر دو! جبکہ تانترا کہتا ہے: چکھو' بھگوان ہر ذائقے میں ہے۔ دوسرے کہتے ہیں: اپنی چھونے کی صلاحیت کو ختم کر دو۔ تانترا کہتا ہے: اپنے لمس کو مکمل طور پر محسوس کرو کیونکہ تم جس شے کو بھی چھوتے ہو' وہ الوہی ہے۔ یہ نام نہاد دھرموں کا مکمل الٹ ہے۔ یہ ایک انقلاب ہے — جڑوں تک تبدیلی لانے والا۔

جتنا ممکن ہو اتنا مکمل چھوؤ' سونگھو' چکھو' دیکھو' سنو۔ تمہیں یہ زبان لازماً سیکھنا ہوگی کیونکہ معاشرے نے تمہیں بے وقوف بنایا ہے۔

ہر بچہ خوبصورت حواس کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ کسی بچے کا مشاہدہ کرو۔ جب وہ کسی شے کو دیکھتا ہے تو مکمل طور پر جذب ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنے کھلونوں سے کھیل رہا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر منہمک ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے تو سراپا آنکھیں بن جاتا ہے۔ کسی بچے کی آنکھوں کو دیکھو۔ جب وہ سنتا ہے تو سراپا کان بن جاتا ہے۔ جب وہ کچھ کھاتا ہے تو وہ زبان میں سمٹ جاتا ہے۔ وہ سراپا حسِ ذائقہ بن جاتا ہے۔ کسی بچے کو سیب کھاتے ہوئے دیکھو۔ وہ کتنے اشتیاق سے کھا رہا ہے! وہ کتنی توانائی سے کھا رہا ہے! کتنے مزے سے کھا رہا ہے! کسی بچے کو باغ میں تتلی کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھو...... وہ کتنا جذب ہوتا ہے۔ ایسی حیرتناک مراقباتی کیفیت — اور بغیر کسی کاوش کے۔ کسی بچے کو ساحل پر سیپیاں اکٹھی کرتے دیکھو' یوں لگتا ہے جیسے وہ ہیرے جمع کر رہا ہے۔ جب حواس زندہ ہوتے ہیں تو ہر شے قیمتی ہوتی ہے۔ جب حواس زندہ ہوتے ہیں تو ہر شے صاف ہوتی ہے۔

یہی بچہ بعدازاں زندگی میں حقیقت کو ایسے دیکھے گا جیسے وہ سیاہ شیشے کے پیچھے چھپی ہوئی ہو۔ شیشے پر بہت زیادہ دھواں اور گرد جم گئے ہیں اور تم شیشے کے پیچھے چھپے ہوئے ہو اور تم

دیکھ رہے ہو۔ اس وجہ سے ہر شے بے جان اور مردہ نظر آتی ہے۔ تم درخت کو دیکھتے ہو اور درخت بے جان دکھائی دیتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری آنکھیں بے جان ہیں۔ تم گانا سنتے ہو' مگر اس میں کوئی کشش نہیں ہوتی' کیونکہ تمہارے کان بے جان ہو گئے ہیں۔ تم کسی بدھ کو سن سکتے ہو اور تم اس کو سراہنے سے قاصر ہو گے' کیونکہ تمہاری ذہانت بے جان ہے۔

اپنی بھولی ہوئی زبان کو دوبارہ سیکھو۔ جب تمہیں وقت ملے' اپنے حواس میں زیادہ ہوؤ۔ کھاتے ہوئے — محض کھاؤ مت۔ ذائقہ کی بھولی ہوئی زبان کو دوبارہ یاد کرنے کی کوشش کرو۔ روٹی کو چھوؤ' اس کے لمس کو محسوس کرو۔ کھلی آنکھوں کے ساتھ محسوس کرو' بند آنکھوں کے ساتھ محسوس کرو۔ جب چبا رہے ہو تو اسے خوب چباؤ۔ یاد رکھو' اچھی طرح نہ چبانا روٹی کی توہین ہوگی۔ اسے عبادت بنا لو اور تمہارے اندر ایک نیا شعور ابھرنے لگے گا۔ تم تانترا کیمیا کا گر سیکھ جاؤ گے۔

لوگوں کو زیادہ چھوؤ۔ ہم لوگ چھونے کے حوالے سے بہت زود رنج بن چکے ہیں۔ اگر کوئی تم سے باتیں کر رہا ہے اور وہ بہت قریب آ جائے تو تم پیچھے ہٹ جاتے ہو۔ ہم اپنے علاقے کا تحفظ کرتے ہیں۔ ہم چھوتے نہیں ہیں اور دوسروں کو چھونے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہم ہاتھ نہیں تھامتے' ہم گلے نہیں ملتے۔ ہم ایک دوسرے کی ہستی سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔

درخت کی طرف جاؤ' درخت کو چھوؤ۔ چٹان کو چھوؤ۔ دریا کی طرف جاؤ' دریا کو اپنے ہاتھوں پر بہنے دو۔ اسے محسوس کرو! تیرو' اور دریا کو یوں محسوس کرو جیسے مچھلی کرتی ہے۔ اپنے حواس کے احیاء کا کوئی موقع ضائع مت کرو' اور سارے دن میں ایک ہزار ایک مواقع ملتے ہیں۔ اس کے لیے کسی الگ وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ حساسیت کی تربیت تو سارا دن ہو سکتی ہے۔ تمام مواقع کو استعمال کرو۔ اپنی پھوار تلے کھڑے ہونے کے موقعے کو استعمال کرو — اپنے اوپر گرتے پانی کو محسوس کرو۔ زمین پر لیٹ جاؤ' عریاں ہو جاؤ' زمین کو محسوس کرو۔ ساحل پر لیٹ جاؤ' ریت کو محسوس کرو۔ ریت کی آوازوں کو سنو' سمندر کی آوازوں کو سنو۔ ہر موقعے کو استعمال کرو — صرف تب تم حواس کی زبان دوبارہ سیکھنے کے قابل ہو گے۔ تانترا کو صرف تبھی سمجھا جا سکتا ہے جب تمہارا جسم زندہ ہو اور تمہارے حواس محسوس کرتے ہوں۔

اپنے حواس کو عادتوں سے آزاد کرو۔ عادتیں بے جانی کی بنیادی وجہ ہیں۔ کام

کرنے کے نئے طریقے ڈھونڈو۔ محبت کرنے کے نئے طریقے ڈھونڈو۔ لوگ بہت زیادہ خوفزدہ ہیں۔ لوگ پختہ عادتیں رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ جنسی عمل کرتے ہیں تو ایک ہی آسن میں کرتے ہیں — ''مشنری آسن'' میں۔ محسوس کرنے کے نئے طریقے ڈھونڈو۔

ہر تجربے کو بے پناہ حساسیت کے ساتھ تخلیق کرنا پڑے گا۔ جب تم کسی عورت یا مرد سے محبت کرو تو اسے عظیم خوشی بنا دو۔ ہر مرتبہ اس میں ایک نئی تخلیقیت لاؤ۔ بعض اوقات محبت کرنے سے پہلے رقص کرو۔ بعض اوقات محبت کرنے سے پہلے پوجا کرو۔ بعض اوقات دوڑتے ہوئے جنگل کو جاؤ' پھر محبت کرو۔ بعض اوقات تیراکی کرو اور پھر محبت کرو۔ یوں محبت کا ہر تجربہ تمہارے اندر زیادہ سے زیادہ حساسیت پیدا کرے گا اور محبت کبھی بے جان اور بے کیف نہیں بنے گی۔

دوسرے کو جاننے کے نئے طریقے ڈھونڈو۔ عادتوں کے غلام مت بنو۔ سب معمول حیات دشمن ہوتے ہیں۔ معمولات موت کے خدمتگار ہوتے ہیں۔ تم ہمیشہ ایجاد کر سکتے ہو — ایجادات کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ بعض اوقات اک ذرا سی تبدیلی اور تمہیں بے پناہ فائدہ ہوگا۔ تم ہمیشہ میز پر کھانا کھاتے ہو۔ بعض اوقات لان پر چلے جاؤ' گھاس پر بیٹھو اور وہاں بیٹھ کر کھاؤ۔ تم بہت حیران ہو گے — یہ ایک بالکل مختلف تجربہ ہوگا۔ تازہ تازہ کٹی ہوئی گھاس کی مہک' اردگرد اڑتے اور چہچہاتے ہوئے پرندے اور تازہ ہوا' اور سورج کی کرنیں اور نیچے نم گھاس کا لمس۔ جب تم کرسی میز پر کھانا کھاتے ہو تو ایسا تجربہ نہیں ہو سکتا۔ سب اجزاء مختلف ہیں۔

بعض اوقات عریاں ہو کر کھانا کھاؤ اور تم حیران رہ جاؤ گے۔ اِک ذرا سی تبدیلی — کچھ زیادہ نہیں' بس تم ننگے بیٹھے ہوئے ہو — مگر تمہیں بالکل مختلف تجربہ ہوگا' کیونکہ اس میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر تم چھری کانٹے کے ساتھ کھانا کھاتے ہو تو کبھی کبھار صرف ہاتھوں سے کھانا کھاؤ اور تمہیں ایک مختلف تجربہ ہوگا۔ تمہارا لمس کھانے کو نئی حرارت دے دے گا۔ چمچ بے جان ہوتا ہے۔ جب تم چمچ یا کانٹے سے کھاتے ہو تو تم بہت دور ہوتے ہو۔ وہی کسی شے کو چھونے کا خوف — حتیٰ کہ کھانے کو بھی نہیں چھوا جا سکتا۔ تم لمس کو کھو دو گے' اس کے احساس کو گنوا دو گے۔ کھانا جتنا ذائقے کا حامل ہوتا ہے اتنا ہی لمس کا بھی حامل ہوتا ہے۔

مغرب میں اس حقیقت کے حوالے سے بہت سے تجربے کیے گئے ہیں کہ جب ہم کسی شے سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں تو ایسی بہت سی چیزیں بھی اس تجربے میں شامل ہوتی ہیں جن سے ہم آگاہ نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر اپنی آنکھیں اور ناک بند کرلو اور پھر پیاز کھاؤ۔ کسی کو کہو کہ وہ تمہیں کھلائے جبکہ تمہیں پتا نہیں ہو کہ وہ کیا کھلا رہا ہے ــــ وہ تمہیں پیاز کھلا رہا ہے یا سیب۔ اگر آنکھیں اور ناک مکمل طور پر بند ہوں تو تمہارے لیے ان کے بارے میں بتانا بہت دشوار ہوگا۔ تمہارے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوجائے گا کہ وہ پیاز ہے یا سیب' اس کی وجہ یہ ہے کہ ذائقہ محض ذائقہ نہیں ہوتا' اس کا 50 فیصد سونگھنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ آنکھوں کا بھی بہت حصہ ہوتا ہے۔ یہ صرف حسِ ذائقہ نہیں ہوتی بلکہ سب حواس شامل ہوتے ہیں۔ جب تم اپنے ہاتھوں سے کھاتے ہو تو تمہارا لمس بھی شامل ہوجاتا ہے۔ کھانا زیادہ مزیدار ہوجائے گا۔ یہ زیادہ انسانی' زیادہ فطری ہوجائے گا۔

ہر شے کے نئے طریقے تلاش کرو۔

تانترا کہتا ہے: اگر تم ہر روز نئے طریقے تلاش کرتے رہو گے تو تمہاری زندگی ولولہ خیز بن جائے گی' ایک ایڈونچر بن جائے گی۔ تم کبھی نہیں اکتاؤ گے۔ اکتایا ہوا شخص غیر مذہبی شخص ہوتا ہے۔ تم ہمیشہ جاننے کے لیے متجسس رہو گے' تم ہمیشہ غیر معلوم اور غیر شناسا کو جاننے کے لیے تیار رہو گے۔ تمہاری آنکھیں صاف رہیں گی اور تمہارے حواس صاف رہیں گے' کیونکہ جب تم ہمیشہ جاننے کے لیے' کھوجنے کے لیے تیار ہوتے ہو تو تم بے جان نہیں ہوسکتے' تم احمق نہیں بن سکتے۔

نفسیات داں کہتے ہیں کہ سات سال کی عمر سے حماقت کا آغاز ہوجاتا ہے۔ یہ تقریباً چار سال کی عمر سے شروع ہوجاتی ہے تاہم سات سال کی عمر تک یہ بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ بچے سات سال کی عمر سے احمق ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ درحقیقت جب بچہ سات سال کا ہوتا ہے تو اپنی ساری زندگی کی آگہی کا نصف حاصل کرلیتا ہے۔ اگر وہ ستر برس کی عمر تک زندہ رہے تو وہ صرف 50 فیصد جانے گا ــ 50 فیصد وہ پہلے ہی جان چکا ہے۔ ہوتا کیا ہے؟ وہ بے جان ہوجاتا ہے' وہ سیکھنا جاننا ترک کردیتا ہے۔ اگر تم ذہانت کے حوالے سے سوچو تو سات سال کی عمر تک بچہ بوڑھا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ جسمانی طور پر وہ بعد میں بوڑھا ہوگا ــ 35 برس کی عمر سے زوال شروع ہوتا ہے ــ تاہم ذہنی طور پر وہ پہلے ہی زوال

پا چکا ہوتا ہے۔

تم یہ جان کر حیران ہو گے کہ تمہاری ذہنی عمر' اوسط ذہنی عمر بارہ سال ہے۔ لوگ اس سے آگے ترقی نہیں کرتے۔ وہ وہیں رک جاتے ہیں۔ اسی لیے تم دنیا میں اس قدر بچگانہ پن دیکھتے ہو۔ کسی ساٹھ سالہ بوڑھے کو ذرا چھیڑو وہ سیکنڈوں میں بارہ سالہ بچہ بن جائے گا۔ وہ یوں برتاؤ کرے گا کہ تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ ایک بالغ شخص ایسے بچہ بن سکتا ہے!!

لوگ ہمیشہ پیچھے جانے کو تیار ہوتے ہیں۔ ان کی ذہنی عمر سطح کے ذرا ہی نیچے ہوتی ہے۔ ذرا سا کھرچو اور ان کی ذہنی عمر عیاں ہوجائے گی۔ ان کی جسمانی عمر زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ لوگ بچپنے ہی میں مرتے ہیں' وہ کبھی بڑے نہیں ہوتے۔

تانترا کہتا ہے: کام کرنے کے نئے طریقے سیکھو' اور جتنا ممکن ہو اپنے آپ کو عادتوں سے آزاد کرو۔ اور تانترا کہتا ہے: نقال مت بنو ورنہ تمہارے حواس بے جان ہوجائیں گے۔ نقل مت کرو۔ کام کرنے کے اپنے ہی طریقے ڈھونڈو۔ تم جو کام کرو اس پر اپنے دستخط ثبت کردو۔

نقل کرنے کا مطلب ذہنی طور پر بیمار ہونا ہے۔ دنیا میں ہوشمند بننے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ فرد بنو' مصدقہ فرد۔

پس تانترا پہلی بات یہ کہتا ہے: جسم کو ہر جبر سے آزاد کروانا ہوگا۔

دوسری بات: حواس کو دوبارہ زندہ کرنا ہوگا۔

تیسری بات: ذہن کو نیوراتی سوچ سے' خبط آمیز سوچ سے چھٹکارا پانا ہوگا اور شانت ہونے کے طریقے ڈھونڈنا ہوں گے۔

جب بھی ممکن ہو ڈھیلے ڈھالے ہوجاؤ۔ جب بھی ممکن ہو ذہن کو پرے دھر دو۔ تم کہو گے: ''کہنا آسان ہے مگر ذہن کو کیسے پرے دھرا جا سکتا ہے؟ یہ تو موجود رہتا ہے۔'' اس کا ایک طریقہ ہے۔

تانترا کہتا ہے: تین باتوں پر غور کرو۔ پہلی بات: ذہن کو بھاگنے دو' ذہن کو سوچوں سے بھرنے دو۔ تم فقط دیکھو' الگ تھلگ ہو کر دیکھتے رہو۔ اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ــ بس دیکھو۔ بس مشاہدہ کرنے والے بنو اور دھیرے دھیرے تم دیکھو

گے کہ خاموش وقفے رونما ہونے لگیں گے۔ دوسری بات: جب تمہیں علم ہو جائے کہ وقفے رونما ہونا شروع ہو گئے ہیں تو دیکھنے والے سے آگاہ ہو جاؤ۔ دیکھنے والے کو دیکھو اور یوں نئے وقفے رونما ہونے لگیں گے۔ دیکھنے والا گم ہونا شروع ہو جائے گا' بالکل سوچوں کی طرح۔ ایک دن سوچنے والا بھی گم ہونا شروع ہو جائے گا۔ یوں حقیقی شانتی ابھرتی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ خارج اور داخل دونوں گم ہو جاتے ہیں تم ماورا میں داخل ہو جاتے ہو۔

جب یہ مرحلے سر ہو جاتے ہیں تو جسم ہر جبر سے پاک ہو جاتا ہے' حواس بے جانی سے آزاد ہو جاتے ہیں' ذہن خبط آمیز سوچوں سے نجات پا جاتا ہے' تمام اوہام سے پاک ایک وژن تم میں ابھرتا ہے — یہی تانترا وژن ہوتا ہے۔

☆☆☆

میں اپنے آپ کو' بالخصوص اپنے جسم کو پسند نہیں کرتی!

تم ایک خاص تصور کی حامل ہو کہ جسم کو کیسا ہونا چاہیے' اور اگر تم کوئی خاص تصور رکھتے ہو تو تم مصیبت میں ہوتے ہو۔ جسم تو ویسا ہے جیسا اسے ہونا چاہیے۔ اگر تم کوئی تصور رکھتی ہو تو تم مصیبت میں ہو گی لہٰذا تصور کو ترک کر دو۔

یہ جسم تمہیں عطا کیا جا چکا ہے' بھگوان نے تمہیں یہ جسم عطا کر دیا ہے۔ اسے استعمال کرو ...... اس سے لطف اندوز ہوؤ! اگر تم اس سے محبت کرنا شروع کرو گی تو تم اسے تبدیل ہوتا ہوا پاؤ گی' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے جسم سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کی دیکھ بھال شروع کر دیتا ہے اور دیکھ بھال کا ہر شے پر اثر ہوتا ہے۔ تب تم اسے غیر ضروری خوراک سے نہیں بھرو گی' کیونکہ تم دیکھ بھال کرتی ہو۔ تب تم اسے بھوکا نہیں رہنے دو گی' کیونکہ تم دیکھ بھال کرتی ہو۔ تم اس کی ضروریات سنتی ہو' تم اس کے اشارے سنتی ہو — یہ کیا چاہتا ہے' کب چاہتا ہے۔

جب تم دیکھ بھال کرتی ہو' جب تم محبت کرتی ہو تب تم جسم سے ہم آہنگ ہو جاتی ہو اور جسم خود بخود درست ہو جاتا ہے۔

اگر تم جسم کو پسند نہیں کرو گی تو اس سے مسئلہ جنم لے گا' کیونکہ یوں تم دھیرے دھیرے جسم سے لاپروا ہو جاؤ گی' جسم کو نظرانداز کرو گی' کیونکہ دشمن کی پروا کون کرتا ہے؟ تم اسے نہیں دیکھو گی' تم اس سے گریز کرو گی۔ تم اس کے پیغامات سننا چھوڑ دو گی اور یوں تم اس

سے زیادہ نفرت کرو گی۔

سارا مسئلہ تمہی پیدا کر رہی ہو۔ جسم کبھی مسئلہ کھڑا نہیں کرتا۔ یہ تو ذہن ہے جو مسائل کھڑے کرتا ہے۔ یہ ذہن کا خیال ہے۔ کوئی جانور جسم کے حوالے سے کوئی خیال نہیں رکھتا ہے۔ وہ کاملاً خوش ہوتے ہیں کیونکہ خیال گھڑنے والا کوئی ذہن ہی نہیں ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو دریائی گھوڑا سوچتا: ''میں ایسا کیوں ہوں؟'' اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

آدرش کو ترک کر دو۔ اپنے جسم سے محبت کرو — یہ تمہارا جسم ہے' یہ خدا کا تحفہ ہے۔ تمہیں اس سے لطف اندوز ہونا پڑے گا اور تمہیں اس کی پروا کرنی پڑے گی۔ جب تم جسم کی پروا کرتے ہو تو تم ورزش کرتے ہو' تم کھانا کھاتے ہو' تم سوتے ہو۔ تم ہر طرح سے خیال رکھتے ہو کیونکہ یہ تمہارا وسیلہ ہے' بالکل تمہاری کار کی طرح' جس کو تم صاف رکھتے ہو' جس کی تم سنتے ہو' ہر آواز سنتے ہو — یہ جاننے کے لیے کہ کہیں کچھ خرابی تو نہیں — مم؟ اگر جسم پر خراش بھی پڑ جائے تو تم اس کا دھیان رکھتے ہو۔ جسم پر ذرا سا دھیان دو گے تو یہ خوبصورت ہو جائے گا — یہ خوبصورت ہے! یہ ایک بہت خوبصورت میکنزم ہے اور بہت پیچیدہ' اور اس پر بھی یہ اتنے اطمینان بخش انداز میں کام کرتا ہے کہ ستر برس تک کام کرتا چلا جاتا ہے۔ خواہ تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو' جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو' یہ کام کرتا رہتا ہے اور بڑی خاموشی سے کام کرتا رہتا ہے۔ یہ تمہارے دھیان دیئے بغیر تمہاری خدمت کرتا رہتا ہے۔ تمہیں اپنے جسم کا احسان مند ہونا چاہیے۔

فقط اپنا رویہ تبدیل کرو اور تم دیکھو گے کہ چھ ماہ کے اندر اندر تمہارا جسم اپنی صورت تبدیل کر چکا ہو گا۔ یہ تقریباً ایسے ہی ہے جیسے کہ جب تم کسی عورت سے محبت کرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ فوراً خوبصورت ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے اپنے جسم کی اس وقت تک پروا نہیں کی ہو۔ مگر جب کوئی مرد اس سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے جسم کی دیکھ بھال کرنے لگتی ہے۔ وہ گھنٹوں آئینے کے سامنے کھڑی رہتی ہے ...... کیونکہ کوئی شخص اس سے محبت جو کرتا ہے! ایسا تب ہوتا ہے جب تم اپنے جسم سے محبت کرتے ہو اور تم دیکھو گے کہ تمہارا جسم تبدیل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اس سے محبت کی جاتی ہے' اس کی پروا کی جاتی ہے' اس کی ضرورت ہے۔ جسم ایک بہت نازک و نفیس میکنزم ہے — لوگ اسے بہت بے دردی سے استعمال کرتے ہیں۔ ذرا اپنا رویہ تبدیل کرو اور دیکھو۔

☆☆☆

میں بہت بدصورت ہوں اور اس کی وجہ سے میں نے بہت دکھ سہے ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

بدصورتی کا تمہارے جسم سے تو کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ نہ ہی خوبصورتی کا کوئی زیادہ تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ جسم کی خوبصورتی یا بدصورتی تو بہت سطحی ہوتی ہے' حقیقی چیز تو اندر ہوتی ہے۔ اگر تم اندر سے خوبصورت بن سکتی ہو تو تم تابناک ہو جاؤ گی۔ ایسا بہت مرتبہ ہو چکا ہے: حتیٰ کہ ایک بدصورت شخص بھی جب مراقباتی بن جاتا ہے تو وہ خوبصورت لگنے لگتا ہے۔

میں اس کا مشاہدہ کرتا آیا ہوں' برسوں سے۔ جب لوگ یہاں آتے ہیں تو وہ بالکل مختلف چہرے رکھتے ہیں۔ جب وہ مراقبہ کرنا شروع کرتے ہیں' جب وہ رقص کرنا شروع کرتے ہیں' جب وہ گانا شروع کرتے ہیں تب ان کے چہرے پُرسکون ہو جاتے ہیں۔ ان کے تناؤ ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کا دکھ' جو کہ ان کے چہرے پر نقش ہو چکا تھا' دھیرے دھیرے مٹ جاتا ہے۔ وہ بچوں کی طرح پُرسکون ہو جاتے ہیں۔ ان کے چہرے ایک نئی اندرونی خوشی سے جگمگانے لگتے ہیں' وہ تابناک ہو جاتے ہیں۔

ظاہری خوبصورتی اور بدصورتی اہم نہیں ہوتی۔ حقیقی شے تو داخل ہوتا ہے۔ میں تمہیں سکھا سکتا ہوں کہ اندر سے خوبصورت کیسے ہوا جاتا ہے اور یہی حقیقی خوبصورتی ہے۔ اگر یہ ہو تو تمہاری ظاہری صورت زیادہ اہم نہیں رہتی۔ تمہاری آنکھیں خوشی سے جگمگانے لگتی ہیں۔ تمہارا چہرہ دمکنے لگے گا۔ ظاہری صورت غیر مادی بن جائے گی۔ جب کوئی شے تمہارے اندر سے بہنا شروع ہوتی ہے تو ظاہری صورت غیر اہم ہو جاتی ہے' داخلی خوبصورتی نمایاں ہو جاتی ہے۔

مراقبہ کرو' محبت کرو' رقص کرو' گاؤ' خوشیاں مناؤ اور بدصورتی غائب ہو جائے گی۔ اپنے اندر کسی شے کو رفعت دو' اور پست فراموش ہو جائے گا' کیونکہ یہ سب مقابلتاً ہوتا ہے' یہ سب اضافی ہوتا ہے۔ اگر ممکن ہے تمہارے لیے' تو اپنے اندر کوئی شے اعلیٰ تر لاؤ۔ یہ ایسے ہوتا ہے جیسے کمرے میں ایک چھوٹی سی شمع روشن ہو: کمرے میں بڑی شمع کو لاؤ' چھوٹی شمع اپنی ساری اہمیت کھو بیٹھے گی۔

اندر کی خوبصورتی کو لاؤ' جو کہ آسان ہے۔ دوسری خوبصورتی کے لیے میں

زیادہ مدد نہیں کر سکتا' میں پلاسٹک سرجن نہیں ہوں۔ تم کسی پلاسٹک سرجن کو ڈھونڈ سکتی ہو جو تمہاری مدد کر سکتا ہو' تاہم وہ کسی طور مدد نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے تمہاری ناک قدرے لمبی ہو جائے' صورت بہتر ہو جائے۔ تاہم وہ اس سے زیادہ مدد نہیں کرے گا۔ اگر تم اندر سے ویسی ہی رہتی ہو تو تمہاری ظاہری خوبصورتی صرف تمہارے اندر کی بدصورتی کو ظاہر کرے گی' یہ تضاد بن جائے گا۔

اندر خوبصورتی پیدا کرو۔

ڈینس اپنے چہرے کے حوالے سے بہت پریشان رہتی تھی۔ ''میں بدصورت ہوں'' اس نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کی۔ ''میری ناک مڑی ہوئی ہے' میری ٹھوڑی کمزور ہے' میرے کان کھوپڑی سے چپکے ہوئے ہیں اور میری آنکھوں کے نیچے کی جگہیں سوجی ہوئی سی ہیں۔''

اس نے مایوسی کے عالم میں پلاسٹک سرجن سے اپنا چہرا درست کروایا۔ اب اس کی ٹھوڑی' ناک' اور آنکھیں سب متناسب ہو گئے تھے۔ اب وہ دوستوں سے بغیر کسی جھجک کے ملنے جلنے کے قابل ہو گئی تھی' لیکن وہ اب بھی اپنے حوالے سے غمگین سی تھی۔

ایک دن اس کے دوست جان نے کہا: ''مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اتنی اداس کیوں دکھائی دیتی ہو۔ اب تو تمہارا چہرا کسی فلمی ہیروئن کی طرح خوبصورت ہو گیا ہے۔''

''میں جانتی ہوں'' ڈینس نے آہ بھرتے ہوئے کہا: ''مگر مسئلہ یہ ہے میرا پرانا جسم میرے نئے چہرے سے مطابقت نہیں رکھتا۔''

ایک بہت بدصورت لڑکی ساحل پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اچانک لہروں نے ایک بوتل اس کے قدموں میں لا پھینکی۔ اس نے بوتل کھولی تو اس میں سے دھواں نکلا جو بعد میں ایک جن بن گیا۔

''میں 5000 سال سے اس بوتل میں ہوں'' جن بولا: ''اب تم نے

مجھے اس سے آزاد کر دیا ہے۔ انعام کے طور پر میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا' کہو کیا خواہش ہے تمہاری؟''

بدصورت لڑکی خوشی سے جھوم اٹھی اور بولی: ''میرا جسم صوفیہ لارین جیسا بنا دو' چہرا الزبتھ ٹیلر جیسا اور ٹانگیں جنجر روجرز جیسی۔''

جن نے غور سے اسے دیکھا' پھر آہ بھری اور بولا: ''بے بی! مجھے دوبارہ بوتل میں بند کر دو۔''

☆☆☆

ہستی نے عورت کو ماہواری جیسی تکلیف دہ کیفیت سے دوچار کر دیا ہے۔ ہم اپنی حیاتیات کے اس جزو سے کیسے نباہ کریں؟

دیکھنے کا فن یکساں ہی رہتا ہے خواہ تم اپنے باہر کسی شے کو دیکھ رہی ہو یا کسی ایسی شے کو دیکھ رہی ہو جو کہ تمہاری حیاتیات کا جزو ہو — یہ بھی تمہارے باہر بھی ہوتی ہے۔

جب تم محسوس کرو کہ ماہواری آ رہی ہے تو دیکھنے کی کوشش کرو کہ اس کے ساتھ کیا کیا آتا ہے — غصہ' مایوسی' نفرت' لڑنے کی خواہش' چڑچڑاپن' فقط دیکھو — اور نہ صرف دیکھو بلکہ جس شخص سے تم محبت کرتی ہو اُسے کہو: ''یہ میری اندر سے آئیں گی۔ میں آگاہ رہنے کی کوشش کروں گی' تاہم اگر مجھ پر ایسی کیفیات طاری ہو جائیں تو تم کچھ نہ کرنا بس دیکھتے رہنا۔ کیونکہ تم دور ہو اور اس سے باہر ہو۔''

تاہم مرد جان سکتا ہے کہ عورت ماہواری کے دوران مشکل میں ہوتی ہے۔ اسے تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے۔

عورت کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے' کیونکہ شاید تمہیں علم نہیں ہے لیکن مرد بھی ہر ماہ ایسے دورانئے سے گزرتا ہے۔ چونکہ اس کا کوئی جسمانی اظہار نہیں ہوتا اس لیے صدیوں سے کسی کو علم نہیں ہے کہ مرد بھی اسی چکر سے گزرتا ہے۔ اسے گزرنا ہی پڑتا ہے' کیونکہ عورت مرد ایک کُل کے جزو ہیں۔ مرد بھی ہر مہینے چار یا پانچ دن کے لیے تاریک سوراخ میں جاتا ہے۔ تم ساری ذمہ داری کم از کم اپنی ماہواری پر ڈال سکتی ہو۔ وہ ایسا بھی نہیں کرسکتا کیونکہ اس کی ماہواری صرف جذباتی ہوتی ہے۔ وہ بھی انہی جذبات سے دوچار ہوتا ہے' جن سے تم دوچار ہوتی ہو۔ چونکہ اس کا کوئی جسمانی اظہار نہیں ہوتا اس لیے کسی نے اس کے بارے میں

کبھی سوچا تک نہیں ہے۔ تاہم اب یہ ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہے کہ مرد بھی ہر ماہ ویسی ہی صورتحال سے گزرتا ہے' جیسی صورتحال سے تم گزرتی ہو۔ پس اس اعتبار سے وہ برتر نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں تم بدقسمت نہیں ہو۔

مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب تم کسی مرد کے ساتھ محبت کرتی ہو اور تم اس کے ساتھ اتنے طویل عرصے سے رہ رہی ہوتی ہو کہ دھیرے دھیرے تمہارے جسم بہت ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ پس جب تمہاری ماہواری آتی ہے تو اسے بھی ماہواری آ جاتی ہے۔ حقیقی مشکل اس سے پیدا ہوتی ہے — تم دونوں تاریک سوراخ میں ہوتے ہو' تم دونوں افسردگی کا شکار ہوتے ہو' تم دونوں مایوسی کی کیفیت میں ہوتے ہو اور تم دونوں ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرانے لگتے ہو۔

پس مرد کو دریافت کرنا ہوگا کہ اس کا دورانیہ کب آتا ہے۔ اس کو جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز ڈائری میں لکھتے جاؤ کہ یہ دن کیسا ہے۔ تم جان لو گے کہ فلاں پانچ دنوں میں تم مسلسل افسردگی کا شکار تھے' برے موڈ میں تھے' لڑنے جھگڑنے پر تلے ہوئے تھے۔ دو تین ماہ تک دیکھتے ہوئے — اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے — تم حتمی نتیجے تک پہنچ جاؤ گے: یہ ہیں وہ پانچ ایام۔ تب اپنی عورت کو آگاہ کرو: ''میرے پانچ ایام یہ ہیں۔''

اگر تمہارے ایام تمہاری بیوی سے مختلف ہوں تو اچھا ہے' خوش قسمتی کی بات ہے' کیونکہ مسئلہ صرف آدھا ہوگا۔ پس جب عورت چڑچڑے پن کا شکار ہوگی اور سب احمقانہ کام کرے گی تو مرد دیکھ سکتا ہے۔ اسے شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اسے جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے' اسے ردعمل ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ٹھنڈا رہنا چاہیے اور عورت کو یہ دیکھنے کا موقع دینا چاہیے کہ وہ ٹھنڈا ہے' جس کا مطلب ہے: ''مجھے آگاہ ہونا چاہیے۔''

تاہم اگر یہ ایام بیک وقت آ جائیں تو پھر حقیقی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ بہرکیف تب بھی تم دونوں آگاہ رہ سکتے ہو۔ تم دیکھ سکتی ہو کہ وہ بھی اپنی ماہواری کے ایام سے گزر رہا ہے اور بے چارے ساتھی پر کوئی شے پھینکنا درست نہیں ہے۔

ادھر وہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ تم ماہواری کے ایام سے گزر رہی ہو اور ''اپنا بوجھ اپنے تک رکھنا بہتر ہے۔''

فقط دیکھنے والے بنو۔

جلد ہی ایک امکان رونما ہوگا ...... حقیقتاً دنیا کے دھرموں نے رکاوٹ کھڑی کی ہے وگرنہ ماہواری کے ایام ختم ہوسکتے ہیں — اور مرد کی نسبت زیادہ آسانی سے عورت کے ایام ختم ہوسکتے ہیں۔ اگر تم گولی کھالو تو شاید ماہواری ختم ہوجائے۔ بہت سی عورتوں کے لیے گولی ایک حقیقت ہے — ماہواری ختم ہوجاتی ہے۔ پس نقصان کوئی نہیں ہے، گولی کھاؤ۔ کچھ دنوں پہلے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے مردوں کے لیے بھی گولی تیار کرلی ہے، پس مرد بھی اپنی گولی کھا سکتا ہے۔

تاہم اس سے تمہاری صرف حیاتیاتی صورتحال تبدیل ہوگی۔ جو شے زیادہ اہم ہے وہ آگاہ ہونا ہے — اگر تم صورتحال سے آگاہ ہوسکتی ہو تو یہ بہت زیادہ اہم ہے۔

تاہم گولی تمہارا جسمانی درد دور کردے گی۔ میں اس کا مکمل طور پر حامی ہوں۔ غیرضروری طور پر جسمانی درد سہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے — اگر اسے دور کیا جا سکتا ہے تو دیر کیوں؟ پس گولی ڈھونڈو اور جسمانی، حیاتیاتی درد کو بھول جاؤ ...... جبکہ آگاہی کو تو ہزاروں دوسرے طریقوں سے حاصل کرسکتے ہو۔ جسمانی، حیاتیاتی درد غیرضروری طور پر سہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شاید گولی تمہارے ایام کو آسان کرسکتی ہو۔ یقیناً یہ تمہارے حاملہ ہونے کے امکان کو ختم کرسکتی ہے — جو کہ ایک نعمت ہے، کیونکہ دنیا کو مزید آبادی کی ضرورت نہیں ہے۔

تاہم اس دوران آگہی پانے کی کوشش کرو۔

☆☆☆

جب مجھے ماہواری آتی ہے تو میں پاگل ہوجاتی ہوں۔ پچھلی مرتبہ میں نے گھر کی کئی چیزیں توڑ ڈالیں۔ میں اپنے ایام کے دوران ایسا کیوں محسوس کرتی ہوں؟

وحشت محسوس کرنا برا نہیں ہے، تاہم چیزیں توڑنا بھی اچھا نہیں ہے۔ جب کبھی تم وحشی ہو، وحشیانہ رقص کرو — تاہم کبھی کسی چیز کو توڑو مت۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہوسکتا — تم برتن توڑ سکتی ہو — تاہم تباہی کا تو تصور ہی برا ہے۔ اس سے زندگی کی طرف تمہارا رویہ تباہ کن ہوجاتا ہے۔ برتن تو محض ایک بہانہ ہے۔ تم حقیقتاً زیادہ قیمتی اشیاء توڑنا پسند کرتی ہو — حتیٰ کہ قیمتی رشتے بھی — تاہم تم اتنی زیادہ توڑ پھوڑ نہیں کرسکتی ہو، تم اسے برداشت نہیں کرسکتیں،

پس تم بے چارے برتن کو توڑ دیتی ہو — جبکہ اس کا تو کوئی قصور ہی نہیں ہوتا!

بہت سی عورتوں کے لیے ماہواری کے ایام قدرے تباہ کن ہوتے ہیں، اور اس کی وجہ حیاتیاتی ہے۔ تمہیں اسے سمجھنا ہوگا اور قدرے محتاط اور چوکس ہونا پڑے گا تاکہ تم اپنی حیاتیات سے تھوڑا بلند ہوسکو، وگرنہ تم اس کی گرفت میں رہوگی۔

جب تم حاملہ ہوتی ہو تو ماہواری رک جاتی ہے کیونکہ وہی توانائی جو ماہواری میں بہہ جاتی تھی اب تخلیقی بننا شروع ہوجاتی ہے: وہ بچے کو تخلیق کرتی ہے۔ جب تم حاملہ نہیں ہوتی ہو تو توانائی ہر ماہ اکٹھی ہوتی ہے اور اگر وہ تخلیقی نہ بن سکے تو وہ تباہ کن بن جاتی ہے۔ پس جب کسی عورت کے ماہواری کے ایام ہوں تو ان چار یا پانچ دنوں میں اس کا موڈ بہت تباہ کن ہوتا ہے، کیونکہ وہ نہیں جانتی ہے کہ اس توانائی سے کیا کرنا چاہیے۔ توانائی ارتعاش پیدا کرتی ہے، وہ تمہاری ہستی کے انتہائی داخلی مرکز کو متاثر کرتی ہے، جبکہ تم اسے کوئی تخلیقیت نہیں دے سکتے۔

ہر تخلیقی توانائی تباہ کن ہوسکتی ہے اور ہر تخریبی، تباہ کن توانائی کو تخلیقی بنایا جا سکتا ہے۔ ہٹلر کی مثال لو۔ بہت ابتدا میں وہ مصور بننا چاہتا تھا، لیکن اسے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ امتحان پاس کرکے آرٹ سکول میں داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ جو شخص مصور بن سکتا تھا دنیا کا ایک انتہائی تباہ کن شخص بن گیا۔ اسی توانائی کے ذریعے وہ پکاسو بھی بن سکتا تھا۔ ایک بات یقینی ہے — وہ توانائی کا حامل تھا۔ یہی توانائی لامحدود تخلیقی توانائی بن سکتی تھی۔

عمومی طور پر عورتیں تباہ کن نہیں ہوتیں۔ ماضی میں تو وہ بالکل تباہ کن نہیں ہوتی تھیں کیونکہ وہ مستقل طور پر حاملہ رہا کرتی تھیں۔ ایک بچہ پیدا ہوا اور وہ دوبارہ حاملہ ہوگئیں۔ دوسرا بچہ پیدا ہوا اور وہ دوبارہ حاملہ ہوگئیں۔ وہ ساری زندگی اپنی توانائی استعمال کرتی رہتی تھیں۔

اب دنیا میں پہلی مرتبہ ایک نیا خطرہ رونما ہورہا ہے اور وہ ہے عورت کا تباہ کن بننا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب انہیں مسلسل حاملہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ درحقیقت حمل آؤٹ آف ڈیٹ ہوچکا ہے۔ تاہم توانائی وہیں کی وہیں موجود ہے۔

میں برتھ کنٹرول کے طریقوں اور آزادیٔ نسواں کی تحریک میں ایک گہرا ربط دیکھتا

ہوں۔ عورتیں تباہ کن بن رہی ہیں اور وہ خاندانی زندگی کو' اپنے رشتوں کو تباہ کررہی ہیں۔ وہ کئی طریقوں سے اس کا منطقی جواز فراہم کرسکتی ہیں کہ وہ غلامی سے نجات پانے کی کوشش کررہی ہیں۔ حقیقت میں یہ ایک تباہ کن مرحلہ ہے۔ وہ توانائی رکھتی ہیں اور نہیں جانتیں کہ اس کا کیا کرنا ہے۔ برتھ کنٹرول کے طریقوں نے اس توانائی کے اخراج کے راستے بند کردیئے ہیں۔ اب جبکہ کچھ راستے ان پر کشادہ نہیں رہے تو وہ بہت تباہ کن بن جائیں گی۔

مغرب میں خاندانی زندگی تقریباً ختم ہوچکی ہے۔ وہاں مسلسل تنازعے' مسلسل لڑائی جھگڑے ہورہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ — اور کوئی شخص نہیں سمجھتا کہ وجہ کیا ہے — ایک حیاتیاتی مسئلہ ہے۔

پس جب کبھی تم محسوس کرو کہ ماہواری شروع ہورہی ہے تو زیادہ چوکس ہو جاؤ' اور اس کے شروع ہوتے ہی وحشیانہ رقص کرو۔

تم فطرت سے بالاتر ہوسکتی ہو کیونکہ تم ایک برتر فطرت کی بھی حامل ہو۔ انسان حیاتیات سے بالاتر ہوسکتا ہے اور انسان کو ہونا پڑے گا' وگرنہ انسان کو ہارمونز کا غلام رہنا ہوگا! پس جب کبھی تمہیں محسوس ہو کہ تم تباہ کن بن رہی ہو تو رقص شروع کردو۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رقص تمہاری توانائی کو جذب کرلے گا۔ تم برعکس کام کررہی ہو۔ تم کہتی ہو کہ تم آرام کرنا پسند کرتی ہو اور ان ایام کے دوران کچھ نہیں کرنا چاہتیں' مگر کچھ نہ کچھ کرو — کچھ بھی کرو' لمبی سیر کے لیے چلی جاؤ — اس کی وجہ یہ ہے کہ توانائی کا اخراج ضروری ہے۔ جب تم جان لوگی کہ رقص کرنے سے تمہیں مکمل طور پر سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ تو تمہاری ماہواری کے یہ چار ایام انتہائی خوبصورت ہو جائیں گے کیونکہ آئندہ کبھی اس قدر توانائی حاصل نہیں ہوگی۔

☆☆☆

کیا آپ عورت کی ماہواری بند ہونے کے حوالے سے کچھ بتا سکتے ہیں؟

ہر شخص کی زندگی میں تبدیلی کا لمحہ آتا ہے' اور یاد رکھنے والی ایک سب سے اہم بات یہ ہے جب تم زندگی کا ایک خاص انداز تبدیل کرتے ہو تو تمہیں فطری طور پر تبدیلی کرنا پڑتی ہے۔ یہ تمہارے بس میں نہیں ہوتا۔

حیاتیات تمہیں تیرہ چودہ برس کی عمر میں جنس کے قابل بنا دیتی ہے — ایسا تم نہیں کرتی ہو۔ ایک خاص عمر میں یعنی جب تم چالیس بیالیس سال کے لگ بھگ ہو' تو حیاتیات کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ وہ تمام ہارمون جو تمہیں تحریک دیتے آئے تھے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس تبدیلی کو قبول کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ تم اچانک یوں سوچنے لگتی ہو گویا تم اب خوبصورت نہیں رہی ہو' کہ تمہیں پلاسٹک سرجری کے چہرے جھریاں ختم کروانے کی ضرورت ہے۔

ایک عورت نے پلاسٹک سرجن سے کہا: ''سرجن صاحب! مجھے فیس لفٹ (Face Lift) کروانا ہے۔''

سرجن نے اسے غور سے دیکھا اور بولا: ''سب ٹھیک ہے' یہ صرف عمر کی وجہ سے ہے' آپ فکر نہیں کریں۔ غیر ضروری تکلیف سہنے کا کیا فائدہ؟''

تاہم عورت اصرار کرتی رہی۔ آخر ڈاکٹر نے کہا: ''ٹھیک ہے' لیکن اس کے لیے آپ کو 5000 ڈالر ادا کرنا ہوں گے۔''

عورت بولی: ''میرے پاس تو اتنی بڑی رقم نہیں ہے' کیا آپ کوئی سستا علاج تجویز کرسکتے ہیں؟''

ڈاکٹر نے کہا: ''ہاں — آپ نقاب خرید لیں۔''

یہ مغرب کا مسئلہ ہے۔ مشرق میں کوئی عورت فکرمند نہیں ہے۔ وہاں جو معاملہ جیسے ہوتا ہے اسے قبول کرلیا جاتا ہے۔ قبولیت مشرقی زندگی کی بنیاد رہی ہے۔ مغرب مسلسل فطرت کو قبول کرنے سے انکار کررہا ہے' وہ مطالبہ کررہا ہے کہ معاملات کو ایسے نہیں ایسے ہونا چاہیے۔ کوئی شخص بوڑھا نہیں ہونا چاہتا۔ پس جب عمر کے ایک مرحلے کے ختم ہونے اور دوسرے مرحلے کے آغاز کا وقت آتا ہے تو ایک نہایت انوکھا مظہر رونما ہے: بالکل ایسے جیسے کوئی شمع ختم ہونے والی ہو اور صرف چند سیکنڈ رہ گئے ہوں اور پھر اس نے بجھ جانا ہو' آخری لمحے پر شمع دفعتاً بڑی ہو جاتی ہے اور وہ بھی اپنی تمام تر قوت کے ساتھ۔ کوئی شخص مرنا نہیں چاہتا۔

میڈیکل سائنس کی یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ موت کے وقت لوگ دفعتاً مکمل طور پر تندرست ہو جاتے ہیں۔ ان کی ساری بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ ان کی زندگی کی

آخری کوشش ہوتی ہے — موت کو روکنے کی۔ ان سے متعلق لوگ خوشی محسوس کرتے ہیں کہ دفعتاً سب بیماریاں ختم ہو گئی ہیں، مریض پرسکون ہو گیا ہے، تاہم وہ نہیں جانتے کہ یہ تو موت کی نشانی ہے۔ بیماریاں اس لیے ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا کام پورا ہو گیا ہوتا ہے، انہوں نے اس شخص کو ہلاک کر دیا ہوتا ہے۔ اب یہ تو زندگی کی آخری کوشش ہے۔

ایسا ہی زندگی کی ہر حیاتیاتی تبدیلی میں ہوتا ہے۔ جب جنس غیر متعلق ہو رہی ہوتی ہے تو تم اس کے حوالے سے ہمیشہ سے زیادہ سوچنے لگتے ہو اور دفعتاً ایک زبردست کوشش شروع ہو جاتی ہے! چونکہ ذہن میں اچانک بے پناہ۔ جنسیت بھر جاتی ہے، ذہن صرف منطقی، عقلی طور پر سمجھ سکتا ہے — یہ جنسیت کہاں سے آ رہی ہے؟ یہ ضرور دبائے گئے لاشعور سے آ رہی ہو گی۔ سگمنڈ فرائڈ اور اس کے پیروکار دنیا کو یہی بتاتے آئے ہیں۔ ان کی کئی باتیں درست ہیں ان کی کئی باتیں غلط بھی ہیں، خصوصاً اس عبوری مرحلے کے حوالے سے جب تم جوان نہیں رہی ہوتیں اور تمہارے اندر کے ہارمونز غائب ہو رہے ہوتے ہیں، اور جنس میں دلچسپی مر رہی ہوتی ہے۔ مرنے سے پہلے یہ اپنی پوری قوت سے پھٹ جائے گی، اور اگر تم کسی نفسیاتی معالج کے پاس جاؤ گی تو وہ کہے گا کہ تم جنسی حوالے سے گھٹن کا شکار ہو۔

میں ایسا نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اچانک امنڈنے والی یہ جنسیت خود بخود ختم ہو جائے گی، تمہیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ تو اشارہ ہے کہ زندگی ایک تبدیلی سے گزر رہی ہے۔ اب زندگی زیادہ پرسکون ہو گی۔ تم حقیقتاً ایک بہتر حالت میں داخل ہو رہی ہو۔

جنس اک ذرا بچگانہ ہوتی ہے۔ تم جتنا زیادہ پختہ ہوتے ہو، جنس تم پر اپنی گرفت کھو دیتی ہے۔ یہ ایک اچھی علامت ہے۔ اس کے حوالے سے تو خوشی منانی چاہیے۔ یہ کوئی حل طلب مسئلہ نہیں ہے، یہ تو خوشی منانے کا موقع ہے۔

مشرق میں کوئی عورت جوانی سے بڑھاپے میں منتقلی پر فکرمند نہیں ہوتی۔ درحقیقت وہ تو بیحد خوش ہوتی ہے کہ اب وہ پرانا عفریت دفع ہو گیا ہے اور زندگی زیادہ پرسکون ہو سکتی ہے۔ تاہم مغرب بہت سے واہموں کے تحت جیتا آیا ہے۔ ایک واہمہ یہ ہے کہ زندگی صرف ایک ہوتی ہے — اس واہمے سے بہت زیادہ مسائل اور دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر زندگی صرف ایک ہے، اور جنس ختم ہو رہی ہے تو تم ختم شد۔ اب مزید کوئی موقع نہیں

ہے۔ زندگی میں اب مزید کوئی سنسنی نہیں ہو گی۔ کوئی یہ نہیں کہے گا: "تم خوبصورت ہو اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور میں تم سے ہمیشہ محبت کرتا رہوں گا۔"

پس پہلی بات یہ ہے کہ ایک زندگی کا واہمہ مسئلہ کھڑا کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نفسیات کے ماہروں اور نفسیاتی معالجوں نے ایک واہمہ پیدا کر دیا ہے — یہ کہ جنس زندگی کے تقریباً مترادف ہے۔ جتنا زیادہ تم جنسی ہوتے ہو، اتنا زیادہ تم زندہ ہوتے ہو۔ پس جب جنس غائب ہونا شروع ہوتی ہے تو انسان خود کو خالی بوتل تصور کرنے لگتا ہے۔ اب جینے میں کیا رہا ہے، زندگی تو جنس ختم ہوتے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ تب لوگ ہر عجیب و غریب کام کرتے ہیں — فیس لفٹ، پلاسٹک سرجری، مصنوعی چھاتیاں...... یہ حماقت ہے، نری حماقت۔ لوگ وگیں استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لوگ شہوت انگیز لباس پہننا شروع کر دیتے ہیں۔

تقریباً تمام مغربی عورتیں فاقہ کشی کر رہی ہیں — وہ اسے ڈائٹنگ کہتی ہیں — اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کا تصور ہے کہ اگر عورت موٹی نہیں ہو تو خوبصورت ہوتی ہے۔ فطرت ایک مختلف تصور رکھتی ہے۔ عورت کو تھوڑا سا موٹا ہونا پڑے گا، فطرت کے لیے عورت ماں ہوتی ہے۔ ماں کو بچے کے لیے اضافی چکنائی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جب بچہ اس کی کوکھ میں ہوتا ہے تو اسے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اور جب بچہ کوکھ میں ہوتا ہے تو ماں کو متلی محسوس ہونے لگتی ہے، وہ کھا نہیں سکتی ہے، اسے قے آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اسے اپنے جسم میں ایمرجنسی کے لیے چکنائی کی ضرورت ہے تاکہ وہ بچے کو خوراک دے سکے، بچے کو تو خوراک کی ضرورت ہے، وہ تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ میں اتنی تیزی سے پروان چڑھتا ہے کہ اپنی باقی زندگی کے ستر برسوں میں اتنا پروان چڑھے گا۔ بے انتہا تیز...... نو ماہ کے اندر وہ انسان کے پورے ارتقا سے گزرتا ہے، مچھلی سے انسان تک ارتقا کے سب مراحل سے گزرتا ہے۔ ماں کو اس کی ضروریات پورا کرنا ہوتی ہیں جبکہ وہ کھا نہیں سکتی ہے۔ تم تصور کر سکتے ہو، بچے کو اپنے پیٹ میں رکھنا کتنا دشوار ہے۔ میرا سیال ہے کہ کوئی مرد حمل ٹھہرانے پر آمادہ نہیں ہو گا۔ بلاشبہ وہ خودکشی کر لے گا! وہ پچاس منزلہ عمارت سے چھلانگ لگا دے گا — "حمل؟ میں تو مارا گیا۔" ذرا تصور تو کرو کہ تمہارے پیٹ میں بچہ ہے۔ تم تو پاگل ہو جاؤ گے۔ تاہم اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ ماں کو بہت مصیبت سہنا پڑتی ہے، عظیم قربانی دینا پڑتی ہے۔

لہٰذا مشرق میں ہم نے دبلی پتلی عورت کا تصور پروان نہیں چڑھایا ہے۔ بلاشبہ دبلی پتلی عورت جنسی اعتبار سے زیادہ کشش رکھتی ہے' وہ کم عمر لگتی ہے۔ موٹی عورت جنسی اعتبار سے کم کشش رکھتی ہے' کیونکہ وہ تناسب کھو چکی ہوتی ہے۔ اس کی کمر پتلی نہیں رہتی۔ اس کے جسم پر اتنی زیادہ چربی چڑھ چکی ہوتی ہے کہ کوئی شخص بھی اس کی طرف مائل نہیں ہو گا۔ وہ انسانی ذہن کے لیے ضروری کشش نہیں رکھتی ہے۔

ابھی اگلے روز ہی ایک شخص نے مجھے تصویروں والی ایک کتاب لا کر دی۔ اس میں ایک مشہور فوٹوگرافر کے کھینچے ہوئے فوٹو ہیں۔ پہلے صفحے پر ایک مشہور فلمی اداکارہ کی تصویر ہے۔ مشرق میں اسے خوبصورت تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے لازماً ڈائٹنگ کی ہو گی جبکہ ڈائٹنگ کچھ نہیں سوائے امیر آدمی کے فاقہ کشی کے نظریے کے۔ غریب لوگ تو فاقوں کا شکار ہوتے ہی ہیں' امیر آدمی مہنگے طریقے سے فاقے کرتا ہے' پیشہ ورانہ رہنمائی میں۔

ڈر یہ ہوتا ہے کہ تم خوبصورت نہیں ہو گی' اب لوگ تمہیں توجہ سے نہیں دیکھیں گے۔ تم گلی سے گزر جاؤ گی اور کوئی شخص مڑ کر نہیں دیکھے گا: ''کون جا رہی ہے؟'' کشش کا حامل ہونا انسان کی ایک عظیم ضرورت ہے' بالخصوص عورتوں کے لیے۔ کشش توانائی بخش ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص بھی کسی عورت پر توجہ نہیں دیتا تو وہ بہت رنجیدہ ہوتی ہے۔ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں ہے' وہ صرف جسم رکھتی ہے۔ مرد نے اسے دوسری جہتوں کو ترقی دینے کی اجازت نہیں دی' وگرنہ وہ مشہور مصور یا رقاصہ یا مغنیہ یا ممتاز پروفیسر بن سکتی ہے۔ مرد نے عورت کی زندگی سے ان دیگر جہتوں کو کاٹ کر الگ کر دیا ہے جن سے وہ پرکشش بن سکتی تھی اور لوگ اس کا احترام کرتے ہیں' اس کے بوڑھی ہو جانے پر بھی۔

میں تمہیں لفظ احترام کرنا (Respect) کے معانی یاد دلانا چاہتا ہوں۔ اس لفظ کا مطلب ہوتا ہے ''پیچھے دیکھنا۔'' جب کوئی شخص گزرے تو مڑ کر دیکھنا (Re-spect) اس کا عزت (Honour) سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کا سروکار اس حقیقت سے ہے کہ تمہیں دفعتاً پتا چلا ہے کہ ایک خوبصورت شے گزر گئی ہے۔

مرد نے عورت کے پاس صرف جسم چھوڑا ہے — پس وہ جسم میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی ہے۔ اس سے ملکیت پسندی جنم لیتی ہے' خوف جنم لیتا ہے کہ اگر ایک شخص اسے محبت کرنا چھوڑ دے گا تو شاید اسے دوسرا شخص نہیں ملے گا۔ توجہ کے بغیر وہ خود کو مردہ محسوس

کرنے لگتی ہے۔ اگر کوئی تم پر توجہ نہیں دے رہا تو جینے کا کیا فائدہ؟ اس کی اپنی داخلی' فطری زندگی نہیں ہوتی۔ مرد نے اسے بتایا ہے کہ اس کی زندگی اپنے حوالے سے دوسروں کی آراء کی محتاج ہے۔

تم نے غور کیا ہے کہ ساری دنیا میں حسن کے مقابلے صرف عورتوں کے لیے ہوتے ہیں — اور عورتوں نے اس تصور کے خلاف احتجاج تک نہیں کیا۔ آدمیوں کا مقابلۂ حسن کیوں نہیں؟ جیسے تم مس یونیورس منتخب کرتے ہو' ایسے مسٹر یونیورس کیوں نہیں منتخب کرتے؟ کوئی شخص مرد کے جسم کی پروا نہیں کرتا۔ وہ موٹا ہو سکتا ہے' وہ ونسٹن چرچل بن سکتا ہے' پھر بھی وہ توجہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ وہ اقتدار کا حامل ہے۔ بدصورت' تمہارے تصور سے زیادہ موٹا' اس کا سارا چہرہ لٹک رہا ہے — اسے فیس لفٹ کی ضرورت ہے! تاہم وہ فکرمند نہیں ہوگا۔ فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ اقتدار میں آ سکتا ہے' وہ وزیراعظم بن سکتا ہے' وہ کچھ بھی بن سکتا ہے۔

مرد نے صدیوں میں لوگوں کو متوجہ کرنے کی دوسری جہتوں کو پروان چڑھا لیا ہے۔ عورت کے لیے اس نے صرف ایک جہت چھوڑی ہے — اس کا جسم۔ اس نے عورت کو محض ایک سبزی بنا دیا ہے — اور فطری سی بات ہے گاہک نہیں ہوں گے تو سبزی فکرمند ہو جائے گی! یہ کوئی اتفاق نہیں ہے کہ انتہائی جنسی کجرو ملک فرانس کے لوگ جب کسی عورت سے محبت کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں: ''میں تمہیں کھا جانا چاہتا ہوں۔'' کیا وہ مردم خور ہیں؟ کیا عورت سبزی ہے؟ ''میں تمہیں کھا جانا چاہتا ہوں'' سے عورت کے لیے عظیم احترام کا اظہار ہوتا ہے! جب کوئی شخص اسے نہیں کہتا: ''میں تمہیں کھا جانا چاہتا ہوں'' تو وہ سوچتی ہے: ''میں اب ختم ہو چکی ہوں۔ زندگی اختتام کو پہنچ گئی ہے۔''

تمہارے جاننے والی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ہر اس شے کو قبول کرو جو فطرت تمہارے لیے لائے۔ جوانی کا اپنا حسن ہوتا ہے اور بڑھاپے کی بھی اپنی خوبصورتی ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ جنسی خوبصورتی نہیں ہوتا ہم اگر کوئی انسان شانتی کے ساتھ' سکون کے ساتھ' مراقباتی انداز میں جی رہا ہو تو بڑھاپا شاندار ہو جاتا ہے۔ نہ صرف خوبصورتی بلکہ دانائی بھی' جس کا دعویٰ کوئی نوجوان نہیں کر سکتا' کیونکہ اس کے سب رویے احمقانہ ہوتے ہیں۔ وہ کبھی ایک اور کبھی دوسری عورت کے پیچھے پھر رہا ہوتا ہے...... بوڑھے آدمی کا یہ پیچھے

پھڑنے والا کام ختم ہوجاتا ہے۔ وہ خود انحصار ہوجاتا ہے' وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہتا۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔

محبت صرف تب رونما ہوتی ہے جب تم حیاتیات کی غلامی سے نجات پا چکے ہوتے ہو۔ حیاتیاتی تعلق اتنا گندا ہوتا ہے کہ لوگوں نے صدیوں سے فیصلہ کر رکھا ہے کہ جنسی عمل اندھیرے میں کیا جائے گا' تاکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اُسے دیکھ نہیں سکیں۔

جب زندگی ایک حیاتیاتی تبدیلی سے گزر رہی ہو تو اسے قبول کر لینا چاہیے۔ اس پر خوش ہونا چاہیے کہ تم سب حماقتوں سے آگے بڑھ آئے ہو اور اب تم حیاتیاتی شکنجے سے آزاد ہو۔

انسان کو زندگی قبول کرنی پڑتی ہے۔ تاہم تمہارا لاشعور تمہیں زندگی کو جیسی وہ ہے ویسی قبول نہیں کرنے دیتا— تمہیں کسی اور شے کی خواہش ہوتی ہے۔

اگر جنس معدوم ہو رہی ہے تو یہ کاملاً درست ہے۔ تم تنہا ہونے کے اہل ہوجاؤ گے۔ تم زیادہ سکھی ہونے کے اہل ہوجاؤ گے' کیونکہ جنس کا سارا کھیل دکھ کے سوا کچھ نہیں ہے— لڑائی جھگڑے' نفرت' حسد۔ یہ سکون آمیز زندگی نہیں ہوتی۔ صرف سکون' خاموشی' خوشی' تنہائی' آزادی ہی تمہیں زندگی کا حقیقی مزا دے سکتے ہیں۔

☆☆☆

مجھے آج ہی پتا چلا ہے کہ امریکہ میں صرف پلاسٹک سرجری پر اربوں ڈالر خرچ کیے جا چکے ہیں۔ ہر سال تقریباً پانچ لاکھ افراد پلاسٹک سرجری کروا رہے ہیں۔ شروع شروع میں پلاسٹک سرجری کروانے والی زیادہ تر عورتیں تھیں' وہ عورتیں جو بوڑھی ہوچکی تھیں۔ پلاسٹک سرجری وہ عورتیں کرواتی تھیں جو اپنے آپ کو بوڑھا محسوس کرنے لگتی تھیں۔ بوڑھی عورت خود کو مزید چند دن قدرے کم عمر اور دلکش بنانے کے لیے پلاسٹک سرجری کرواتی ہے۔

حال ہی میں ایک پیشرفت یہ ہوئی ہے کہ امریکہ میں پلاسٹک سرجری کروانے والوں میں مردوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اب مرد اپنے آپ کو تھوڑا کم عمر ظاہر کرنے کے خواہاں ہوگئے ہیں۔ اندر سے تو وہ بوڑھے ہوگئے ہوں گے لیکن ان کی جلد کسی نوجوان کی طرح تنی ہوئی ہوگی۔ اس رپورٹ کی سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ 23 سالہ لڑکے نے بھی کم عمر نظر آنے کے لیے پلاسٹک سرجری کروائی ہے۔ یقیناً امریکہ پاگلوں کا ملک ہے۔ اب اگر یہ 23 سالہ لڑکا یہ سوچتا ہے کہ اسے کم عمر دکھائی دینے کی ضرورت ہے......

فطرت کے خلاف جانا نہایت گندا عمل ہے۔ فطرت سے ہم آہنگ ہونا نہایت خوبصورت عمل ہے اور جو تحفے وہ لائے انہیں قبول کر لینا بہت خوبصورت عمل ہے: خواہ بچپن ہو' جوانی ہو یا بڑھاپا۔ اگر تمہارا قبول کرنے والا' خوش آمدید کہنے والا دل تیار ہے تو فطرت جو کچھ لائے گی وہ اپنے ہی حسن کا حامل ہوگا۔

میرے فہم کے مطابق — اور مشرق کے تمام دانا میری تائید کرتے ہیں کہ — انسان اپنی زندگی کے بلند ترین مرحلے میں زیادہ خوبصورت اور زیادہ باوقار بن جاتا ہے کہ جب جوانی کی سب حماقتیں ختم ہوچکی ہوتی ہیں' جب بچپنے کی ساری لاعلمی ختم ہوچکی ہوتی ہے' جب انسان دنیا کے مادی تجربات سے ماورا ہوچکا ہوتا ہے اور ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ بلندی پر سے دیکھ سکتا ہے — جبکہ دنیا نیچے تاریک مایوس وادیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہوتی ہے۔

جوان رہنے کا تصور ہی گندا ہے۔ ساری دنیا کو آگاہ کیا جانا چاہیے کہ خود کو جبراً جوان رکھ کر تم فقط مزید تناؤ کا شکار ہو رہے ہو۔ تم کبھی پُرسکون نہیں ہوگے۔

پلاسٹک سرجری دنیا میں زیادہ بڑا پیشہ بنتی جارہی ہے اور یوں اگر یہ کامیاب ہوجائے گی تو تم ایک انوکھی بات وقوع پذیر ہوتے دیکھو گے: سب لوگ ایک جیسے دکھائی دینے لگیں گے۔ ہر شخص کا کمپیوٹر کے ذریعے متعین کردہ ایک ہی جسامت کا ناک ہوگا' ہر شخص کا ایک ہی جیسا چہرہ مہرہ ہوگا۔ ایسی دنیا خوبصورت نہیں ہوگی۔ وہ اپنا سارا تنوع کھو دے گی۔ وہ اپنے سارے خوبصورت فرق کھو دے گی۔

لوگ تقریباً مشینوں جیسے بن جائیں گے' سب ایک جیسے' اسمبلی لائن سے آتی ہوئیں فورڈ کاریں! لوگ بتاتے ہیں کہ فورڈ فیکٹری میں ہر منٹ میں ایک کار تیار ہوجاتی ہے' ایک کے بعد ایک' ایک دوسرے سے مشابہہ — ایک گھنٹے میں ساٹھ کاریں! یہ سلسلہ دن کے چوبیس گھنٹے جاری رہتا ہے' کاریگروں کی شفٹیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں' کارخانہ ایک جیسی کاریں بناتا رہتا ہے۔

کیا تم چاہتے ہو کہ انسان بھی کارخانوں میں بنائے جائیں' بالکل ایک جیسے' تاکہ جہاں کہیں بھی تم جاؤ صوفیہ لارین سے تمہاری ملاقات ہو؟ یہ تو بہت اکتا دینے والی دنیا ہوگی۔

ہر شخص طویل عرصہ زندہ رہنا چاہتا ہے لیکن کوئی شخص بوڑھا نہیں ہونا چاہتا؟

کیوں؟ ـــ اگلے مرحلے کی وجہ سے۔ حقیقت میں کوئی شخص بڑھاپے سے خوفزدہ نہیں ہے بلکہ بڑھاپے کے بعد موت ہے اور کچھ بھی تو نہیں' یہی خوفزدہ کرنے والی بات ہے۔ پس ہر شخص ممکنہ حد تک لمبا عرصہ تک جینا تو پسند کرے گا مگر بوڑھا ہونا کبھی پسند نہیں کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بوڑھا ہونے کا مطلب ہے کہ تم موت کے علاقے میں داخل ہو چکے ہو۔ بڑھاپے کا خوف گہرائی میں موت کا خوف ہے' اور صرف وہی لوگ موت سے خوفزدہ ہیں جو جینا نہیں جانتے۔

ایک پرانا مقولہ ہے: ''جوانی ایک بیماری ہے' جس میں انسان ہر روز تھوڑا سا تندرست ہو جاتا ہے۔'' بڑھاپا علاج ہے! تم زندگی کی آگ والی آزمائش سے گزر چکے ہو اور تم اس مقام پر آ چکے ہو کہ جہاں تم بالکل الگ تھلگ' لاپروا' بے اعتنا رہ سکتے ہو۔

تاہم مغرب بڑھاپے کی خوبصورتی کو کبھی نہیں سمجھ پایا۔ میں سمجھ تو سکتا ہوں مگر میں متفق نہیں ہو سکتا۔ مغرب کا تصور ہے: زندگی کا مسئلہ یہ ہے کہ خوبصورت عورتیں بہت زیادہ ہیں ـــ اور وقت بہت کم ہے۔ اسی لیے ہر شخص بوڑھا نہیں ہونا چاہتا' فقط وقت کو تھوڑا مزید بڑھانا چاہتا ہے۔ تاہم میں تمہیں کہتا ہوں: مسئلہ اس صورت میں بدترین ہوتا کہ جب وقت زیادہ ہوتا اور عورتیں بہت کم۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو ایسی دنیا کامل دنیا ہو گی۔

گیارہواں باب

ذہن

جوہری اعتبار سے مرد یا عورت ہونے سے کیا مراد ہے؟

مرد ہونا یا عورت ہونا جسم سے زیادہ نفسیات کا سوال ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی جسمانی طور پر تو مرد ہو لیکن نفسیاتی اعتبار سے مرد نہیں ہو جبکہ کوئی جسمانی طور پر تو عورت ہو لیکن نفسیاتی اعتبار سے عورت نہیں ہو۔ عورتیں ایسی بھی ہیں جو کہ جارحیت پسند ہیں ـــ اور بدقسمتی سے' دنیا میں ایسی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے ـــ بہت زیادہ جارحیت پسند۔ آزادیٔ نسواں کی ساری تحریک کی جڑیں انہی جارحیت پسند عورتوں کے ذہنوں میں ہیں۔ جب کوئی عورت جارحیت پسند بنتی ہے تو وہ عورت نہیں رہتی۔

جون آف آرک عورت نہیں ہے اور یسوع عورت ہیں۔ جون آف آرک نفسیاتی اعتبار سے مرد ہے' بنیادی طور پر اس کی سوچ جارحیت پسندانہ ہے۔ یسوع بہرحال جارحیت پسند نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو اپنا دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔'' یہ ہے نفسیاتی غیر جارحیت پسندی۔ یسوع کہتے ہیں: ''شر کی مزاحمت مت کرو۔'' حتیٰ کہ شر کی بھی مزاحمت نہیں کرنی ہوتی! عدم مزاحمت نسائیت کا جوہر ہے......

سائنس مرد ہے' مذہب عورت۔ سائنس فطرت کو تسخیر کرنے کی کوشش ہے' مذہب فطرت میں جذب ہونے کا نام ہے۔ عورت جانتی ہے پگھلا کیسے جاتا ہے' ایک کیسے ہوا جاتا ہے۔ صداقت کو تلاش کرنے والے ہر شخص کو جاننا پڑتا ہے کہ فطرت میں کس طرح تحلیل ہونا ہے' فطرت سے ایک کیسے ہونا ہے' بہاؤ کے ساتھ کیسے بہنا ہے' بغیر مزاحمت کرتے ہوئے' بغیر جھگڑا کرتے ہوئے ...... تم جتنے زیادہ مراقباتی ہوتے جاتے ہو' تمہاری توانائیاں اتنی

زیادہ غیر جارحانہ ہوتی جاتی ہیں۔ تمہارا تشدد ختم ہوجاتا ہے' محبت ابھر آتی ہے۔ تمہیں غلبہ پانے میں' غالب ہونے میں مزید دلچسپی نہیں رہتی' اس کے بجائے تم خودسپردگی کے فن میں طاق ہوجاتی ہو۔ یوں عورت کی نفسیات نسائی ہوجاتی ہے۔

نسائی نفسیات کو سمجھنا مذہبیت کی نفسیات کو سمجھنا ہے۔ ایسی کوشش ابھی تک نہیں کی گئی ہے جبکہ نفسیات کے نام پر جو کچھ موجود ہے وہ مردانہ نفسیات ہے۔ اسی لیے وہ چوہوں پر تحقیق کررہے ہیں اور چوہوں کے وسیلے سے انسانوں کے بارے میں نتائج اخذ کررہے ہیں۔

اگر تم نسائی نفسیات کا مطالعہ کرنا چاہو تو اس کی سب سے عمدہ مثالیں صوفیا ہیں — خالص ترین مثالیں صوفیا ہوں گے۔ تب تمہیں باشو' رنزئی' بدھ' یسوع' لاؤزے کے بارے میں جاننا ہوگا' کیونکہ ان کو سمجھنے سے تمہیں نسائی اظہار کی رفعتوں کا ادراک ہوگا۔

☆☆☆

نسائی ذہن اور مردانہ ذہن میں کیا فرق ہے؟

جدید تحقیق سے ایک اہم حقیقت منکشف ہوئی ہے — اس صدی کا اہم ترین کارنامہ ہے — کہ تم ایک نہیں بلکہ دو ذہن رکھتے ہو۔ تمہارا ذہن دو حصوں میں منقسم ہے: دایاں دماغ اور بایاں دماغ۔ دایاں دماغ بائیں ہاتھ سے مربوط ہے جبکہ بایاں دماغ دائیں ہاتھ سے۔ دایاں دماغ وجدانی' غیرمنطقی' غیرعقلی' شاعرانہ' افلاطونی' تخیلاتی' رومانوی' اساطیری' مذہبی ہے جبکہ بایاں دماغ منطقی' عقلی' ریاضیاتی' ارسطوئی' سائنسی ہے۔

یہ دونوں دماغ مستقل کشمکش میں رہتے ہیں۔ دنیا کی بنیادی سیاست تمہارے اندر ہوتی ہے۔ دنیا کی عظیم ترین سیاست تمہارے اندر ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے تمہیں اس کی آگہی نہیں ہو' تاہم جب تم آگاہ ہوجاتے ہو تو اصل کام ان دونوں دماغوں میں ہونا ہوتا ہے۔

بائیں ہاتھ کا تعلق دائیں دماغ سے ہے — وجدان' تخیل' اساطیر' شاعری' مذہب سے — جبکہ بائیں ہاتھ کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ معاشرہ ان کا ہے جو دائیں ہاتھ سے کام کرنے والے ہیں — دائیں ہاتھ کا مطلب ہے بایاں دماغ۔ دس فیصد بچے پیدائشی اعتبار سے بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے ہوتے ہیں' تاہم انہیں جبراً دائیں ہاتھ سے کام کرنے والا بنا دیا جاتا ہے۔ جو بچے پیدائشی طور پر بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے ہوتے

ہیں' وہ بنیادی طور پر غیر منطقی' وجدانی' غیرریاضیاتی ہوتے ہیں ...... وہ معاشرے کے لیے خطرناک ہوتے ہیں' لہٰذا معاشرہ انہیں ہر طرح سے مجبور کرکے دائیں ہاتھ سے کام کرنے والا بنا دیتا ہے۔ یہ صرف ہاتھوں کا سوال نہیں ہے' یہ اندرونی سیاست کا سوال ہے: بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا بچہ دائیں دماغ سے عمل کرتا ہے — جس کی اجازت معاشرہ نہیں دے سکتا' یہ خطرناک ہے لہٰذا معاملات بگڑنے سے پہلے بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے کو روک دینا پڑے گا۔

خیال ہے کہ شروع میں تناسب آدھا آدھا رہا ہوگا — پچاس فیصد بچے بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے اور پچاس فیصد دائیں ہاتھ سے کام کرنے والے — تاہم دائیں ہاتھ سے کام کرنے والی پارٹی نے اتنا لمبا عرصہ حکومت کی کہ یہ تناسب 10 فیصد اور 90 فیصد ہوگیا۔ حتیٰ کہ یہاں موجود تم لوگوں میں بھی بہت سے بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے لوگ ہوں گے' لیکن ہوسکتا ہے تمہیں اس کا پتا نہیں ہو۔ ہوسکتا ہے تم دائیں ہاتھ سے لکھتے ہو اور اپنے کام دائیں ہاتھ سے کرتے ہو تاہم تمہیں بچپن میں جبراً دائیں ہاتھ سے کام کرنے والا بنا دیا گیا ہوگا۔ یہ ایک حربہ ہے کیونکہ جب تم دائیں ہاتھ سے کام کرنے والا بن جاتے ہو تو تمہارا بایاں دماغ کام کرنے لگتا ہے۔ بایاں دماغ عقل ہے' دایاں دماغ عقل سے ماورا ہے' اس کی فعلیت ریاضیاتی نہیں ہے۔ یہ جھماکوں میں کام کرتا ہے' یہ وجدانی ہے' بہت شاندار — مگر غیر منطقی۔

بائیں ہاتھ سے کام کرنے والی اقلیت دنیا کی سب سے زیادہ جبرزدہ اقلیت ہے' حبشیوں سے بھی زیادہ' مفلس لوگوں سے بھی زیادہ۔ اگر تم اس تقسیم کو سمجھو گے تو تمہیں بہت سی باتیں سمجھ آجائیں گی۔ پرولتاریہ ہمیشہ دائیں دماغ سے کام کرتی ہے' غریب لوگ زیادہ وجدانی ہوتے ہیں۔ ابتدائی لوگوں کو دیکھو' وہ زیادہ وجدانی تھے۔ جتنا زیادہ کوئی شخص غریب ہوگا' وہ اتنا ہی کم ذہین ہوگا — اور یہی اس کے غریب ہونے کی وجہ ہوسکتی ہے۔ چونکہ وہ کم ذہین ہے اس لیے عقل کی دنیا کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو وہ کم گفتار ہوتا ہے' عقل کے حوالے سے' حساب کتاب کے حوالے سے وہ تیز نہیں ہوتا — وہ تقریباً احمق ہوتا ہے۔ یہ اس کے غریب ہونے کی وجہ ہوسکتی ہے۔ امیر آدمی اپنے بائیں دماغ کے تحت کام کررہا ہے۔ وہ زیادہ حسابی کتابی ہے' ہر شے میں ریاضیاتی ہے' چالاک ہے' تیز ہے'

منطقی ہے — اور وہ منصوبے بناتا ہے۔ یہ اس کے امیر ہونے کی وجہ ہوسکتی ہے۔

مردوں اور عورتوں پر بھی اسی اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ عورتیں دائیں دماغ والی ہوتی ہیں، مرد بائیں دماغ والے ہوتے ہیں۔ مرد عورت پر صدیوں سے حکمران ہے۔ اب کچھ عورتیں بغاوت کررہی ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ وہ بھی اسی قسم کی عورتیں ہیں۔ درحقیقت وہ مردوں جیسی ہی ہیں — منطقی، دلیل باز، ارسطوئی۔ ایسا ممکن ہے کہ کسی روز امریکہ میں عورتیں مردوں کے خلاف انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوجائیں، جیسا کہ روس اور چین میں انقلاب کامیابی سے برپا ہوچکے ہیں۔ تاہم جب تک عورت کامیاب ہوگی وہ عورت نہیں رہے گی، وہ بائیں دماغ والی بن چکی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑنے کے لیے انسان کو حسابی کتابی ہونا پڑتا ہے اور مردوں سے لڑنے کے لیے تمہیں مردوں جیسا بننا پڑے گا: جارحیت پسند۔ یہ جارحیت پسندی ساری دنیا میں آزادیٔ نسواں کی تحریک سے عیاں ہے۔

جو عورتیں آزادیٔ نسواں کی تحریک میں شامل ہوچکی ہیں وہ بہت جارحیت پسند ہیں، وہ ساری شان، سارا حسن گنوا رہی ہیں — جو کہ وجدان سے اُمڈتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تمہیں مردوں سے لڑنا ہے تو تمہیں ویسی ہی چالیں سیکھنا ہوں گی، اگر تمہیں مردوں سے لڑنا ہے تو تمہیں ویسی ہی تیکنیکوں سے لڑنا ہوگا۔ کسی سے لڑنا بہت خطرناک ہوتا ہے کیونکہ تم اپنے دشمن جیسے بن جاتے ہو۔ یہ نوع انسان کا ایک سنگین ترین مسئلہ ہے۔ جب تم کسی سے لڑتے ہو تو رفتہ رفتہ تمہیں ویسے ہی حربے اور ویسے ہی طریقے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ تب ہوسکتا ہے دشمن تو شکست کھا جائے، لیکن جب تک وہ شکست کھائے گا، تم خود اپنے دشمن بن چکے ہوگے ...... صرف سطحی چیزیں تبدیل ہوتی ہیں، گہرائی میں وہی تنازعہ موجود رہتا ہے۔

تنازعہ انسان کے اندر ہے۔ جب تک اسے وہیں حل نہیں کردیا جاتا اسے کہیں بھی حل نہیں کیا جاسکتا۔ سیاست تمہارے اندر ہے، یہ ذہن کے دو حصوں کے درمیان ہے۔

دونوں میں ایک بہت چھوٹا سا پل موجود ہے۔ اگر یہ پل کسی حادثے کی وجہ سے، کسی نفسیاتی صدمے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ٹوٹ جائے تو وہ شخص منقسم ہوجاتا ہے، وہ شخص دو اشخاص میں بدل جاتا ہے — اور شیزوفرینیا یا منقسم شخصیت رونما ہوتی ہے۔ اگر پُل ٹوٹ جائے — اور یہ پُل بہت نازک ہے — تو تم دو ہوجاتے ہو، تم دو اشخاص جیسا برتاؤ

کرتے ہو۔ صبح کے وقت تم بہت محبت کرنے والے، بہت خوبصورت ہوتے ہو، شام کے وقت تم بہت غصہ ور ہوتے ہو، مکمل طور پر مختلف۔ تمہیں اپنی صبح یاد نہیں ہوتی ...... تم یاد کیسے رکھ سکتے ہو؟ ایک اور دماغ جو عمل کررہا ہے — اور ایک شخص دو اشخاص میں ڈھل جاتا ہے۔ اگر یہ پُل اتنا مضبوط ہو کہ دونوں دماغوں کی دوئی مٹ جائے اور وہ ایک ہوجائیں تو پھر یکجائی ابھرتی ہے، قلماؤ ابھرتا ہے۔ جارج گرجیف جسے ''ہستی کا قلماؤ'' کہتا ہے وہ ان دونوں دماغوں کے ایک ہونے کے سوا اور کیا ہے، داخل میں مرد اور عورت کا ملاپ، ین (Yin) اور یانگ (Yang) کا ملاپ، بائیں اور دائیں کا ملاپ، منطق اور غیر منطق کا ملاپ، ارسطو اور افلاطون کا ملاپ۔

اگر تم اس بنیادی تنصیف کو سمجھ سکو تو تم اپنے اندر جاری ہر کشمکش کو سمجھ سکتے ہو۔

نسائی ذہن حسن کا حامل ہے، مردانہ دماغ اہلیت کا حامل ہے۔ اگر طویل عرصے تک لڑائی ہوتی رہے تو بلاشبہ حسن شکست کھا جاتا ہے — اہل ذہن جیت جائے گا، کیونکہ دنیا ریاضی کی زبان سمجھتی ہے، محبت کی نہیں۔ تاہم جس لمحے تمہاری اہلیت تمہارے حسن پر فتح حاصل کرتی ہے تو تم ایک انتہائی قیمتی شے سے محروم ہوجاتے ہو: تم اپنی ہستی سے ربط کھو چکے ہوتے ہو۔ ہوسکتا ہے تم بہت اہل بن جاؤ لیکن تم ایک حقیقی شخص نہیں رہو گے۔ تم ایک مشین بن جاؤ گے، روبوٹ جیسی کوئی شے۔

اسی وجہ سے مرد اور عورت کے مابین مستقل تنازعہ موجود ہے۔ وہ الگ بھی نہیں رہ سکتے، انہیں بار بار تعلق قائم کرنا پڑتا ہے — تاہم وہ ساتھ بھی نہیں رہ سکتے۔ لڑائی باہر نہیں ہے، لڑائی تمہارے اندر ہے۔ میرا فہم یہ ہے کہ جب تک تم اپنے اندر دائیں اور بائیں دماغوں میں جاری لڑائی کو نہیں ختم کرواؤ گے، تم محبت میں امن سکون کے ساتھ نہیں رہ پاؤ گے — کبھی نہیں — اس کی وجہ یہ ہے کہ اندرونی لڑائی باہر منعکس ہوگی۔ اگر تمہارے اندر لڑائی ہورہی ہے اور تم بائیں دماغ والے ہو یعنی عقلی دماغ والے ہو اور تم دائیں دماغ پر غلبہ پانے کی مسلسل کوشش کررہے ہو تو تم اس عورت کے ساتھ بھی ایسے ہی کرو گے جس سے کہ تم محبت کرتے ہو۔ اگر عورت اپنے اندر عقل سے مسلسل لڑ رہی ہے تو وہ اس مرد سے مستقلاً لڑتی رہے گی جس سے وہ محبت کرتی ہے۔

تمام تعلقات — تقریباً تمام — گندے ہوتے ہیں۔ شروع میں وہ خوبصورت

ہوتے ہیں' شروع میں تم حقیقت ظاہر نہیں کرتے ہو' شروع میں تم دکھاوا کرتے ہو۔ جونہی تعلق قائم ہوجاتا ہے' تم پُرسکون ہوجاتے تو تمہارا داخلی تنازعہ ابھرتا ہے اور تمہارے تعلق میں منعکس ہونے لگتا ہے۔ تب جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں' تب ایک دوسرے کو ہزار طریقوں سے زچ کیا جاتا ہے' ایک دوسرے کو تباہ کیا جاتا ہے۔ یوں ہم جنس پرستی کی کشش پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ مرد کے ساتھ محبت کرنے والا مرد اس طرح کے تنازعے میں نہیں پھنسا ہوتا۔ محبت کا یہ تعلق ہوسکتا ہے' بہت اطمینان بخش نہیں ہو' بے پناہ مسرت اور جنسی عمل کے انتہائی لمحوں تک نہیں لے جاتا ہوتا ہم کم از کم یہ مرد اور عورت کے تعلق جتنا گندا تو نہیں ہوتا۔ جب کبھی تنازعہ ناقابل برداشت ہو' عورتیں ہم جنس پرست بن جاتی ہیں' کیونکہ کم از کم دو عورتوں کا محبت کا تعلق تنازعے کی دلدل میں اتنا نہیں پھنسا ہوتا۔ ایک جیسے لوگ ایک جیسے لوگوں سے ملتے ہیں' وہ ایک دوسرے کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں انڈرسٹینڈنگ ممکن ہوتی ہے' تاہم کشش کھو جاتی ہے' قطبیت کھو جاتی ہے — یہ بہت بھاری خمیازہ ہے۔ انڈرسٹینڈنگ ممکن ہوتی ہے' تاہم سارا تناؤ' چیلنج کھو جاتا ہے۔ اگر تم چیلنج کا انتخاب کرتے ہو تو پھر تنازعہ ابھرتا ہے' کیونکہ اصل مسئلہ کہیں تمہارے اندر ہوتا ہے۔ جب تک تم نہیں سلجھتے ہو' جب تک تمہارے زنانہ اور مردانہ دماغوں میں گہری ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی' تم محبت کرنے کے قابل نہیں ہو گے......

یہ ہے جدید ذہن کی دشواری: سب تعلقات رفتہ رفتہ عمومی ہو رہے ہیں۔ لوگ کسی بھی قسم کی وابستگی سے خوفزدہ ہیں' تلخ تجربے سے انہیں کم از کم ایک بات کا علم ہوگیا ہے کہ جب کبھی تم گہرا اور قریبی تعلق قائم کرتے ہو حقیقت ابھرتی ہے اور تمہارا اندرونی تنازعہ منعکس ہونے لگتا ہے اور زندگی گندی ہوجاتی ہے' دہشت ناک' ناقابلِ برداشت......

اگر تم اس تعلق سے باہر ہو تو ہوسکتا ہے تمہیں وہ صحرا میں ایک نخلستان دکھائی دے' تاہم جب تم قریب آؤ گے تو نخلستان برباد اور گم ہونا شروع ہوجائے گا۔ جونہی تم تعلق قائم کرتے ہو' پکڑے جاتے ہو' یہ ایک قید ہے' یاد رکھو یہ قید دوسرے کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ یہ تو تمہارے اندر سے جنم لیتی ہے۔

اگر بایاں دماغ تم پر غلبہ پائے رہے گا تو تم ایک بہت کامیاب زندگی گزارو گے — اتنے کامیاب کہ جب تم چالیس سال کے ہو گے تو تم شدید السر میں مبتلا ہو گے۔ جب تم 45 سال کے ہو گے تو تمہیں کم از کم ایک یا دو مرتبہ دل کا دورہ پڑ چکا ہوگا۔ پچاس سال

کے ہونے تک تم تقریباً مر چکے ہو گے — مگر کامیاب موت۔ ہوسکتا ہے تم ایک عظیم سائنسدان بن گئے ہو تاہم ایک عظیم ہستی بالکل نہیں بنو گے۔ ہوسکتا ہے تم نے دولت کے انبار لگا لیے ہوں تاہم تم ہر قابلِ قدر شے کھو چکے ہو گے۔ ہوسکتا ہے تم سکندر کی طرح ساری دنیا تسخیر کرلو تاہم تمہارا اندرونی علاقہ غیر مفتوحہ ہی رہے گا۔

بائیں دماغ کی پیروی کی بہت سی ترغیبات ہیں — کیونکہ یہ دنیاوی دماغ ہے۔ اسے اشیاء سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے: کاریں' سرمایہ' مکانات' اقتدار' مراعات۔ ہم ہندوستان میں ویسی سوچ والے شخص کو گرستھ کہتے ہیں۔

''سنیاسی'' دائیں دماغ والا ہوتا ہے' ایک ایسا شخص جسے اپنی داخلی ہستی میں زیادہ دلچسپی ہوتی ہے' اپنے داخلی سکون میں' اپنی داخلی سعادت میں' اور اسے اشیاء میں دلچسپی کم ہوتی ہے۔ اگر وہ آسانی سے مل جاتی ہیں تو ٹھیک ہے' اور اگر نہیں ملتیں تو بھی ٹھیک ہے۔ اسے لمحے میں زیادہ دلچسپی ہوتی ہے' مستقبل میں دلچسپی کم ہوتی ہے۔ وہ زندگی کی شاعری میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے اور زندگی کی ریاضی اس کے لیے کم دلچسپ ہوتی ہے......

زندگی. ریاضی کے ذریعے گزارنے کا ایک طرز ہوتا ہے' نیز خواب کے ذریعے زندگی گزارنے کا ایک اور طریقہ بھی ہوتا ہے' خوابوں اور تصورات کے ذریعے۔ یہ دونوں طریقے بالکل مختلف ہیں۔ ابھی اگلے روز کسی نے پوچھا: ''کیا جن' پریاں اور ایسی ہی دوسری چیزیں ہیں؟'' ہاں' ہیں — اگر تم دائیں دماغ کے تحت جیتے ہو تو یہ ہیں۔ اگر تم بائیں دماغ کے تحت جیتے ہو تو نہیں ہیں۔

سب بچے دائیں دماغ والے ہوتے ہیں۔ وہ ہر طرف جن اور پریاں دیکھتے ہیں' تاہم تم انہیں کہتے ہو: ''بکواس۔ تم احمق ہو۔ کہاں ہیں پریاں؟ کوئی پریاں وریاں نہیں ہیں' تمہارا وہم ہے۔'' رفتہ رفتہ تم بچے سے منوا لیتے' بے بس بچہ۔ رفتہ رفتہ تم اسے قائل کر لیتے ہو اور وہ دائیں دماغ سے بائیں دماغ کے تحت جینے لگتا ہے' اسے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اسے تمہاری دنیا میں جینا پڑتا ہے۔ اسے اپنے خوابوں کو بھلانا پڑتا ہے' اسے ساری اساطیر بھلانی پڑتی ہیں' اسے ساری شاعری بھلانی پڑتی ہے' اسے ریاضی سیکھنا پڑتی ہے۔ بلاشبہ وہ ریاضی میں ماہر ہوجاتا ہے — مگر زندگی میں اپاہج اور مفلوج ہوجاتا ہے۔ ہستی دور سے دور تر ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ محض بازار کی ایک شے بنتا چلا جاتا ہے' اس کی ساری زندگی لایعنی ہوجاتی

ہے...... حالانکہ دنیا کی نگاہوں میں وہ اہم ہوتا ہے۔

سنیاسی وہ ہوتا ہے جو تخیل کے وسیلے سے جیتا ہے‘ جو ذہن کی خواب دینے کی خصوصیت کے وسیلے سے جیتا ہے‘ جو شاعری کے وسیلے سے جیتا ہے‘ جو زندگی کو شاعری بنا دیتا ہے‘ جو تصورات کے وسیلے سے دیکھتا ہے۔ تب درخت اس سے زیادہ سرسبز ہوتے ہیں جتنے کم دیکھتے ہو‘ تب پرندے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں‘ تب ہر شے ایک تابنا کی سے معمور ہو جاتی ہے۔ حقیر کنکر ہیرے بن جاتے ہیں‘ عام سی چٹانیں عام نہیں رہتیں — کوئی شے عام نہیں ہے۔ اگر تم دائیں دماغ سے دیکھو تو ہر شے مقدس بن جاتی ہے‘ الوہی بن جاتی ہے۔ مذہب دائیں دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔

ایک شخص اپنے دوست کے ساتھ کیفے ٹیریا میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔
اس نے کپ کو غور سے دیکھا اور آہ بھر کر بولا: ''آہ‘ میرے دوست! زندگی چائے کی پیالی جیسی ہے۔''
دوسرے شخص نے لمحہ بھر سوچا اور پھر کہا: ''وہ کیسے؟ زندگی چائے کی پیالی جیسی کس طرح ہو سکتی ہے؟''
پہلے شخص نے جواب دیا: ''مجھے کیا پتا؟ کیا میں کوئی فلسفی ہوں؟''

دایاں دماغ حقائق کے حوالے سے بیانات دیتا رہتا ہے‘ وہ تمہیں وجوہات نہیں بتاتا۔ اگر تم پوچھو: ''کیوں؟'' تو وہ خاموش رہتا ہے‘ کوئی جواب نہیں دیتا۔ اگر تم کہیں سے گزرتے ہوئے کنول کا ایک پھول دیکھتے ہو اور کہتے ہو ''خوبصورت'' — اور کوئی پوچھتا ہے: ''کیوں؟'' تو تم کیا کرو گے؟ تم کہو گے: ''مجھے کیا پتا؟ کیا میں کوئی فلسفی ہوں؟'' یہ ایک عام سا بیان ہے‘ ایک بہت عام سا بیان‘ اپنے اندر مکمل۔ اس میں کوئی وجہ نہیں ہے اور اس کے باہر کوئی نتیجہ ہے‘ یہ تو حقیقت کا سادہ سا بیان ہے...... دایاں دماغ شاعری اور محبت والا دماغ ہے۔ ایک عظیم تبدیلی کی ضرورت ہے‘ وہ تبدیلی ہے اندرونی قلبِ ماہیئت۔

☆☆☆

کیا آپ نسائی ذہن کی مزید خصوصیات بیان کر سکتے ہیں؟

نسائی ذہن مثبت اور منفی دونوں طرح کی خصوصیات رکھتا ہے۔ مثبت ہے محبت اور منفی ہے حسد۔ مثبت ہے بانٹنا اور منفی ہے ملکیت پسندی۔ مثبت ہے انتظار کرنا اور منفی ہے

کاہلی‘ کیونکہ انتظار انتظار دکھائی دے سکتا ہے اور شاید وہ انتظار نہیں کاہلی ہو۔

مردانہ ذہن پر یہی صادق آتا ہے۔ مردانہ ذہن کی ایک مثبت خصوصیت یہ ہے کہ وہ تحقیق کرتا ہے‘ تلاش میں نکلتا ہے جبکہ منفی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شک کرتا ہے۔ کیا تم شک کیے بغیر تحقیق کرنے والے بن سکتے ہو؟ تب تم مثبت کو منتخب کر چکے ہوتے ہو۔ تاہم تم تحقیق کیے بغیر بھی شک کر سکتے ہو‘ بس بیٹھے شک کرتے رہو۔

مرد کی ایک اور مثبت خصوصیت یہ ہے کہ وہ آرام و سکون کی تلاش میں رہتا ہے‘ اور ایک منفی خصوصیت ہے: بے چین ہوتا ہے۔ تم اپنی بے چینی کو سکون حاصل کرنے کے لیے ایک اچھال تختے کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہو۔ تم کچھ کرنے کی خواہش اور توانائی رکھتے ہو — تم اس خواہش کو استعمال کر کے بے عمل بن سکتے ہو‘ تم اس خواہش کو استعمال کر کے مراقبہ کرنے والے بن سکتے ہو۔

منفی کو مثبت کے لیے استعمال کرنا پڑتا ہے اور ہر شخص دونوں خصوصیات رکھتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی مثبت خصوصیت ہوتی ہے‘ بالکل وہیں ساتھ ہی منفی خصوصیت بھی موجود ہوتی ہے۔ اگر تم منفی کو زیادہ توجہ دو گے تو تم زیاں کرو گے۔ زیادہ توجہ مثبت کو دو گے تو تم پا لو گے۔

مرد اور عورت ہر دو کو ایسا کرنا پڑتا ہے۔ تب دنیا کا سب سے خوبصورت مظہر وجود میں آتا ہے۔ وہ مظہر ایک دکھائی نہ دینے والا شخص ہوتا ہے‘ واحد‘ اکائی‘ ایک داخلی کائنات‘ ایک سمفنی جس میں سارے سر ایک دوسرے کے معاون بن جاتے ہیں‘ محض ایک شور نہیں‘ بلکہ وہ کُل کو آہنگ دیتے ہیں‘ رنگ دیتے ہیں۔ وہ کُل کو تخلیق کرتے ہیں‘ وہ کُل کے خلاف نہیں ہوتے‘ وہ مزید الگ الگ نہیں رہتے‘ وہ واحد ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

کون زیادہ احمق ہوتا ہے — مرد یا عورت؟

میں تمہیں ایک چٹکلا سناتا ہوں:
ایک مرد اپنی بیوی سے کہتا ہے: ''بھگوان نے تم عورتوں کو اتنا خوبصورت کیوں بنایا ہے؟''
عورت جواب دیتی ہے: ''تاکہ مرد ہم سے محبت کریں۔''

مرد بولا: ''تب اس نے تمہیں اتنا احمق کیوں بنایا ہے؟''
عورت نے کہا: ''تاکہ ہم بھی تم سے محبت کرسکیں۔''

تاہم حقیقت میں حماقت کی کوئی صنف نہیں ہوتی۔ یہ ہر قسم' ہر صورت' ہر جسامت میں پائی جاتی ہے۔

☆☆☆

کیا عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ جرأت مند ہوتی ہیں؟

یقیناً عورتیں مردوں سے زیادہ جرأت مند ہوتی ہیں۔ یہ مرد تو صرف حسد کررہے ہیں ...... بالکل جرأت نہیں ان میں۔ عورت زیادہ محبت کرنے والی ہے کیونکہ وہ منطق کے تحت' عقل کے تحت نہیں جیتی ہے' بلکہ وہ خالصتاً جذبے اور دل کے تحت جیتی ہے۔

دل کا راستہ خوبصورت مگر خطرناک ہے۔ ذہن کا راستہ عامیانہ مگر محفوظ ہے۔ مرد نے زندگی کا محفوظ ترین اور مختصر راستہ منتخب کرلیا ہے۔ عورت نے سب سے زیادہ خوبصورت تاہم سب سے زیادہ خطرناک راستہ منتخب کیا ہے' جذبات' احساسات' کیفیات کا خطرناک راستہ۔ چونکہ آج تک دنیا پر مردوں کی حکومت رہی ہے اس لیے عورت نے بہت صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ وہ مرد کے تخلیق کردہ معاشرے میں موزوں نہیں رہ سکی کیونکہ معاشرے کو منطق اور عقل کے مطابق بنایا گیا ہے۔

عورت دل کی دنیا چاہتی ہے۔

مرد کے بنائے ہوئے معاشرے میں دل کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ مرد کو دل کی زبان سیکھنا ہوگی کیونکہ عقل تو پوری نوعِ انسان کو عالمی خودکشی کی طرف لے جاچکی ہے۔ عقل نے فطرت کے آہنگ کو برباد کردیا ہے' ماحول کو تباہ کردیا ہے۔ عقل نے خوبصورت مشینیں تو دی ہیں تاہم اس نے خوبصورت انسان کو تباہ کردیا ہے۔ ہر شے میں اک ذرا مزید دل کی ضرورت ہے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو تمہاری انتہائی داخلی ہستی کا راستہ ذہن کی نسبت دل سے قریب تر ہے۔ اگر تم باہر جارہے ہو تو پھر ذہن ایک مختصر راستہ (شارٹ کٹ) ہوگا جبکہ دل بہت طویل راستہ ہوگا۔ اگر تم اندر جارہے ہو تو معاملہ بالکل الٹ ہوجائے گا ـــ اب دل

مختصر راستہ ہوگا جبکہ ذہن تمہاری سوچ سے بھی زیادہ لمبا راستہ ہوگا۔ اسی لیے میں محبت کا حامی ہوں' کیونکہ محبت کے ذریعے مراقبہ کرنا آسان ہے' محبت کے ذریعے زندگی کی ابدیت تک پہنچنا آسان ہے جبکہ سر کے ذریعے یہ بہت مشکل ہے۔ انسان کو پہلے دل کی طرف آنا پڑے گا اور صرف تبھی وہ ہستی کی طرف جاسکے گا۔

محبت پر میرے اصرار کی ایک بنیادی روحانی وجہ ہے۔ دل کے ذریعے عورت فوری طور پر سفر کرسکتی ہے جبکہ مرد کسی دشواری کے بغیر دل کی طرف سفر کرسکتا ہے۔ مرد کو غلط تربیت دی گئی ہے۔ اسے سخت بننے کی' مضبوط بننے کی' ''مرد'' بننے کی تلقین کی گئی ہے۔ کوئی مرد روتا نہیں ہے اور اپنے غم یا خوشی کو آنسوؤں کے ذریعے بہنے نہیں دیتا کیونکہ اسے بچپن سے بتایا گیا ہے کہ روتی تو عورتیں ہیں' رونا زنانہ عمل ہے۔ مرد کبھی نہیں روتا۔

فطرت کے تناظر میں دیکھیں تو سارا معاملہ لایعنی دکھائی دیتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا' اگر فطرت کا ارادہ یہی تھا تو مرد کی آنکھیں مختلف انداز سے بنائی جاتیں' ان میں آنسوؤں والے گلینڈ نہ ہوتے۔ مردوں کے بھی عورتوں کی ہی طرح آنسوؤں والے گلینڈ ہوتے ہیں۔

ان آنسوؤں کا مقصد کیا ہے؟ یہ ضروری ہیں۔ ان کی نہایت اہم زبان ہے۔ ایسے لمحے آتے ہیں جب تم بول نہیں سکتے' تاہم تمہارے آنسو اظہار کرسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے تم بہت خوش ہو اور تمہاری آنکھوں میں آنسو آجائیں۔ آنسو ہمارے چھلکتے ہوئے تجربے کی علامت ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے تم اس قدر اداس ہو کہ لفظ اسے سہار نہیں سکیں' آنسو تمہاری مدد کرتے ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتوں کے کم پاگل ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے' کیونکہ وہ رونے اور چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے کے لیے ہر لمحہ تیار ہوتی ہیں' وہ روزانہ عارضی طور پر پاگل ہوجاتی ہیں۔

مرد جمع کرتا رہتا ہے اور پھر ایک دن پھٹ پڑتا ہے ـــ ہول سیل۔ عورتیں ریٹیل میں پاگل ہوتی ہیں اور یہ زیادہ دانشمندانہ طریقہ ہے' ہر روز ختم کردینا۔ اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

مرد عورتوں کی نسبت زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ عورتیں مردوں کی نسبت خودکشی کی باتیں زیادہ کرتی ہیں مگر خودکشی کبھی نہیں کرتیں۔ مرد خودکشی کرنے کی باتیں کبھی نہیں کرتے مگر وہ زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ مرد دبائے چلے جاتے ہیں' چہرے

پر جھوٹا نقاب اوڑھے رکھتے ہیں اور ہر شے کی حد ہوتی ہے' ایک نقطہ آتا ہے کہ وہ مزید برداشت نہیں کر پاتا اور ہر شے ٹوٹ بکھرتی ہے۔

مرد کو مزید دل والا بننا سکھانا پڑے گا' کیونکہ دل سے راستہ ہستی کو جاتا ہے۔ تم دل سے کترا کر نہیں گزر سکتے۔

عورت بہتر حالت میں ہے' وہ دل سے ہستی کی طرف براہِ راست جا سکتی ہے' تاہم عورت کی اس عظیم خصوصیت کا اعتراف کرنے کی بجائے مرد عورت کی تذلیل کر رہا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ ہے۔ شاید مرد عورت کی برتری سے آگاہ تھا— محبت کی برتری۔ کوئی منطق محبت سے برتر نہیں ہو سکتی اور کوئی ذہن دل سے برتر نہیں ہو سکتا۔ تاہم ذہن بہت قاتل ہو سکتا ہے' ذہن بہت متشدد ہو سکتا ہے اور ذہن صدیوں سے یہی کچھ کرتا آیا ہے۔

مرد عورت کو مارتا پیٹتا آیا ہے' وہ عورت پر جبر کرتا آیا ہے' عورت کی تذلیل کرتا آیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ عورت کو پیٹ کر' اس کی تذلیل کر کے' اس پر جبر کر کے نصف نوعِ انسان کو اپنے شعور کو ترقی دینے سے محروم رکھا گیا ہے۔ تم بھی محروم ہو' کیونکہ تم بھی ارتقا کا فن سیکھ سکتی تھیں۔ تم بھی اسی راستے پر چل سکتی تھیں۔ اسی لیے میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ عورت کی آزادی مرد کی آزادی بھی ہے۔ یہ عورت کی آزادی سے زیادہ مرد کی آزادی ہے۔

ہاں' عورت زیادہ محبت کی حامل ہے' تاہم انہیں سیکنے کے دوسرے رخ سے بھی آگاہ کروایا جانا چاہیے۔ مرد منطق کا حامل ہے۔ دوسرا رُخ غیر منطقی ہو سکتا ہے۔ یہ خطرناک ہے' یہ تو محض ایک غلطی ہے' اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ میں نے اسی لیے کہا تھا کہ دل کا راستہ خوبصورت مگر خطرناک ہے۔

محبت کا دوسرا رُخ نفرت ہے' محبت کا دوسرا رُخ حسد ہے۔ پس اگر کوئی عورت نفرت اور حسد کا شکار ہو جائے تو محبت کا سارا حسن فنا ہو جاتا ہے اور اس کے پاس صرف زہر بچ رہتا ہے۔ وہ خود کو زہر دے دے گی اور اپنے پاس موجود ہر شخص کو زہر دے دے گی۔

محبت کرنے والا بننا ہو تو بہت محتاط رہنا پڑتا ہے کیونکہ تم نفرت کی کھائی میں گر سکتے ہو جو بہت قریب ہوتی ہے۔ محبت کی ہر اونچائی بہت بلند ہوتی ہے' نفرت کی سیاہ وادی نے اسے ہر طرف سے گھیرا ہوتا ہے— تم بہت آسانی سے پھسل سکتے ہو۔

شاید اس لیے بہت سی عورتوں نے محبت نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ شاید مرد نے

اسی وجہ سے سر میں رہنے اور دل کے بارے میں سب کچھ فراموش کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے...... کیونکہ یہ اتنا حساس ہے کہ اسے بہت آسانی سے ٹھیس لگ جاتی ہے' اس کی کیفیات یوں بدلتی ہیں جیسے آب و ہوا تبدیل ہوتی ہے۔

جو شخص حقیقتاً محبت کا فن سیکھنا چاہتا ہو اسے ان سب باتوں کو یاد رکھنا ہوگا' اور اپنی محبت کو نفرت اور حسد کی کھائیوں میں گرنے سے بچانا ہوگا' اگر ایسا نہیں ہوگا تو ہستی تک رسائی پانا ناممکن ہو جائے گا— سر کی نسبت زیادہ ناممکن۔

عورت کو حسد سے چھٹکارا پانا ہوگا' اسے نفرت سے چھٹکارا پانا ہوگا۔ مرد کو منطق سے چھٹکارا پانا ہوگا اور اک ذرا زیادہ محبت کرنے والا بننا ہوگا۔

منطق کو استعمال کیا جا سکتا ہے' یہ افادی ہوتی ہے۔ سائنسی کام میں یہ فائدہ مند ہوتی ہے' تاہم انسانی تعلقات میں نہیں۔ مرد کو محتاط ہونا ہوگا کہ منطق اس کا واحد راستہ نہ بن جائے' اسے صرف ایک ایسا آلہ رہنا چاہیے جسے وہ استعمال کرے اور پرے رکھ دے۔ عورت کو محتاط ہونا پڑے گا کہ وہ نفرت میں' حسد میں' غصے میں مبتلا نہ ہو' کیونکہ یہ اس کے محبت کے انتہائی قیمتی خزانے کو برباد کر دیں گے۔ مرد اور عورت ہر دو کو محبت میں مزید گہرا اترنا ہوگا' وہ جتنا زیادہ محبت میں گہرا اتریں گے' اتنا ہی زیادہ ہستی کے قریب آئیں گے۔

ہستی بہت دور نہیں ہے' یہ تو محبت کا عمیق ترین حصہ ہے' ایک ایسی محبت کا جو مطلقاً خالص ہو' غیر مشروط ہو۔ ایک ایسی محبت جو مطلقاً چوکس ہو' آگاہ ہو' شعوری ہو' وہ فوری طور پر حیرتناک انقلاب میں بدل جاتی ہے' یہ ہستی کی انتہائی داخلی خانقاہ کے دروازے کھول دیتی ہے۔

اپنے مرکز تک رسائی پانا زندگی کی ہر شے کو پا لینا ہے— ساری خوشبو' ساری خوبصورتی' ساری مسرت' ساری رحمتیں......

عورتیں یقیناً زیادہ جرأت مند ہوتی ہیں۔ دنیا بھر کی تمام ثقافتوں میں یہ عورت ہوتی ہے جو اپنے خاندان کو چھوڑتی ہے اور اپنے شوہر کے خاندان میں جاتی ہے۔ وہ اپنی ماں کو چھوڑتی ہے' اپنے باپ کو' اپنی سہیلیوں کو' اپنے شہر کو' ہر اس شے کو جس سے وہ محبت کر چکی ہے' جس کے ساتھ وہ پروان چڑھی ہے— محبت کے لیے وہ ہر شے قربان کر دیتی ہے۔ مرد ایسا نہیں کر سکتا۔

درحقیقت مرد چونکہ برتر ہونے کا دکھاوا کرتا آیا ہے اس لیے اسے ایسا کرنا چاہیے

تھا' اسے لڑکی کو اپنے گھر لانے کی بجائے خود اس کے گھر جانا چاہیے تھا۔ تاہم کسی کلچر میں' کسی معاشرے میں پوری تاریخ کے دوران کسی مرد نے یہ قدم نہیں اٹھایا ـــ اپنا خاندان چھوڑنا' اپنی بنیادوں کو چھوڑنا' اپنے ماحول کو چھوڑنا' ہر شے کو قربان کرنا اور بالکل نئے ماحول' نئے ملک کا حصہ بن جانا' ایک نئے باغ' ایک نئی مٹی میں دوبارہ اگنا اور وہاں کھلنا۔ عورت نے ایسا کیا ہے اور بڑی شان سے کیا ہے۔

یقیناً وہ زیادہ جرأت مند ہے۔

محبت میں' اور مختلف مراحل میں ...... وہ ماں کی طرح محبت کرتی ہے' جو کہ کوئی باپ نہیں کرسکتا۔ وہ بیوی کی طرح محبت کرتی ہے' جو کہ کوئی شوہر نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ چھوٹی سی بچی بھی ہو تو وہ بیٹی کی حیثیت سے محبت کرتی ہے' جو کہ کوئی لڑکا نہیں کرسکتا۔

عورت کی ساری زندگی محبت ہوتی ہے۔

مرد کے لیے زندگی ایک بڑی شے ہے' محبت اس کا محض ایک معمولی سا حصہ ہے۔ وہ سرمائے کے لیے' اقتدار کے لیے' دنیاوی عزت کے لیے محبت کی بھینٹ دے سکتا ہے ـــ وہ ہر شے کے لیے محبت کی بھینٹ دے سکتا ہے۔ عورت کسی شے کے لیے بھی محبت کو قربان نہیں کرتی' ہر شے محبت سے پست ہوتی ہے۔ ہر شے قربان کی جاسکتی ہے لیکن محبت نہیں۔ یقیناً وہ جرأت رکھتی ہے اور مرد کو عورت سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔

اگر ہم اپنے تعلق کو دوسرے شخص کا تجربہ کرنے کا' سیکھنے والا مظہر بنالیں ـــ محض ایک سطحی جنسی تعلق نہیں' بلکہ گہرا' ایک دوسرے کے اسرار کو جاننے والا تعلق ـــ تو ہر تعلق ایک روحانی مظہر بن جائے گا۔ دونوں اس سے مالا مال ہوں گے' نتیجتاً پورا معاشرہ۔

☆☆☆

عورت اب تک آزاد کیوں نہیں رہی؟

عورتیں اس لیے آزاد نہیں ہیں کیونکہ وہ متحد قوت نہیں بن سکتیں۔ وہ مرد سے ہمدردی کرتی ہیں' وہ دوسری عورتوں سے ہمدردی نہیں کرتیں۔ دوسری عورتوں کے ساتھ ان کا تعلق صرف حسد کا ہے ـــ اگر وہ بہتر لباس رکھتی ہیں' اگر وہ بہتر زیورات رکھتی ہیں' اگر وہ اچھی کار رکھتی ہیں' اگر وہ بہتر مکان میں رہتی ہیں۔ دوسری عورتوں کے ساتھ ان کا واحد تعلق حسد کا ہے۔

اگر ہر عورت دوسری سے حسد کرتی ہے تو پھر فطری طور پر یہ ان کی غلامی کی ایک بنیادی وجہ ہے ـــ وہ ایک قوت نہیں بن سکتیں وگرنہ وہ دنیا کی کُل آبادی کا نصف ہیں ـــ وہ بہت عرصہ پہلے آزاد ہوسکتی تھیں۔ وہ جب بھی آزاد ہونا چاہتیں' انہیں کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ وہ اپنی دشمن خود ہیں۔

ایک بات ہر عورت کو یاد رکھنا ہوگی کہ مرد نے تمہیں اتنی چالاکی کے ساتھ تقسیم کیا ہے کہ تم کبھی ایک قوت نہیں بن سکتیں۔ تم آپس میں حسد کرتی ہو' تمہیں ایک دوسرے سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔

☆☆☆

حسد کیا ہے اور یہ اتنا ضرر رساں کیوں ہے؟

حسد تمہاری اپنے' دوسروں کے اور خاص طور پر تعلق کے حوالے سے ایک سب سے زیادہ عام نفسیاتی جہالت ہے۔

لوگ سوچتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں محبت کیا ہوتی ہے ـــ وہ نہیں جانتے' انہیں کچھ پتا نہیں ہے۔ محبت کے حوالے سے ان کی غلط آگہی سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ ''محبت'' سے لوگ مراد لیتے ہیں ایک خاص قسم کی اجارہ داری' ملکیت پسندی ـــ زندگی کی ایک سادہ سی حقیقت سمجھے بغیر' اور وہ یہ کہ جس لمحے تم کسی زندہ ہستی پر ملکیت قائم کرتے ہو' تم اسے قتل کرچکے ہوتے ہو۔ زندگی پر ملکیت قائم نہیں کی جاسکتی۔ تم اسے اپنی زندگی میں نہیں رکھ سکتے۔ اگر تم اسے رکھنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے ہاتھ کھلے رکھنے ہوں گے۔

لیکن معاملہ صدیوں سے غلط سمت میں چل رہا ہے۔ ہم محبت کو حسد سے الگ کرنے سے قاصر ہوچکے ہیں۔ یہ تقریباً ایک ہی توانائی بن چکے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر تمہارا محبوب کسی اور عورت سے ملے گا تو تم حسد کروگی۔ اب حسد نے تمہیں تقسیم کردیا ہے' تاہم میں کہتا ہوں کہ اگر تم حسد نہیں کروگی تو زیادہ مشکل میں ہوگی ـــ تم سوچوگی کہ تمہیں اس سے محبت نہیں ہے' کیونکہ تم سوچوگی کہ اگر تمہیں اس سے محبت ہے تو تمہیں حسد ہونا چاہیے تھا۔ حسد اور محبت آپس میں مل چکے ہیں۔ حقیقت میں تو یہ دو الگ الگ قطب ہیں۔ جو ذہن حاسد ہوسکتا ہے' وہ محبت کرنے والا نہیں بن سکتا' اور جو ذہن محبت کرتا ہے' وہ حسد نہیں کرسکتا۔

☆☆☆

چند روز قبل میں نے اپنے دشمن نمبر ایک حسد کا سامنا کیا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں توانائی سے بھر گئی ہوں۔ کیا میں حسد پر مکمل قابو پا سکتی ہوں؟

یہ تمہارے لیے ایک بامعنی تجربہ ہے' ایک ایسا کلیدی تجربہ جو تمہیں اپنی توانائی کو مکمل طور پر تبدیل کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

جارج گرجیف اپنے شاگردوں میں سب سے پہلے ان کا دشمن نمبر ایک ڈھونڈتا تھا — ایسی خاصیت کہ جسے وہ سمجھے نہیں تو وہ انہیں تباہ کر سکتی ہے اور اگر وہ سمجھیں تو اس کے ذریعے قلبِ ماہیئت ممکن ہے۔

تم نے حسد کا سامنا کیا ہے۔ حسد انسانی شعور کا انتہائی خطرناک عنصر ہے' بالخصوص نسائی ذہن کا۔ اپنے نمبر ایک دشمن کا سامنا کرو' اسے چھپاؤ مت' اس کی حامیانہ تعبیریں مت کرو — کہ تم حق پر تھیں یا یہ کہ وہ موقع ہی ایسا تھا کہ تمہیں حاسد بننا پڑا — حسد کو درست قرار دے کر خود اطمینان مت دلاؤ۔

اگر تم خود کو اطمینان دلاتی ہو کہ حسد کرنا ٹھیک ہے تو یہ موجود رہے گا اور طاقتور ہو جائے گا۔ یوں جو توانائی تمہیں اب محسوس ہو رہی ہے' مزید نہیں رہے گی' کیونکہ حسد اسے پی جائے گا۔ یہ حسد میں محدود ہو جائے گی اور اس لمحے کا انتظار کرے گی کہ جب وہ پھٹ پڑے — کسی بہانے کو پانے کے لیے۔ تاہم چونکہ تم نے اس کی وضاحت کی کوئی کوشش کیے بغیر اس کا سامنا کیا ہے...... تم اس کو باجواز نہیں بنا سکتیں' تم نے تو بس اس کا سامنا ایک حقیقت کے طور پر کیا ہے' کہ تم یہ حسد رکھتی ہو...... اور تم نے اسے قبول کیا' کہ اس کا تم سے کوئی تعلق ہے' کسی اور سے نہیں' کہ اس کے لیے ساری دنیا میں کوئی اور شخص ذمہ دار نہیں ہے۔

یہ سب اس کے تحفظ کے بہانے ہوتے ہیں۔

تم نے ایک بہت اچھا کام کیا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ صرف چوکس رہنے سے حسد غائب ہو جاتا ہے۔

میں برسوں سے تمہیں یہی کچھ تو بتاتا آیا ہوں کہ کچھ نہیں کرنا ہے' بس کسی مسئلے کا سامنا یوں کرو جیسے آئینہ کسی شے کو منعکس کرتا ہے' بغیر کسی فیصلے کے۔

اور چونکہ یہ تمہارا نمبر ایک دشمن ہے' یہ بے پناہ توانائی کو محدود کیے ہوئے ہو۔ اب وہ ختم ہو گیا ہے اور توانائی آزاد ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم اپنے آپ کو زیادہ زندہ' زیادہ محبت کرنے والی' زیادہ حساس محسوس کر رہی ہو۔ پس تم نے اپنے حسد کے ساتھ بالکل درست کیا ہے۔ اب توانائی آزاد ہو گئی ہے۔ تم برسوں حسد سے کشمکش کرتی رہیں۔ اب تم نے کلید کو پا لیا ہے۔

اگلی مرتبہ اگر حسد ابھرے تو فوراً اسے گرفت کر لو اور جو کچھ تم اپنے دشمن نمبر ایک کے ساتھ کر چکی ہو' وہی کچھ اپنے ذہن میں ابھرنے والے ہر دشمن کے ساتھ کر سکتی ہو۔ وہ حقیر دشمن ہیں' وہ جلد ہی غائب ہو جائیں گے' وہ اتنی زیادہ توانائی نہیں رکھتے ہیں۔

تاہم جب توانائی کو چھوڑ دیا جاتا ہے تب یہ مسئلہ ضرور ابھرتا ہے — اس توانائی کا کیا کرنا ہے۔ اب تک تو اسے حسد نے استعمال کیا تھا' جذب کیا تھا — اب یہ تمہارے سارے جسم میں پھیل گئی ہے۔ تم زیادہ حساسیت محسوس کرتی ہو۔ تم اپنے آپ کو زیادہ محبت کرنے والی محسوس کرتی ہو۔

اس کا اظہار کرو — رقص کرو' گاؤ' محبت کرو' جو کچھ تمہارے ذہن میں آئے کرو۔

☆☆☆

پلیز ملکیت پسندی کے حوالے سے گفتگو کیجئے۔

اس سے بدترین عمل کوئی نہیں ہے: کسی ہستی کو شے بنا دینا۔ صرف اشیاء کو ملکیت میں لایا جا سکتا ہے' ہستیوں کو ملکیت میں نہیں لایا جا سکتا۔ تم ہستی کے ساتھ ملاپ تو کر سکتے ہو۔ تم اپنی محبت' اپنی شاعری' اپنی خوبصورتی' اپنا جسم' اپنا ذہن تو بانٹ سکتے ہو۔ تم بانٹ تو سکتے ہو' کاروبار نہیں کر سکتے۔ تم سودے بازی نہیں کر سکتے۔ تم کسی عورت یا مرد کو ملکیت میں نہیں لا سکتے۔ لیکن سارے کرۂ ارض پر ہر شخص یہی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

نتیجہ یہ پاگل خانہ ہے جسے ہم سیارۂ زمین کہتے ہیں۔ تم ملکیت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہو — ایسا فطری طور پر ناممکن ہے' یہ اشیاء کی عین فطرت میں رونما نہیں ہو سکتا۔ یوں الم جنم لیتا ہے۔ تم جتنا زیادہ کسی شخص کو ملکیت میں لانے کی کوشش کرتے ہو' اتنا ہی زیادہ وہ شخص آزاد رہنے کی کوشش کرتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص آزاد رہنے کا پیدائشی حق رکھتا ہے۔

تم اس کی نجی زندگی میں مداخلت کر رہے ہو' جو کہ ساری دنیا میں واحد مقدس مقام ہے۔ نہ تو کاشی مقدس ہے' نہ متھرا مقدس ہے۔ حقیقی معنوں میں واحد مقدس مقام کسی شخص کی نجی زندگی ہے ـــ اس مرد یا عورت کی آزادی' اس کا ہونا۔

اگر تم کسی شخص سے محبت کرو گے تو تم کبھی مداخلت نہیں کرو گے۔ تم جاسوس بننے کی کبھی کوشش نہیں کرو گے' پیپنگ ٹام (Peeping Tom) ـــ تا کا جھانکی کرنے والا ـــ نہیں بنو گے' دوسرے شخص کی نجی زندگی میں تاک جھانک نہیں کرو گے۔ تاہم ذرا ان نام نہاد محبت کرنے والوں کو تو اِک نظر دیکھو ـــ شوہروں اور بیویوں' بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈز کو۔ وہ لوگ سارا دن مداخلت کی کوششیں کر رہے ہیں' دوسرے شخص کی نجی دنیا میں داخل ہونے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ دوسرے شخص کی بھی نجی زندگی ہو۔ کیوں؟

اگر کوئی شخص آزاد ہو' نجی زندگی رکھتا ہو' انفرادیت کا حامل ہو' تو وہ خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ شخص آئندہ ان سے محبت نہیں کرے ـــ کیونکہ محبت کوئی جامد شے نہیں ہے۔ یہ لمحہ ہوتی ہے' اس کا استقلال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ابدیت تک جاری رہ سکتی ہے' تاہم بنیادی طور پر محبت ہے لمحاتی مظہر۔ اگر یہ اگلے لمحے رونما ہو تو تم بابرکت ہو۔ اگر یہ رونما نہیں ہوتی تو تمہیں شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ پہلے تو رونما ہو چکی ہے۔

کشادہ رہو: ممکن ہے یہ دوبارہ رونما ہو ـــ اگر اس شخص کے ساتھ نہیں تو پھر کسی دوسرے شخص کے ساتھ۔ سوال شخص کا نہیں ہے' سوال محبت کا ہے۔ محبت کو بہتا ہوا رہنا چاہیے' اسے رکنا نہیں چاہیے۔

لیکن لوگ اپنی حماقت میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں: ''اگر یہ شخص میرے ہاتھ سے نکل گیا تو میں ساری زندگی محبت سے محروم رہوں گا۔'' وہ نہیں جانتا ہے کہ اس شخص کو مستقل طور پر اپنی گرفت میں رکھنے کی کوشش کر کے وہ محبت سے محروم رہے گا۔ وہ محبت حاصل نہیں کرے گا۔ تم کسی غلام سے محبت حاصل نہیں کر سکتے ہو۔ تم اپنی ملکیتی شے سے محبت حاصل نہیں کر سکتے ہو' اپنی کرسی سے' اپنی میز سے' مکان سے' اپنے فرنیچر سے' تم محبت حاصل نہیں کر سکتے۔

تم صرف ایسے آزاد شخص سے محبت حاصل کر سکتے ہو جس کی انفرادیت کا تم احترام کرتے ہو' جس کی آزادی کا تم احترام کرتے ہو۔ ایسا دوسرے کی آزادی سے ہوا ہے

کہ محبت کا لمحہ رونما ہو چکا ہے۔ ملکیت قائم کر کے اسے تباہ کرنے کی کوشش مت کرو' گرفت قائم کر کے' ایک قانونی بندھن قائم کر کے' شادی کر کے۔ دوسرے کو آزاد رہنے دو اور خود بھی آزاد رہو۔ تم کسی بھی شخص کو اپنے اوپر ملکیت قائم مت کرنے دو۔

ملکیت قائم کرنا اور یا کسی کی ملکیت میں ہونا' دونوں گندے ہوتے ہیں۔ اگر تم ملکیت میں ہو تو تم اپنی روح کھو دیتے ہو۔

محبت کرنے والے صرف اس وقت ہی محبت کرتے ہیں جب وہ ایک متعینہ بندھن میں نہیں بندھے ہوتے۔ جونہی تعلق قائم ہوتا ہے' محبت ختم ہو جاتی ہے۔ جونہی تعلق قائم ہوتا ہے محبت کی جگہ کوئی اور شے لے لیتی ہے: ملکیت پسندی۔

وہ اسی کو محبت کہے جا رہے ہیں' تاہم تم ہستی کو دھوکا نہیں دے سکتے ہو۔ صرف اسے محبت پکار کر تم کسی شے کو تبدیل نہیں کر سکتے ہو۔ اب یہ نفرت ہے' محبت نہیں ہے۔ خوف ہے' محبت نہیں ہے۔ یہ بندوبست ہے' محبت نہیں ہے۔ یہ سمجھوتہ ہے' محبت نہیں ہے۔ یہ کچھ بھی ہوسکتی ہے ـــ لیکن محبت نہیں ہوسکتی۔

تم جتنا گہرا سمجھنے کی کوشش کرو گے تم پر واضح ہو جائے گا کہ محبت اور نفرت دو چیزیں نہیں ہیں۔ انہیں محبت اور نفرت کہنا محض ایک لسانیاتی غلطی ہے۔ مستقل میں کم از کم نفسیاتی کتابوں اور دستاویزات میں' وہ ان دو الفاظ کے درمیان ''اور'' استعمال نہیں کریں گے۔ حقیقت میں ایک لفظ ''محبت نفرت'' بنا دینا زیادہ بہتر ہے۔ یہ ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں۔

☆☆☆

میں دو سال سے ایک ایسے مرد کے ساتھ رہ رہی ہوں' جو دوسری عورتوں کے ساتھ رہنے کو بھی پسند کرتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں اپنے حسد پر کیسے قابو پاؤں؟

جب تک کوئی عورت لوگوں سے محبت کرنا شروع نہیں کرتی اس کے لیے ایسا ممکن نہیں ہے۔ اگر وہ محبت نہیں کرے گی تو یہ دشوار ہی رہے گا۔ مرد کو روکا نہیں جا سکتا اور اسے روکنا بھی تو گندا ہے۔ یوں تم اس کی خوشی برباد کر رہی ہو اور اگر اس کی خوشی برباد ہو گی تو وہ تم سے اس کا انتقام لے گا' وہ تم سے اتنی محبت نہیں کرے گا۔ اگر تم اسے اِدھر اُدھر جانے سے

روکنے کے لیے اس پر غلبہ پانے کی کوشش کروگی تو وہ گھٹن محسوس کرے گا۔

مسئلہ صدیوں سے یہی ہے، مرد ہمیشہ اسی انداز سے زندگی گزارتا آیا ہے۔ جبکہ عورت نے بوجوہ اس انداز سے زندگی نہیں گزاری ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ پرانے زمانوں میں بچہ مسئلہ ہوتا تھا — اگر وہ حاملہ ہوگئی تو مشکل پیدا ہوجائے گی — پس یہ تحفظ کا، مالیات کا اور ہر شے کا سوال تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد خود عورت کو پاکیزگی کا درس دیتا رہا ہے، کنوارپن کا، ہمیشہ ایک شخص سے محبت کرنے کا۔ مرد دہرا معیار استعمال کرتا آیا ہے: عورت کے لیے ایک معیار، اپنے لیے دوسرا معیار۔ عورت کو پاکیزہ رہنا ہوگا، وفادار رہنا ہوگا۔ اور مرد؟ وہ کہتے ہیں: ''لڑکے تو لڑکے ہوں گے۔''

مرد نے ساری آزادی خود حاصل کرلی ہے۔ ماضی میں وہ ایسا کرسکتا تھا کیونکہ مالیات اس کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ پس مالیاتی اعتبار سے وہ طاقتور تھا۔ وہ تعلیم یافتہ تھا، وہ برسرروزگار تھا۔ عورت تعلیم یافتہ تھی نہ برسرروزگار۔ اس کی ساری دنیا گھر تک محدود ہوتی تھی۔ گھر کے باہر اس کے کوئی روابط نہیں ہوتے تھے، پس محبت کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ کم از کم تمہیں کچھ روابط کی ضرورت ہوتی ہے — صرف تبھی تم کسی سے محبت کرسکتی ہو۔ مرد نے عورت کے گرد عظیم دیوارِ چین بنا دی تھی ...... بعض مذاہب میں صدیوں سے عورت کو اپنا چہرا دوسروں کو دکھانے سے روکا گیا ہے۔ عورت کو دوسروں سے بات کرنے تک کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ ایک طویل جبر — یہ تو ہڈیوں تک اتر چکا ہے۔

اب معاملات تبدیل ہوچکے ہیں۔ اب عورت تعلیم یافتہ ہے، وہ ملازمت حاصل کرسکتی ہے۔ وہ مرد جتنی ہی آزاد ہے۔ وہ لوگوں سے مل سکتی ہے، وہ محبت کرسکتی ہے، وہ زندگی سے لطف اندوز ہوسکتی ہے۔ اب حمل کا مسئلہ غیر متعلقہ ہوچکا ہے۔ گولی عظیم ترین آزادی ہے۔ تاہم پرانی ذہنیت موجود ہے، اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے — ہزاروں برسوں سے یہ ذہنیت چلی آرہی ہے۔ تمہاری ماں اور تمہاری ماں کی ماں اور تم سے پہلے کی ہر عورت سب کے ذہنوں کو ایک سانچے میں ڈھالا گیا تھا اور وہی چیز تم میں بھی موجود ہے۔

پس مسئلہ یہاں بھی ہوگا، جب تک کہ تم نہایت باشعور نہیں بن جاتیں۔ امکانات صرف دو ہیں: ایک امکان تمہارا اپنے دوست کو دق کیے رکھنا ہے، مستقل لڑائی جھگڑا کرنا ہے، جیسا کہ صدیوں سے عورتیں کرتی آئی ہیں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس سے صرف اتنا ہوتا

ہے کہ مرد عورت سے دور ہوجاتا ہے۔ جتنا زیادہ تم لڑوگی اتنا زیادہ تم اسے کسی دوسری عورت کی آغوش میں دھکیل دوگی، کیونکہ وہ تم سے اکتا جاتا ہے اور کہیں اور جانا اور کسی ایسی عورت سے ملنا پسند کرتا ہے جو لڑتی جھگڑتی نہیں ہو، اور یہ اس کے لیے ایک راحت ہوتی ہے۔ اس سے تمہیں فائدہ نہیں ہوگا اور یہ تباہ کن بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے: جرأت مند بنو، اسے کہو کہ اگر وہ ایسا کرنا پسند کرتا ہے تو تم بھی ایسا ہی کروگی۔ دہرے معیارات نہیں ہونے چاہئیں! اگر وہ دوسری عورتوں کو محبت کرنے سے لطف اندوز ہوتا ہے تو تم بھی دوسرے مردوں سے محبت کرکے لطف اندوز ہوگی۔ تم اس سے محبت کرتی ہو تاہم تم دوسرے لوگوں سے بھی محبت کروگی۔ بس اس پر اتنا واضح کر دو اور فی الفور اگر وہ خوفزدہ ہوتا ہے، اگر وہ حاسد ہوتا ہے تو یا وہ کہے گا: ''میں باز آتا ہوں'' یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم بھی وہی کچھ شروع کردینا۔ اس میں کچھ بھی غلط نہیں ہے!

میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ غلط کام کررہا ہے۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، یہ ہے کہ دہرے معیارات نہیں ہونے چاہئیں، دونوں کے لیے صرف ایک معیار ہونا چاہیے۔ ہر جوڑے کو خود واحد معیار کے تحت فیصلہ کرنا ہوگا، یہ ہوتی ہے وفاداری۔ یا تو تم دونوں فیصلہ کرو گے کہ تم صرف ایک دوسرے کے رہوگے، یک زوجی — بہت خوب، اگر تم دونوں خوشی سے، رضا سے فیصلہ کرتے ہو ...... اگر ایسا ممکن نہیں ہے — ایک کہتا ہے: ''میں اپنی آزادی برقرار رکھوں گا'' — تو تم بھی اپنی آزادی برقرار رکھو! دکھ سہنے کی کیا ضرورت ہے؟ دکھ اس لیے ابھرتا ہے کیونکہ وہ مزے کررہا ہے جبکہ تم بیٹھی محض اس کے بارے میں سوچے جارہی ہو۔ تمہیں بھی مزے کرنے چاہئیں! اور یہ صرف تمہاری ہی ذات کا سوال نہیں ہے۔ مستقبل میں یہ ہر عورت کا سوال ہوگا۔ ہمت کرو اور حرکت میں آنے سے پہلے اُسے بتا دو ''ایسا ہونے جارہا ہے — مجھ سے حسد مت کرنا۔'' چونکہ مرد زیادہ حاسد ہوتے ہیں، ان کی مردانہ شاونیت پسندانہ انا زیادہ بل کھاتی ہے: ''میری عورت اور کسی دوسرے کے ساتھ محبت کرے؟'' اسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے وہ مرد نہیں رہا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے تو اس کا مسئلہ ہے۔ پہلے تو یہ واضح کردو کہ تمہیں ایک خاص معیار پر عمل کرنا ہے۔ جب دو اشخاص ساتھ جینے کا فیصلہ کرتے ہیں تو پھر ایک خاص ضابطۂ عمل کا تعین کرنا ہوتا ہے۔ جب تم تنہا ہوتے ہو تو پھر کسی ضابطۂ عمل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کھیل کے قواعد کا تعین کرو، جو کہ دونوں

فریقوں پر لاگو ہوں گے۔

پس جو فیصلہ صادر ہو ...... یا تو وہ دوسری عورتوں سے نہ ملنے کا فیصلہ کرے گا — بہت خوب — یا پھر وہ آزاد رہنا پسند کرے گا — تب تم بھی آزاد ہو گی۔ تب بزدل مت بننا' حرکت میں آ جانا! دنیا میں بہت خوبصورت لوگ موجود ہیں' پھر ایک تک کیوں محدود رہنا؟ ہر شخص ایسا کچھ دے سکتا ہے' جو دوسرا نہیں دے سکتا۔ ہر شخص ایسی انفرادیت کا حامل ہوتا ہے!

بہت سے لوگوں سے محبت کیوں نہیں کی جائے اور اپنی محبت کو مالا مال کیوں نہیں کیا جائے؟ حقیقت میں یہ اس شخص کے خلاف نہیں ہوتا جس سے تم محبت کرتی ہو۔ میرا مشاہدہ تو یہ ہے کہ اگر تم بہت سے لوگوں سے محبت کرو گی تو تم اپنے محبوب سے اور زیادہ محبت کرو گی — یہ ایک سادہ سا حساب ہے — اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ تم محبت کرنے کے ہنر میں زیادہ طاق (Skillfull) ہو جاؤ گی۔ تم محبت کے بہت سے پہلوؤں سے واقف ہو جاؤ گی۔ تم زیادہ مالا مال اور پختہ ہو جاؤ گی۔

اور ایک ہی شخص سے چمٹے رہنا تو ایک قسم کی ناپختگی ہے۔ محبت خوبصورت ہے اور محبت الوہی ہے' پس ایک شخص کے لیے دیوانہ ہونا کیوں' جبکہ وہ تمہارے لیے دیوانہ نہیں ہے؟ اگر تم دونوں ایک دوسرے کے دیوانے ہو تو ٹھیک ہے۔

سائنسی اعتبار سے یہ پرانا تصور غلط ہے کہ اگر مرد کسی دوسری عورت سے کبھی کبھار مل لیتا ہے تو اس سے اس کی عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ تصور غلط ہے۔ وہ مصیبت نہیں سہتی' وہ تو مزید پائے گی۔ جلد ہی تم دوسری عورت کو دیکھتے ہوئے' دوسری عورت سے ملتے ہوئے اس حقیقت پر غور کرو گے: ''ان سب چیزوں کا کیا فائدہ ہے؟ میری اپنی عورت اس سے زیادہ دے سکتی ہے اور کہیں زیادہ بہتر انداز میں' زیادہ وفاداری کے ساتھ' زیادہ محبت کے ساتھ۔ میں کیوں فقیروں کی طرح خوار ہو رہا ہوں؟'' وہ تمہارے لیے زیادہ چاہت کے ساتھ گھر لوٹے گا۔

درحقیقت جدید نفسیات کہتی ہے کہ اگر شادی کو برقرار رکھنا ہے تو چند معاشقے ہمیشہ اچھے اور فائدہ مند رہتے ہیں۔ اگر کوئی معاشقہ نہیں ہو گا تو شادی اکتا دینے والی شے بن جائے گی۔ یہ بہت گراں ہو جائے گی — وہی مرد' وہی عورت' وہی باتیں' وہی محبت۔ جلد یا بدیر ہر چیز روٹین بن جاتی ہے۔ تب سنسنی ختم ہو جاتی ہے اور سب کچھ ایک سا لگنے لگتا ہے۔

اپنے مرد کے ساتھ خوشگوار لہجے میں گفتگو کرو اور اس پر واضح کر دو کہ اگر وہ مزے اڑا رہا ہے تو تم بھی آزاد ہو — اور آزاد ہو جاؤ!

آزادی کے لیے اِک ذرا جرأت کی ضرورت ہوتی ہے' اس کے لیے حوصلہ چاہیے ہوتا ہے' مگر تم اس سے لطف اندوز ہو گی۔ اس سے تمہارے تعلق میں ذرا سا بھی خلل نہیں پڑے گا' یہ تو اس کو مضبوط کرے گا۔ تم اس سے لڑنا جھگڑنا چھوڑ دو گی۔ جب تم خود لوگوں کے ساتھ کبھی کبھی ملنا شروع کر دو گی تو تم لڑنا جھگڑنا ترک کر دو گی۔ درحقیقت عورتیں اسی وجہ سے حرکت میں نہیں آتیں' یوں لڑنا جھگڑنا بے مقصد جو ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ لڑنے جھگڑنے سے لطف اندوز ہوتی ہیں — اس سے انہیں قوت ملتی ہے۔

اگر عورت بھی حرکت میں آئے تو مرد کو احساس خطا نہیں ہو سکتا۔ احساسِ خطا مرد کو بے پناہ طاقت دیتا ہے۔ تاہم یہ غلط ہے۔ کسی کو احساسِ خطا کبھی مت دو۔ اگر تم اس شخص سے محبت کرتی ہو تو اسے احساسِ خطا دینا کیوں؟ اگر وہ ایسا کرنا پسند کرتا ہے تو اسے ایسا کرنے دو! تم بھی چند چھوٹے موٹے معاشقے کر سکتی ہو۔ ایسا کرنے سے تم دونوں ایک دوسرے سے آزاد ہو جاؤ گے۔ جب محبت آزاد ہوتی ہے اور آزادی کے تحت کی جاتی ہے تو وہ مکمل طور پر مختلف ہو جاتی ہے۔ وہ حقیقتاً خوبصورت بن جاتی ہے۔ تب کوئی تنازعہ نہیں ہو گا' کوئی جھگڑا نہیں ہو گا' حسد نہیں ہو گا' اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہو گی۔ تب سکون ہو گا' چین ہو گا' شانت تعلق ہو گا۔ جب تم بھی نئی محبتیں کر رہی ہو گی اور جب وہ بھی نئی محبتیں کر رہا ہو گا تو دونوں ہمیشہ ایک قسم کے ہنی مون میں ہوں گے' تب ایک دوسرے سے ملنا ہمیشہ خوبصورت ہو گا۔ تب کچھ بھی پرانا اور فرسودہ نہیں ہو گا۔ صرف اِک ذرا جرأت ...... اور ایسا ہو جائے گا!

☆☆☆

کیا آپ بڑھاپے کے حوالے سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟

جلد یا بدیر ہر شخص بوڑھا ہوتا ہے۔ ہمیں بڑھاپے کی خوبصورتی کو سمجھنا ہو گا اور ہمیں بڑھاپے کی آزادی کو سمجھنا ہو گا۔ ہمیں بڑھاپے کی حکمت و دانش کو سمجھنا ہو گا' ہمیں ان تمام احمقانہ معاملات سے' جو کہ ہنوز نوجوان لوگوں کی زندگیوں میں جاری و ساری ہیں' بے مثل انقطاع کو سمجھنا ہو گا۔

بڑھاپا تمہیں بلندی عطا کرتا ہے۔ اگر اس بلندی کو مراقبے سے ملا لیا جائے

......تم حیران ہو کر سوچو گے کہ تم نے اپنی جوانی کو کیوں ضائع کیا؟ تمہارے والدین نے تمہارا بچپن کیوں غارت کیا؟ تمہیں مراقبہ پہلے تحفے کے طور پر کیوں نہیں دیا گیا' جس دن تم پیدا ہوئے اُسی دن۔ تاہم جب کبھی تم اسے حاصل کرلو گے تمہیں دیر نہیں ہوئی ہوگی۔ حتیٰ کہ اپنی موت سے چند لمحے پہلے اگر تم اپنی ہستی کی معنویت جان سکو تو تمہاری زندگی رائیگاں نہیں جائے گی۔

بڑھاپے کا مشرق میں بے پناہ احترام کیا جاتا ہے۔ ماضی میں اسے تقریباً بے حیائی سمجھا جاتا تھا کہ — جب تمہارے بچوں کی شادیاں ہوچکی ہیں' جب تمہارے بچوں کے بچے جنم لے رہے ہیں — اور تم ہنوز تشنہ ہو' تم ہنوز حیاتیات کے شکنجے میں ہو۔ تمہیں بلند ہونا چاہیے' یہی وقت ہے کہ تم دوسرے احمقوں کو فٹ بال کھیلتا چھوڑ کر میدان سے نکل جاؤ۔ زیادہ سے زیادہ تم ریفری بن سکتے ہو' لیکن کھلاڑی نہیں ......

جب تک تم زندگی کو شکر گزاری کے ساتھ قبول نہیں کرتے تم زیاں کا شکار ہوتے ہو۔ بچپن خوبصورت تھا۔ جوانی کے اپنے پھول تھے۔ بڑھاپا شعور کی اپنی ہی رفعتوں کا حامل ہوتا ہے۔ تاہم مشکل یہ ہے کہ بچپن خود آتا ہے' بڑھاپے کے لیے تمہیں تخلیقی بننا پڑتا ہے۔

بڑھاپا تمہاری اپنی تخلیق ہوتا ہے۔ یہ مصیبت بھی ہوسکتا ہے' یہ میلہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ رنج و الم بھی ہوسکتا ہے اور رقص و نغمہ بھی۔ اس کا سارا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ تم ہستی کو کتنی گہرائی سے قبول کرنے پر تیار ہو' خواہ وہ کچھ بھی لائے۔ ایک روز وہ موت کو بھی لائے گی — اسے شکر کے ساتھ قبول کرلو۔

☆☆☆

میں بوڑھی ہونے سے ہمیشہ خوفزدہ کیوں رہتی ہوں؟

اگر زندگی کو درست طور پر جیا جائے تو وہ موت سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوتی۔ اگر تم اپنی زندگی جی چکی ہو تو تم موت کو خوش آمدید کہو گی۔ وہ آرام کے ایک وقفے کی طرح' ایک عظیم نیند کی طرح آئے گی۔ اگر تم اپنی زندگی میں عروج پر' کلائمیکس پر پہنچی ہو تو موت آرام کا ایک خوبصورت وقفہ ہوگی' ایک نعمت ہوگی۔ تاہم اگر تم جی نہیں چکی ہو تو بلاشبہ موت خوف کو جنم دے گی۔ اگر تم جی نہیں چکی ہو تو یقیناً موت تمہارے ہاتھ سے وقت کو لے جا رہی ہے' جینے کے' مستقبل کے سارے مواقع کو۔ تم ماضی میں جی نہیں چکی ہو اور مستقبل کوئی ہے نہیں:

خوف ابھر آتا ہے۔ خوف موت کی وجہ سے نہیں ابھرتا بلکہ نہ جی ہوئی زندگی کی وجہ سے ابھرتا ہے۔ موت کے خوف کی وجہ سے بڑھاپا بھی خوف پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ موت کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہو تو بڑھاپا بھی خوبصورت ہوتا ہے۔ یہ تمہاری ہستی کی پختگی ہوتا ہے۔ اگر تم لمحہ لمحہ جیتی ہو زندگی کے ہر چیلنج کا سامنا کرتی ہو اور تم زندگی کے فراہم کردہ تمام مواقع کو استعمال کرتی ہو اور اگر تم زندگی کے بلاوؤں کے مطابق غیر معلوم میں ایڈونچر کرتی ہو تو بڑھاپا پختگی ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو بڑھاپا ایک مرض ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے بہت سے لوگ صرف عمر کے اعتبار سے بوڑھے ہوتے ہیں' بغیر کسی پختگی کے۔ یوں بڑھاپا ایک بوجھ ہوتا ہے۔ تم جسمانی طور پر تو بوڑھے ہو جاتے ہو لیکن تمہارا شعور جوان ہی رہتا ہے۔ تم جسمانی طور پر تو بوڑھے ہو جاتے ہو لیکن تمہاری اندرونی زندگی پختہ نہیں ہوتی۔ اندرونی روشنی بجھی ہوئی ہے اور موت ہر روز قریب تر آ رہی ہے۔ بلاشبہ تم کانپنے لگتے ہو اور تم خوفزدہ ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر بے پناہ کرب پیدا ہوگا۔

جو لوگ ٹھیک طرح سے جیتے ہیں' وہ بڑھاپے کو خوش آمدید کہتے ہیں' کیونکہ بڑھاپا بس یہی کہتا ہے کہ اب وہ پھول بننے والے ہیں کہ وہ پھل دار ہونے والے ہیں' کہ اب وہ جو کچھ حاصل کر چکے ہیں اسے بانٹنے کے قابل ہوں گے۔

بڑھاپا تو بے حد خوبصورت ہوتا ہے اور اسے خوبصورت ہونا بھی چاہیے کیونکہ ساری زندگی اس کی طرف بڑھتی ہے' اسے عروج ہونا چاہیے۔ عروج شروع میں کیسے آ سکتا ہے؟ وسط میں عروج کیسے آ سکتا ہے؟ تاہم اگر تم سوچتی ہو کہ تمہارا بچپن عروج ہے' جیسا کہ بہت سے لوگ سوچتے ہیں' تو پھر بلاشبہ تمہاری ساری زندگی مصیبت ہو گی کیونکہ تم تو اپنا عروج حاصل کر چکی ہو — اب ہر شے زوال ہوگی۔ اگر تم نوجوانی کو عروج سمجھتی ہو' جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں' تو پھر بلاشبہ 35 سال بعد تم اداس اور مضطرب ہو جاؤ گی کیونکہ ہر روز تم کھو رہی ہوگی — اور پا کچھ نہیں رہی ہوگی۔ توانائی کھو جائے گی' تم کمزور ہو جاؤ گی' بیماریاں تمہاری ہستی میں داخل ہو جائیں اور موت تمہارے دروازے پر دستک دینے لگے گی۔ مکان غائب ہو جائے گا اور ہسپتال نمودار ہو جائے گا۔ تم خوش کیسے ہو سکتی ہو؟ نہیں' لیکن مشرق میں ہم بچپن یا جوانی کو عروج نہیں سمجھتے۔ عروج اختتام کا انتظار کرتا ہے۔

اور اگر زندگی درست طور پر رواں رہتی ہے تو دھیرے دھیرے تم بلند سے بلند تر

مقام پر پہنچتے جاتے ہو۔ موت وہ حتمی بلندی ہے جو زندگی حاصل کرسکتی ہے۔ لیکن ہم زندگی کو ضائع کیوں کرر ہے ہیں؟ ہم کیوں بوڑھے ہور ہے ہیں اور پختہ نہیں ہور ہے؟ کہیں کوئی غلطی ہوچکی ہے' کہیں تم غلط راستے پر نکل چکے ہو۔ اس معاہدے کو توڑنا ہوگا' اس معاہدے کو جلانا ہوگا۔ اسی کو میں سنیاس کہتا ہوں: یہ آگہی کہ ''اب تک میں غلط انداز سے جیا ہوں— میں سمجھوتہ کر چکا ہوں' حقیقتاً جیا نہیں ہوں۔''

جب تم بچے تھے' تب تم نے سمجھوتہ کرلیا تھا۔ تم نے اپنی ہستی کو فروخت کر دیا تھا۔ بے مول۔ تم نے جو کچھ حاصل کیا وہ کچرا ہے۔ حقیر اشیاء کے لیے تم نے اپنی روح بیچ دی ہے۔ تم نے جو تم ہو اس کی بجائے کوئی اور ہونے سے اتفاق کیا ہے' یہیں تم نے اپنا راستہ کھو دیا ہے۔ ماں چاہتی تھی تم کچھ بنو' معاشرہ چاہتا تھا تم کچھ بنو' اور تم متفق ہو گئے۔ رفتہ رفتہ تم نے فیصلہ کیا کہ جو تم ہو وہ نہیں ہونا۔ اور اس وقت سے تم کوئی اور ہونے کا دکھاوا کرر ہے ہو۔

تم پختہ نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ ''کوئی اور شخص'' پختہ نہیں ہے۔ یہ شخص جعلی ہے۔ اگر میں نقاب پہنوں تو وہ نقاب پختہ نہیں ہوسکتا— وہ تو بے جان ہے۔ میرا چہرہ پختہ ہوسکتا ہے' میرا نقاب نہیں۔ تمہارا صرف نقاب بوڑھا ہوتا ہے' نقاب کے پیچھے چھپے ہوئے تم بڑھ نہیں رہے ہو۔ تم صرف اپنے آپ کو قبول کر کے بڑھ سکتے ہو— کہ تم کوئی اور نہیں جو ہو وہی ہو گے۔

گلاب کا پودا ہاتھی بننے پر راضی ہو چکا ہے' ہاتھی گلاب کا پودا بننے پر متفق ہو چکا ہے۔ شاہین فکرمند ہے' تقریباً نفسیات کے ماہر سے مشورہ کرر ہا ہے کہ وہ کتا بننا چاہتا ہے اور کتا ہسپتال داخل ہے کیونکہ وہ شاہین کی طرح اڑنا چاہتا ہے۔ نوعِ انسان کے ساتھ ایسا ہی ہو چکا ہے۔ سب سے بڑا المیہ کوئی اور ہونے سے متفق ہونا ہے: تم کبھی پختہ نہیں ہوسکتے۔

تم کسی بھی دوسرے شخص کی طرح پختہ نہیں ہوسکتے۔ تم صرف اپنی طرح پختہ ہوسکتے ہو۔ ''چاہیے'' کو ترک کرنا ہوگا' اور لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس سے بہت زیادہ پریشان ہونے کو ترک کرنا ہوگا۔ ان کی رائے کیا ہے؟ کون ہیں وہ؟ تم یہاں صرف اپنے ہونے کے لیے ہو' تم یہاں کسی اور کی توقعات پوری کرنے کے لیے نہیں ہو— اور ہر شخص ایسا کرنے کی کوشش کرر ہا ہے۔ باپ ہوسکتا ہے مر چکا ہو' اور تم اس سے کیا گیا وعدہ پورا کرنے کی کوشش کرر ہے ہو۔ جبکہ وہ اپنے باپ سے کیا گیا وعدہ پورا کرنے کی کوشش کرر ہا تھا اور یہ سلسلہ

جاری ہے۔ حماقت کا سرا شروعات تک پہنچتا ہے۔

سمجھنے کی کوشش کرو اور جرأت کرو' اور زندگی کو اپنے ہاتھ میں لو۔ دفعتاً تم توانائی کا فوارہ دیکھو گے۔ جس لمحے تم فیصلہ کرو گے ''میں اپنا ہوؤں گا کسی اور کا نہیں۔ جو قیمت ادا کرنی پڑے میں اپنا ہوؤں گا''— اسی لمحے تم ایک عظیم تبدیلی کا مشاہدہ کرو گے۔ تم خود کو جاندار محسوس کرو گے۔ تم توانائی کو اپنے اندر بہتا ہوا' دھڑکتا ہوا محسوس کرو گے۔

جب تک ایسا نہیں ہوگا تم بڑھاپے سے خوفزدہ رہو گی کیونکہ تم کس طرح اس حقیقت سے نظریں چرا سکتی ہو کہ تم وقت ضائع کرر ہی ہو اور جی نہیں رہی ہو اور بڑھاپا آ رہا ہے اور پھر تم جینے کے قابل نہیں ہو گی؟ تم اس حقیقت سے کیسے نظریں چرا سکتی ہو کہ موت وہاں انتظار کرر ہی ہے اور وہ ہر روز قریب سے قریب تر آتی جا رہی ہے اور تم نے ابھی تک زندگی ہی نہیں گزاری؟ تم بے پناہ اذیت سہنے پر مجبور ہو۔ پس اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیا کیا جائے تو میں بنیادی بات ہی بتاؤں گا۔

بارھواں باب

مراقبہ اور کلیت

کیا عورتوں کو خصوصی مراقبہ کرنا چاہیے؟

نہیں۔ مراقبے کا تعلق شعور سے ہے ـــــ اور شعور عورت ہے نہ مرد۔ یہ ایک بنیادی حقیقت ہے جس سے میں چاہتا ہوں کہ دنیا آگاہ ہو جائے۔

ہر دھرم نے عورت کے روحانی ارتقا کے امکان کو رد کیا ہے' یہ سوچتے ہوئے کہ اس کا جسم مختلف ہے' اس کی حیاتیات مختلف ہے: وہ شعور کی بہار تک رسائی پانے کی اہل نہیں ہوگی۔ تاہم یہ ایک عجیب بات ہے کہ کسی شخص نے صدیوں کے عرصے میں یہ کھوجنے کی کوشش نہیں کی کہ بہار تک رسائی کون پاتا ہے ـــــ جسم' ذہن یا شعور؟

جسم مختلف ہوتا ہے۔ اگر جسم مراقبہ کرے گا تو یقیناً عورتوں کے لیے مردوں سے مختلف مراقبے کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ جسم مراقبے میں شامل نہیں ہوتا ہے لہٰذا کسی فرق کا کوئی سوال نہیں ہے۔ مثال کے طور پر یوگا میں' کہ جس میں جسم نہایت اہم ہوتا ہے ـــــ یوگا کے تمام آسن بنیادی طور پر جسمانی ہوتے ہیں ـــــ ایسے بہت سے آسن ہیں جو عورت کے جسم کے لیے موزوں نہیں ہیں' اور بہت سے ایسے آسن ہیں جو مرد کے جسم کی نسبت عورت کے جسم کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ پس یوگا میں فرق ہوسکتا ہے: مردوں کے لیے یوگا' عورتوں کے لیے یوگا۔

ذہن بھی مختلف ہوتا ہے۔ مرد منطقی انداز میں سوچتا ہے' لسانیاتی اعتبار سے۔ عورت جذبات سے زیادہ اثر پذیر ہوتی ہے' جو کہ لفظی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بحث مباحثے کا رجحان نہیں رکھتی۔ اس کی بجائے وہ چیخنے اور لڑنے جھگڑنے اور رونے کو پسند کرتی ہے۔

صدیوں سے اس کا یہی انداز ہے اور وہ اس میں جیت جاتی ہے ـــــ کیونکہ مرد شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے منطقی اعتبار سے وہ حق پر ہو۔ تاہم عورت منطقی اعتبار سے عمل نہیں کرتی۔

پس اگر مراقبے کا ذہن سے تعلق ہوتا ہے تو پھر مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے لیے ایک مختلف قسم کا مراقبہ ہوتا۔ تاہم مراقبے کا تعلق تمہاری ہستی کے جوہری مرکز سے ہے' جس کو مرد اور عورت میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

شعور تو بس شعور ہوتا ہے۔ آئینہ تو بس آئینہ ہوتا ہے۔ یہ مرد نہیں ہوتا ہے' یہ عورت نہیں ہوتا ہے۔ یہ تو صرف عکس دکھاتا ہے۔

شعور بالکل عکس دکھانے والا آئینہ ہوتا ہے۔ جبکہ مراقبہ تمہارے آئینے کو عکس دکھانے کے قابل بناتا ہے' ذہن کو عمل میں' جسم کو عمل میں منعکس کرنے کے۔ اس کا تعلق اس سے نہیں ہوتا کہ جسم مرد کا ہے یا عورت کا۔ اس کا تعلق ذہن کے عمل کرنے سے نہیں ہے ـــــ وہ منطقی طور پر کام کرتا ہے یا جذباتی طور پر۔ صورتحال کوئی بھی ہو شعور کو اس کے حوالے سے چوکس رہنا پڑتا ہے۔ یہی چوکسی' یہی آگہی مراقبہ ہے۔

پس مرد اور عورت کے حوالے سے مراقبے میں فرق کا کوئی امکان نہیں ہے۔

☆☆☆

مراقبہ کرنے کا درست طریقہ کون سا ہے؟

تم درست مراقبے کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ پہلا اور بنیادی کام یہ ہے کہ تم اپنی اندرونی ہستی کو تمام خیالات سے پاک کرو۔ یہ سوال نہیں ہے کہ اچھے خیالات کو رکھنا ہے اور برے خیالات کو نکال پھینکنا ہے۔ مراقبہ کرنے والے کے لیے سارے خیالات کچرا ہوتے ہیں' اچھے یا برے کا کوئی سوال نہیں۔ وہ سب تمہارے اندر جگہ گھیرتے ہیں' اور ان کے قبضے کی وجہ سے تمہاری اندرونی ہستی شانت نہیں ہوسکتی۔ پس اچھے خیالات بھی اتنے ہی برے ہیں جتنے کہ برے خیالات' ان کے درمیان کوئی فرق مت کرو۔

مراقبے کو مطلق سکوت کی ضرورت ہوتی ہے' ایک اتنی گہری خاموشی کہ تمہارے اندر کوئی شے نہیں سرسرائے۔ جونہی تم مراقبے کے درست مطلب کو جان لو گے تو مراقبہ کرنا دشوار نہیں ہوگا۔ یہ تو ہمارا پیدائشی حق ہے۔ ہم اس کے لیے مطلق طور پر اہل ہیں۔ تاہم تم دونوں کے حامل نہیں ہوسکتے: ذہن اور مراقبہ۔

ذہن ایک افراتفری ہے۔ ذہن کچھ نہیں سوائے نارمل پاگل پن کے۔

تمہیں ذہن سے بالاتر ہو کر اس علاقے میں جانا ہوگا جہاں کبھی کوئی خیال داخل نہیں ہوا ہو، جہاں تخیل کام نہیں کرتا ہو، جہاں خواب نہیں ابھرتے ہو، جہاں بس تم ہو ــــ محض ایک لاشخص۔

یہ علم سے زیادہ آگہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ تمہیں بہت کچھ کرنا ہوگا، اس کے برعکس تمہیں اس کے سوا کچھ نہیں کرنا ہوگا کہ واضح طور پر سمجھو مراقبہ کیا ہے۔ یہ آگہی ذہن کے عمل کو روک دے گی۔ یہ آگہی تقریباً اس آقا کے مانند ہوتی ہے جس کے سامنے سارے ملازم آپس میں جھگڑنا چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ آپس میں بات تک نہیں کرتے۔ آقا گھر میں داخل ہوتا ہے اور یکدم خاموشی چھا جاتی ہے۔ سب ملازم مصروف ہونے لگتے ہیں ــــ کم از کم خود کو مصروف ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ صرف لمحہ بھر پہلے، وہ لڑجھگڑ رہے تھے اور تو تکار کر رہے تھے اور اب کوئی کچھ نہیں کر رہا۔

مراقبے کی آگہی آقا کو اندر بلانا ہے۔ ذہن ایک ملازم ہے۔ جس لمحے آقا اپنی تمام تر خاموشی کے ساتھ، اپنی تمام تر مسرت کے ساتھ، اندر آتا ہے تو ذہن مطلق خاموشی میں چلا جاتا ہے۔

جونہی تم مراقباتی حالت میں پہنچتے ہو، گیان صرف لمحوں کا سوال رہ جاتا ہے۔ تم اسے مجبور نہیں کر سکتے۔ تمہیں صرف انتظار کرنا پڑے گا، ایک شدید انتظار، بے مثل آرزو کے ساتھ ــــ تقریباً پیاس، بھوک کی طرح، ایک لفظ کے بغیر......

مراقبے میں آرزو گیان کی تشنگی بن جاتی ہے اور ایک انتظار کرتا ہوا پیار، کیونکہ وہ ایک ایسا عظیم مظہر ہے اور تم انتہائی حقیر ہو۔ وہ آئے گا اور تم پر حاوی ہو جائے گا، لیکن تم اسے خود پر وارد کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے ہو۔ تم بہت معمولی ہو، تمہاری توانائیاں بہت معمولی ہیں۔ تاہم جب تم صبر اور آرزو اور جذبے کے ساتھ حقیقتاً انتظار کر رہے ہوتے ہو تو وہ آ جاتا ہے۔ ٹھیک وقت پر، وہ آ جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ آیا ہے۔

☆☆☆

آپ کا راستہ دل کا راستہ ہے جبکہ باہر موجود دنیا کا راستہ سر کا راستہ ہے۔ کیا ایسا کبھی ممکن ہوگا کہ انسان دل اور سر کے امتزاج کے ساتھ عمل کرے، یا دونوں ہمیشہ مکمل طور پر الگ الگ ہی رہیں گے؟

سمجھنے کی پہلی بات تو یہ ہے کہ راستہ کوئی نہیں ہے، دل کا نہ سر کا۔ ہر راستہ دور لے جاتا ہے ــــ اس صداقت سے دور جو تم ہو۔

اگر صداقت کہیں اور ہوتی تو پھر مشکل کوئی نہیں تھی۔ راستہ جتنا بھی دشوار ہوتا لوگ پہنچ ہی جاتے۔ صداقت جتنی دور ہوتی، راستہ جتنا پیچیدہ ہوتا، انا کے لیے زیادہ چیلنج دینے والا ہوتا۔ انسان کی انا ہی اسے ایورسٹ کی بلندیوں پر، جہاں کچھ بھی تو نہیں پایا جاتا، لے جاتی ہے، انسان کی انا چاند پر پہنچنے کے لیے اربوں ڈالر ضائع کروا دیتی ہے، زندگیاں خطرے میں ڈلوا دیتی ہے...... تاہم انسان چاند پر پہنچ چکا ہے اور چاند پر چلنے والے پہلے انسان نے خود کو ضرور احمق سا محسوس کیا ہوگا ــــ وہاں کیا تھا جس کے لیے اتنی زیادہ جدوجہد کی گئی، ٹیکنالوجی تیار کی گئی، تیاریاں ضروری سمجھی گئیں۔

یاد رکھو انا چیلنج چاہتی ہے۔ یہ چیلنج کے وسیلے سے جیتی ہے۔

صداقت کا جلوہ اتنے کم لوگوں نے کیوں دیکھا ہے؟ ــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک چیلنج نہیں ہے۔ یہ وہاں نہیں ہے، یہ تمہارے اندر ہے۔ اسے کسی راستے کی ضرورت نہیں ہے، تم ہی صداقت ہو۔ لیکن سوال ایک اور بھی ہے: کیا کبھی سر اور دل کا امتزاج ممکن ہوگا، یا یہ اسی طرح الگ الگ رہیں گے؟

اس سب کا انحصار تم پر ہے، کیونکہ دونوں ہی میکنزم ہیں۔ تم نہ تو سر ہو نہ ہی دل۔ تم سر کے وسیلے سے بھی عمل کر سکتے ہو، تم دل کے وسیلے سے بھی کارفرما ہو سکتے ہو۔ بلاشبہ تم مختلف مقامات پر پہنچو گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سر اور دل کی سمتیں بالکل اُلٹ ہوتی ہیں۔

سر سوچتا رہتا ہے، فلسفہ طرازی کرتا رہتا ہے، وہ صرف لفظوں کو، منطق کو، دلیلوں کو جانتا ہے۔ تاہم وہ بنجر ہے۔ جہاں تک صداقت کا تعلق ہے تو تم سر سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے، کیونکہ صداقت کو کسی منطق، کسی دلیل، کسی فلسفیانہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ صداقت بہت سادہ ہے، سر اسے بہت پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ صدیوں سے فلسفی صداقت کو سر کے

توسط سے تلاش کررہے ہیں۔ ان میں سے کسی نے کچھ نہیں پایا' تاہم انہوں نے عظیم نظام ہائے فکر تخلیق کردیئے ہیں۔ میں نے ان سارے نظاموں پر غور وفکر کیا ہے: نتیجہ کوئی نہیں ہے۔

دل بھی ایک میکنزم ہے — سر سے مختلف۔ سر کو تم منطقی آلہ کہہ سکتے ہو۔ دل کو تم جذباتی آلہ کہہ سکتے ہو۔ سر سے تمام فلسفے' تمام الٰہیات پیدا ہوئی ہیں۔ دل سے ہر طرح کی وفا' عبادت' جذباتیت آتی ہے۔ تاہم دل بھی جذبات کے گرد گھومتا رہتا ہے۔

لفظ Emotion خوبصورت ہے۔ اس میں Motion (حرکت) شامل ہے۔ پس دل حرکت کرتا ہے' تاہم دل اندھا ہوتا ہے۔ یہ تیزی سے حرکت کرتا ہے کیونکہ انتظار کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اسے سوچنا نہیں پڑتا' پس یہ ہر معاملے میں کود پڑتا ہے۔ جبکہ صداقت کو کسی جذباتیت کے ذریعے نہیں پایا جا سکتا۔ جذبہ بھی منطق جتنی ہی رکاوٹ ہے۔

منطق تمہارے اندر کا مرد ہے جبکہ دل تمہارے اندر کی عورت ہے۔ تاہم صداقت کا مرد اور عورت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ صداقت تمہارا شعور ہے۔ تم سر کو سوچتے ہوئے دیکھ سکتے ہو' تم دل کو جذبات کے ساتھ دھڑکتے ہوئے دیکھ سکتے ہو۔ ان میں ایک خاص تعلق ہوسکتا ہے ......

عموماً معاشرے نے یہ بندوبست کیا ہوا ہے کہ سر کو آقا ہونا چاہیے جبکہ دل کو خادم ہونا چاہیے' کیونکہ معاشرہ مرد کے ذہن کی' نفسیات کی تخلیق ہے جبکہ دل عورت ہے۔ جس طرح مرد نے عورت کو غلام بنا رکھا ہے' بالکل اسی طرح سر نے دل کو غلام بنایا ہوا ہے۔

ہم صورتحال کو اُلٹ سکتے ہیں: دل آقا بن سکتا ہے' سر خادم بن سکتا ہے۔ اگر ہمیں دونوں میں انتخاب کرنا ہو' اگر ہم دونوں میں انتخاب کرنے پر مجبور ہوں تو یہ بہتر ہے کہ دل آقا بن جائے اور سر خادم بن جائے۔

ایسے معاملات ہیں کہ دل جن کا اہل نہیں ہے۔ بالکل ایسا ہی سر پر صادق آتا ہے۔ سر محبت نہیں کرسکتا' یہ محسوس نہیں کرسکتا' یہ بے حس ہے۔ دل منطقی، عقلی نہیں ہوسکتا۔ پورے ماضی میں ان کے مابین تنازعہ رہا ہے۔ یہ تنازعہ فقط عورت اور مرد کے مابین تنازعے اور کشمکش کی عکاسی کرتا ہے۔

اگر تم اپنی بیوی سے بات کررہے ہو تو تمہیں یہ ضرور علم ہونا چاہیے کہ بات کرنا ناممکن ہے' بحث کرنا ناممکن ہے' ایک منصفانہ فیصلے پر پہنچنا ناممکن ہے' کیونکہ عورت دل کے

وسیلے سے کام کرتی ہے۔ وہ ایک بات سے دوسری بات کی طرف جست لگا دیتی ہے' یہ سوچے سمجھے بغیر کہ دونوں میں کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں۔ وہ بحث نہیں کرتی' تاہم وہ رو سکتی ہے۔ وہ عقلی نہیں بن سکتی' تاہم وہ چیخ سکتی ہے۔ وہ نتائج تک پہنچنے میں معاون نہیں ہوسکتی۔ دل سر کی زبان نہیں سمجھ سکتا۔

جہاں تک جسم کا تعلق ہے تو فرق اتنا زیادہ نہیں ہے' سر اور دل ایک دوسرے سے محض چند انچ کے فاصلے پر ہیں۔ تاہم جہاں تک وجودی صفات کا تعلق ہے تو وہ دو الگ الگ قطب ہیں۔

میرے راستے کو دل کا راستہ کہا گیا ہے' یہ سچ نہیں ہے۔ دل تمہیں ہر طرح کے تخیلات' توہمات' اچھے خواب دے گا — لیکن وہ تمہیں صداقت نہیں دے سکتا۔ صداقت دونوں کے پرے ہے۔ یہ تمہارے شعور میں ہے' جو کہ دل ہے نہ سر۔ چونکہ شعور دونوں سے جدا ہے اس لیے وہ دونوں کو ہم آہنگی کے ساتھ استعمال کرسکتا ہے۔ سر کچھ خاص میدانوں میں خطرناک ہوتا ہے' کیونکہ وہ آنکھیں تو رکھتا ہے لیکن ٹانگوں سے محروم ہے — یہ اپاہج ہے۔

دل کچھ خاص میدانوں میں کام کرسکتا ہے۔ اس کی ٹانگیں تو ہیں لیکن یہ آنکھوں سے محروم ہے۔ یہ اندھا ہے' تاہم یہ حیران کن انداز میں' زبردست رفتار کے ساتھ حرکت کرسکتا ہے — بلاشبہ یہ جانے بغیر کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ یہ محض ایک اتفاق نہیں ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں محبت کو اندھی کہا جاتا ہے۔ یہ محبت نہیں ہے جو اندھی ہوتی ہے' یہ تو دل ہے جو آنکھوں سے محروم ہے۔

تمہارا مراقبہ جب زیادہ گہرا ہو جاتا ہے' جب سر اور ذہن سے تمہارا رابطہ کمزور ہوجاتا ہے' تب تم اپنے آپ کو ایک مثلث میں ڈھلتا ہوا پاتے ہو۔ تمہاری حقیقت تمہارے اندر کی تیسری قوت میں ہے: شعور میں۔ شعور بآسانی بندوبست کرسکتا ہے کیونکہ سر اور دل دونوں اس سے تعلق رکھتے ہیں۔

تم نے ایک اندھے اور ایک اپاہج فقیر کی کہانی سنی ہوگی۔

وہ دونوں بستی سے باہر جنگل میں رہتے تھے۔ بلاشبہ ان دونوں میں مسابقت تھی' وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے — فقیری ایک کاروبار ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ جنگل میں آگ لگ گئی۔ اپاہج کے پاس

بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا کیونکہ وہ خود تو حرکت کرنے سے قاصر تھا۔
اس کے پاس آنکھیں تھیں جن سے وہ اس راستے کو دیکھ سکتا تھا جس سے وہ بچ کر نکل سکتے تھے تاہم اس کا کیا فائدہ کہ جب تمہاری ٹانگیں ہی نہیں ہوں؟ اندھے فقیر کی ٹانگیں تھیں۔ وہ تیزی سے حرکت کرسکتا تھا اور آگ سے نکل سکتا تھا' لیکن وہ کیسے اس جگہ کو پاسکتا تھا جہاں آگ ابھی نہیں پہنچی ہو؟

دونوں زندہ جل کر مرنے والے تھے۔ یہ ایک ایسی ہنگامی صورتحال تھی کہ وہ اپنی مسابقت بھول گئے انہوں نے فوراً غصہ تھوک دیا۔۔۔ بقا کا واحد راستہ یہی تھا۔ اندھے فقیر نے اپاہج فقیر کو اپنے کاندھوں پر بٹھایا۔ یوں دونوں آگ سے بچ گئے۔ ایک دیکھتا رہا اور دوسرا اس کی ہدایات کے مطابق چلتا رہا۔

تمہارے اندر ایسی ہی کوئی بات رونما ہوچکی ہے۔۔۔ بلاشبہ الٹ ترتیب سے۔ سر کے پاس آنکھیں ہیں' دل حرکت کرنے کا اہل ہے۔ تمہیں ان دونوں کا امتزاج کرنا ہوگا اور میں تاکید کرتا ہوں کہ اس امتزاج میں دل کو آقا اور سر کو خادم ہونا چاہیے۔

تمہارے پاس خادم کے طور پر ایک عظیم اثاثہ موجود ہے۔۔۔ تمہاری منطق۔ تمہیں بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا' تمہیں دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ دل تمام نسائی صفات کا حامل ہے: محبت' حسن' دلکشی۔ سر وحشی ہے۔ دل کہیں زیادہ شائستہ ہے' کہیں زیادہ معصوم ہے۔

ایک باشعور انسان اپنے سر کو خادم کے طور پر استعمال کرتا ہے اور دل کو اس کے آقا کی حیثیت سے۔۔۔ بالکل اس کہانی کے الٹ' جو میں نے تمہیں سنائی ہے۔

اور شعور کے حامل انسان کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔ جونہی تم سر یا دل سے رابطہ توڑتے ہو' تم دونوں کا مشاہدہ کرنے لگتے ہو' تم دیکھ سکتے ہو کہ کونسی خصوصیات کو اعلیٰ ہونا چاہیے' کونسی خصوصیات کو منزل ہونا چاہیے۔ سر خادم کے طور پر ایسی خصوصیات مہیا کرسکتا ہے' تاہم اسے حکم دیئے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فی الوقت' اور صدیوں سے' اس کے بالکل الٹ ہورہا ہے: خادم آقا بن چکا ہے۔ آقا اتنا نرم ہے' اتنا شریف ہے کہ وہ لڑا ہی نہیں' اس نے غلامی کو رضاکارانہ طور پر قبول کرلیا ہے۔ کرۂ ارض پر پاگل پن اسی کا نتیجہ ہے۔

ہمیں انسان کی کیمیا ہی کو تبدیل کرنا ہوگا۔ ہمیں انسان کے سارے داخل کو دوبارہ ترتیب دینا ہوگا۔

اور انسان کے اندر انتہائی بنیادی انقلاب تب آئے گا جب دل اقدار کا تعین کرے گا۔ وہ جنگ کا فیصلہ نہیں کرسکتا' وہ نیوکلیائی ہتھیار بنانے اور چلانے کا فیصلہ نہیں کرسکتا' وہ موت اساس نہیں ہوسکتا۔ دل زندگی کا جوہر ہے۔ جب سر دل کا خادم بن جائے گا تو وہ دل کے فیصلوں پر عمل کرے گا۔ سر کام کرنے کی بے پناہ اہلیت رکھتا ہے۔ صرف درست رہنمائی کی ضرورت ہے' بصورتِ دیگر وہ پاگل ہوجائے گا۔ سر کے نزدیک کوئی اقدار نہیں ہیں۔ سر کے لیے کسی شے میں کوئی معنویت نہیں ہے۔ سر کے نزدیک کوئی محبت نہیں ہے' خوبصورتی نہیں ہے' دلکشی نہیں ہے۔۔۔ صرف منطق ہے۔

تاہم معجزہ تمہارے ان دونوں سے الگ ہوجانے ہی سے رونما ہوگا۔ اپنے خیالات کو دیکھو' کیونکہ تمہارے دیکھنے ہی سے وہ غائب ہوجاتے ہیں۔ تب اپنے جذبات کو دیکھو' تمہارے دیکھنے سے وہ بھی غائب ہوجاتے ہیں۔ تب تمہارا دل کسی بچے کے دل کی طرح معصوم ہوگا' اور تمہارا سر البرٹ آئن سٹائن' برٹرنیڈ رسل' ارسطو جیسے نابغوں کی طرح عظیم جینیئس ہوگا۔

تاہم مشکل تمہارے تصور سے بھی زیادہ بڑی ہے۔ یہ ایک مرد غلبے والا معاشرہ ہے۔ مرد نے کھیل کے سارے ضوابط بنائے ہیں۔ عورت صرف ان کی پابندی کرتی رہی ہے۔ اثر بہت گہرا ہے کیونکہ یہ صورتحال لاکھوں برس سے موجود ہے۔ اگر انقلاب فرد میں رونما ہوگا' اور دل کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا جائے گا' اسے آقا کی حیثیت سے اس کا درست مقام دے دیا جائے گا' اور سر کو خادم کی حیثیت سے اس کا درست مقام دے دیا جائے گا تو یہ پورے معاشرتی ڈھانچے پر اثر ڈالے گا۔ تم اسے میرے کمیون میں رونما ہوتا دیکھ سکتے ہو۔

عورت آقا ہے۔ وہ غلام نہیں رہی اور مرد آقا نہیں رہا۔ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں نے تمام اہم عہدوں پر عورتوں کو کیوں متعین کیا ہے؟ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ عورت تیسری جنگ نہیں چھیڑے گی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر جنگ مردوں نے چھیڑی تھی' جبکہ عورت نے بے پناہ مصیبتیں برداشت کیں۔ حیرت کی بات ہے۔۔۔ مجرم مرد ہے اور سزا عورت بھگتتی ہے!

عورت اپنا شوہر گنواتی ہے' عورت اپنے بچے گنواتی ہے۔ عورت اپنی عصمت گنواتی ہے' کیونکہ جب کسی ملک پر حملہ ہوتا ہے' تو سپاہی جنسی اعتبار سے بہت گھٹے ہوئے ہوتے ہیں' مذہبی پیشواؤں کی طرح۔ انہیں جنگ کے دوران کوئی موقع نہیں ملتا۔ جب موقع ملتا ہے — جب وہ کسی شہر کو فتح کرتے ہیں — تو وہ سب سے پہلے عورتوں کو نشانہ بناتے ہیں۔

جنگ کا عورت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا' وہ تو کھیل سے باہر ہوتی ہے — یہ ایک مردانہ کھیل ہے' باکسنگ کی طرح — تاہم اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔

میں تمام اہم عہدوں پر عورتوں کو متعین کر رہا ہوں۔ یہ عمل علامتی ہے۔ مرد کام کرنے کی حیرت ناک اہلیت رکھتا ہے' تاہم اب اسے گائیڈ نہیں ہونا چاہیے۔

مرد سر میں پھنس چکا ہے۔ وہ بھی آقا بن سکتا ہے' بشرطیکہ وہ دل کو سر پر فوقیت دے۔ میں اسی لیے کہتا ہوں کہ میرے سب سنیاسی عورتیں ہیں — وہ بھی جو کہ حیاتیاتی طور پر' جسمانی اعتبار سے مرد ہیں۔ جس لمحے وہ سنیاسی بنتے ہیں' وہ ایک نئے نظام کو قبول کر لیتے ہیں' وہ اپنے دل کو سر پر فوقیت دیتے ہیں۔

میں اپنے گرد موجود مردوں کو نسائی صفات اختیار کرنے کا کہتا ہوں۔ نسائی صفات ہی قابلِ قدر ہیں۔

☆☆☆

محبت' بھروسہ' خوبصورتی' متانت' سچائی' مصدقہ پن کیا ہے؟

محبت' بھروسہ' خوبصورتی' متانت' سچائی' مصدقہ پن — یہ سب نسائی خصوصیات ہیں' اور یہ ان خصوصیات سے بہت برتر ہیں جن کا مرد حامل ہے۔ تاہم سارے ماضی کے دوران مرد اور اس کی خصوصیات کا غلبہ رہا ہے۔

فطری طور پر جنگ میں محبت بے کار ہوتی ہے' سچ بے کار ہوتا ہے' خوبصورتی بے کار ہوتی ہے' مصدقہ حساسیت بے کار ہوتی ہے۔ جنگ میں تمہیں ایسے دل کی ضرورت ہوتی ہے' جو پتھروں سے زیادہ پتھر ہو۔ جنگ میں تمہیں صرف نفرت' غصے اور تباہ کن پاگل پن کی ضرورت ہوتی ہے۔

تین ہزار سال میں انسان نے 5000 ہزار جنگیں لڑی ہیں۔ یہ قوت ہے مگر انسانوں کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہ قوت ہماری حیوانی جبلتوں سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کا

تعلق ماضی سے ہے' جو گزر پا چکا ہے' جبکہ نسائی خصوصیات کا تعلق مستقبل سے ہے' جو کہ آرہا ہے۔ تمہیں اپنی نسائی خصوصیات کی وجہ سے اپنے آپ کو کمزور محسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں فطرت کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ جو کچھ مرد کو محنت سے حاصل کرنا پڑتا ہے' وہ تمہیں تحفتاً عطا کر دیا گیا ہے۔

مرد کو محبت کرنا سیکھنا پڑتا ہے۔ مرد کو سیکھنا پڑتا ہے کہ دل کیسے آقا بنے اور ذہن محض فرمانبردار خادم۔ مرد کو یہ چیزیں سیکھنا پڑتی ہیں۔

عورت ان چیزوں کو اپنے اندر لیے ہوئے آتی ہے' لیکن ہم ان سب خصوصیات کو کمزوریاں کہہ کر ان کی تذلیل کرتے ہیں۔

آزادیٔ نسواں کی تحریک کو ایک بنیادی بات جاننا ہوگی کہ مرد کی نقل نہیں کرنی اور نسائی خصوصیات اور نسائی شخصیت کے حوالے سے اس کی باتوں پر توجہ نہیں دینی۔

مرد کے اپنے سر میں ٹھونسے ہوئے تصورات سے نجات پاؤ۔ نیز آزادیٔ نسواں کی تحریک کے تصورات کو بھی ترک کر دو کیونکہ وہ بھی بکواس تمہارے ذہن میں ٹھونستی رہتی ہیں۔ ان کی بکواسیات یہ ہے کہ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ مرد اور عورت برابر ہیں۔ وہ برابر نہیں ہیں — اور جب میں کہتا ہوں وہ برابر نہیں ہیں تو میرا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی برتر ہے اور کوئی کمتر۔ میرا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ منفرد ہیں۔

عورت عورت ہے اور مرد مرد' موازنے یا تقابل کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ برابری مسئلہ نہیں ہے۔ وہ غیر مساوی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ وہ منفرد ہیں۔

اپنی نسائی خصوصیات پر خوشی مناؤ' اپنی نسائی خصوصیات کو شاعری بنا لو۔ یہ تمہیں فطرت سے ملا ہوا عظیم اثاثہ ہے۔ اسے پھینکو مت' کیونکہ یہ مرد کے پاس نہیں ہیں۔ برابر ہونے کے لیے شاید تم نے احمقانہ کام شروع کر دیئے ہیں۔

ہمیں نسائی خصوصیات کا بے حد احترام کرنا چاہیے اور یہ خصوصیات بہت سی چیزوں سے روکتی اور بہت سی دوسری چیزوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ عورت کو مرد کی نقل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے' کیونکہ اگر تم کامیاب بھی ہو گئیں ...... کامیاب ہونا مشکل ہے۔ نقل ہمیشہ نقل ہی رہتی ہے' یہ برابر نہیں ہوتی۔ تاہم بحث کی حد تک اگر ہم قبول کر لیں

کہ تم بالکل مرد جیسی بن سکتی ہو تو تم جو رکھتی ہو سب کھو دو گی جبکہ کچھ بھی نہیں پاؤ گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی نگاہوں میں بھی تم خوبصورت نہیں ہوگی' اور اپنی نگاہوں میں تم بکھر جاؤ گی۔ نابرابر رہنا برابر ہونے سے بہتر ہے کیونکہ اب مرد کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔

عورت کو اپنی یکتائی برقرار رکھنی چاہیے' اپنی تمام نسائی خصوصیات کو محفوظ رکھنا اور انہیں خالص بنانا چاہیے۔ اس طرح وہ فطرت کے مطابق گیان کی طرف جاتی ہے۔ بلاشبہ جب تم گیان پا لیتی ہو تو اصناف کے فرق سے برتر ہو جاتی ہو۔ گیان کے بعد تم بس انسان ہوتی ہو۔ لیکن اس سے پہلے ...... اپنی خصوصیات پر فخر کرو۔ انہیں بڑھاؤ' ان کی تطہیر کرو کیونکہ یہ الوہیت کو جانے والا راستہ ہیں۔

جہاں تک مذہبی تجربے کا تعلق ہے تو مرد عورت سے بہتر پوزیشن میں نہیں ہے۔ تاہم وہ ایک خصوصیت کا حامل ہے اور وہ یہ کہ وہ جنگجو ہے۔ جب اسے چیلنج دیا جائے تو وہ ہر طرح کی خصوصیات پیدا کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ نسائی خصوصیات بھی' اور وہ انہیں عورت سے زیادہ بہتر انداز میں پیدا کرسکتا ہے۔ اس کا لڑنے کا جذبہ توازن پیدا کر دیتا ہے۔ عورت پیدائشی طور پر ان خصوصیات کی حامل ہے۔ مرد کو صرف تحریک دینے کی' چیلنج دینے کی ضرورت ہے: ''یہ نسائی خصوصیات تمہیں نہیں دی گئیں — تمہیں ان کو پیدا کرنا ہوگا!'' اگر مرد اور عورت دونوں ان خصوصیات کو جی سکیں تو وہ دن زیادہ دور نہیں جب ہم اس دنیا کو جنت میں بدل سکیں گے۔

میں عورت کی خصوصیات کا حامی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا نسائی خصوصیات سے معمور ہو جائے۔ جنگیں صرف اسی طرح مٹ سکتی ہیں۔ شادی صرف اسی طرح مٹ سکتی ہے۔ قومیں صرف اسی طرح مٹ سکتی ہیں۔ ہم صرف اسی طرح ایک دنیا کے حامل ہو سکتے ہیں: ایک محبت بھری' پرسکون' شانت اور خوبصورت دنیا۔

پس مرد نے جو کچھ تمہارے ذہن میں ٹھونسا ہے اسے ترک کر دو۔ اپنی خصوصیات کو پاؤ اور انہیں پروان چڑھاؤ۔ تمہیں مرد کی نقل نہیں کرنی ہے۔ نہ ہی مرد نے تمہاری نقل کرنی ہے۔ جب میں کہتا ہوں کہ مرد کو نسائی خصوصیات پیدا کرنی ہوں گی تو میرا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ عورت کی نقل کرے۔

ہر شخص' خواہ مرد ہو یا عورت' ایک باپ اور ایک ماں سے جنم لیتا ہے۔ اس کی آدھی ہستی مرد کی اور آدھی ہستی عورت کی ہوتی ہے' پس ہر شخص دونوں ہوتا ہے۔ اگر تم مرد ہو تو مرد

اوپر ہے جبکہ نیچے سب نسائی خصوصیات چھپی ہوئی ہیں۔ تمہاری ماں کا عطیہ۔ اگر تم عورت ہو تو تمہاری نسائی خصوصیات اوپر ہیں جبکہ تمہاری مردانہ خصوصیات ان کے نیچے ہیں' یہ تمہارے باپ کا عطیہ ہے۔ تم میں تنازعے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم بیک وقت مرد اور عورت ہو۔

تنازعہ کھڑا کرنے کی بجائے میرا سارا کام تمہیں راستہ دکھانا ہے کہ تم اپنی ساری خصوصیات کا ایک آرکسٹرا مل کر کس طرح تخلیق کر سکتے ہو۔

انسان کی حیثیت سے یہ ہوگی تمہاری کلیت۔

پس ایک امکان ہے' تاہم امکان کے حقیقت بننے کی ایک بنیادی شرط ہے: تمہیں زیادہ باشعور بننا ہوگا' اپنے اندر رونما ہونے والی تمام چیزوں کا دیکھنے والا۔ دیکھنے والا فوراً آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ جذبات کو دیکھ سکتا ہے' یہ ایک مطلق تیقن ہوتا ہے کہ ''میں جذبات نہیں ہوں۔'' وہ خیالات کو دیکھ سکتا ہے' سادہ سا نتیجہ یہ ہوتا ہے: ''میں اپنے خیالات کا عمل نہیں ہوں۔''

''تب میں کون ہوں؟'' — ایک خالص دیکھنے والا' ایک عینی شاہد۔ اور تم اپنے اندر ذہانت کے حتمی امکان تک پہنچ جاتے ہو: تم ایک باشعور انسان بن جاتے ہو۔

ساری سوئی ہوئی دنیا کے درمیان تم بیدار ہو جاتے ہو اور جب تم بیدار ہو جاتے ہو تو کوئی مسئلہ ہی نہیں رہتا۔ تمہاری بیداری ہی چیزوں کو ان کے درست مقام پر رکھنا شروع کر دیتی ہے۔ سر کو تخت سے اُترنا پڑتا ہے اور دل کو دوبارہ تخت نشیں ہونا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگوں میں اس تبدیلی کے رونما ہونے سے ایک نئی دنیا میں' ایک نیا معاشرہ اور ایک نیا انسان وجود میں آئے گا۔ وہ اتنی بہت سے چیزوں کو چیلنج کرے گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

سائنس ایک بالکل مختلف خوشبو کی حامل ہوگی۔ وہ موت کی مزید خدمت نہیں کرے گی' وہ پورے کرۂ ارض سے زندگی کو فنا کر دینے والی ہتھیار نہیں بنائے گی۔ وہ زندگی کو زیادہ مالا مال کر دے گی' ایسی توانائیوں کو دریافت کرے گی جو کہ انسان کو زیادہ آسودہ بنا سکتی ہوں گی' جو کہ انسان کی زندگی کو زیادہ راحت آمیز بنا سکتی ہوں گی' اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اقدار مکمل طور پر تبدیل ہو جائیں گی۔ وہ ہنوز ذہنی عمل رہے گی' مگر دل کی ہدایات کے تحت۔

میرا راستہ مراقبے کا راستہ ہے۔

مجھے بدقسمتی سے زبان استعمال کرنی پڑتی ہے' یہی وجہ ہے کہ میں کہتا ہوں: ''میرا

راستہ مراقبے کا راستہ ہے"۔ دل کا نہ ذہن کا۔ بلکہ ایک بڑھتے ہوئے شعور کا جو کہ ذہن اور دل سے برتر ہے۔ یہ کرۂ ارض پر نئے انسان کی آمد کے لیے دروازے کھولنے والی چابی ہے۔

☆☆☆

کُل ہستی پراسرار ہے۔

تم نے پوچھا ہے: "کیا آپ عورت کے اسرار کے حوالے سے کچھ بیان کر سکتے ہیں؟"

اسرار ہے لیکن یہ صرف عورت تک محدود نہیں ہے۔ ساری ہستی پراسرار ہے۔ یہ خوبصورت بارش...... برستی بارش کی یہ موسیقی...... درختوں کی مسرت۔ تمہارا کیا خیال ہے اس میں عظیم اسرار نہیں ہے؟ اگر تم دیکھو تو ہر پھول ایک اسرار ہے۔ ان کے رنگ کہاں سے آتے ہیں؟ ہر قوسِ قزح ایک اسرار ہے، زندگی کا ہر لمحہ ایک اسرار ہے۔ صرف یہاں ہوؤ...... کیا یہ اسرار نہیں ہے کہ تم یہاں کے علاوہ کہیں نہیں ہو؟

جب تمہاری آنکھیں صاف ہوں گی اور تمہارے سر اور دل میں مزید تنازعہ نہیں رہے گا تو ہر شے پُراسرار ہونے لگے گی۔ تب تم اس کا اسرار کھولنا نہیں چاہو گے ــــ یہ مطلقاً گندا اور مجرمانہ عمل ہے! ہستی کے اسرار کو جیسا ہے، ویسا ہی خوش آمدید کہنا پڑتا ہے۔ اسے کاٹنا، بے اسرار کرنا ایک تشدد ہے، جارحیت ہے، خلاف ورزی ہے۔

مراقبے والا انسان پھولوں سے، پرندوں سے، درختوں سے، بارش سے، سورج سے، چاند سے، لوگوں سے صرف لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ ہم ایک پراسرار کُل کے گھیرے میں ہیں۔ اگر ہر اسرار کھل جائے تو زندگی نہایت اکتا دینے والی ہوگی۔

سائنس کی ساری کوشش ہستی کو بے اسرار کرنا ہے۔ شاعری اور آرٹ ہستی کے اسرار سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ صوفیاء، مذہبی انسان اسرار کو جیتے ہیں ــــ شاعروں کی طرح بیرونی طور پر نہیں، بلکہ اس کے عین اندر۔

وہ خود ایک اسرار بن جاتے ہیں۔

❀ ❀ ❀